

Little of the Book

cat #

حیات و تصنیفات کلیم

PI
S11H

شرف النساء بیگم

حیات و تصنیفات کلیم

**JAMSHIR UNIVERSITY
LIBRARY.**

DATE LOANED

Class No. 954 **Book No.** H47T

Vol. _____ **Copy** _____

Accession No 26467

--	--	--

JAMSHIR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. 954 Book No. H47T

Vol. _____ Copy _____

Accession No 26467

--	--	--	--



فہرست

۶-۵

۷

۱۷ تا ۱۴

حرف آغاز
پیش لفظ
باب اول :-

حیاتِ کلیم

نام و کنیت - وطن - تاریخ پیدائش - تعلیم - کلیم کی آمد ہند
کلیم کا مدوح - کلیم کے ورود کن کاشنہ - کلیم بیجا پور میں - کلیم کی
مراجعت عراق - کلیم کی بازگشت بہ ہندوستان - دربار شاہ جہاں سے
کلیم کی وابستگی اور اس کی شاعری کا عروج - وفات - کلیم کے اخلاق
و عادات - کلیم کی ہندوستان سے محبت - کلیم کے تعلقات مع معصوم کے

باب دوم :-

۸۵ تا ۸۸

ابوطالب کلیم کے معاصر شعراء

معاصرین دکن :-

سنجر کاشی، ملک تھی، ظہوری

معاصرین شمالی ہند :-

معصوم - قدسی - سلیم - ظفر خان احسن - غنی کشمیری - صائب

کونین فصاحت - علاوہ معاصروں کی فہرست کے علاوہ کلیم

۸۹ تا ۱۱۴

تصنیفات کلیم

شاہنامہ ابوطالب کلیم - شاہنامہ کلیم اور اس کی اہمیت - شاہنامہ
کا بجز یہ - دیگر نسخہ ہائے شاہنامہ کلیم - شاہنامہ کی ادبی اہمیت

ادبی خصوصیات - شاہنامہ کی تاریخی اہمیت - شاہنامہ کلیم
ظفرنامہ قدسی کا مقابلہ - نقایص ظفرنامہ - محاسن ظفرنامہ -

باب چہارم :-

کلام کلیم کا تنقیدی و تحسینی مطالعہ -
تمہید - تشبیہ - حسن تحلیل - تضاد - جدت تخیل - تمثیلی شاعری
روزمرہ و محاورہ - ہندی الفاظ کا استعمال - نقایص کلام -

باب پنجم :-

کلیات کلیم -
قصائد - ترکیب بند - ترجیع بند و مرثیہ - قطعات - مثنویات -
غزلیات - رباعیات - نسخہ جات کلیات کلیم ہدانی - یورپی کتب
خانوں کے نسخہ جات - ہندوستانی کتب خانوں کے نسخہ جات - کلیات
کلیم کا قریب ترین، قدیم ترین مکمل نسخہ - دیوان کلیم کاشانی - غیر مطبوعہ
کلام (حصہ ۱) - انتخاب کلام (حصہ ۲)

ضمیمہ :-

عہد حکومت شاہجہان کی سنہ واری فہرست - ۳۲۷
کتابیات - ۳۲۸ تا ۳۳۷
اشاریہ - ۳۳۸ تا ۳۴۷
انگریزی خلاصہ

حرفِ آغاز

کتاب خانہ خواتین دکن (خواتین دکن لائبریری) ۱۹۴۳ء میں قائم ہوئی۔ اس سے نہ صرف خواتین حیدرآباد
حیدرآباد کے باہر کی خواتین و علم دوست اصحاب اور ریسرچ اسکالرز بھی استفادہ کرتے ہیں۔
یہ کتاب خانہ دراصل شری نصیر الدین ہاشمی کا ذاتی کتب خانہ تھا اس کو انہوں نے خواتین کے استفادہ کے لئے عام
جیٹر کر دیا ہے۔ اس کتاب خانہ کے ساتھ ادارہ تحقیقات (ریسرچ انسٹی ٹیوٹ) بھی ہے تاکہ تحقیقی مقالات شائع
جاسکیں۔

ادارہ تحقیقات کے ارکان انتظامی حسب ذیل خواتین ہیں :-

(۲) مسز کیشوری روپ کرن ایم۔ اے

مسز جہاں بانو نقوی ایم۔ اے

(۴) مس سعید جہان ایم۔ اے - ایم ایڈ

مس نیرہ بانو کاوس جی ایم۔ اے - ایم ایڈ

(۶) مسز رومی علی اصغر

مسز برہان الدین

اس ادارہ تحقیقات کا مقصد یہ ہے کہ خواتین کی قدیم اور جدید تحقیقات کو طبع کر کے منظر عام پر لایا جائے تاکہ اگر
رف ہم اپنے قدمائے افکار و خیالات اور اسالیب بیان سے لطف اندوز ہوں تو دوسری طرف عصر حاضر کی قابل خواتین کے
نامے اور تحقیقی مقالے زیور طبع سے آراستہ ہو کر علمی ذخیرہ میں اضافہ کا موجب بنیں۔ جامعات میں جو مقالے ڈاکٹریٹ
کی لئے منظور کئے جاتے ہیں اور باوجود تحقیقی ہونے اور اہمیت رکھنے کے ان میں سے اکثر طبع ہو کر شائع نہیں ہوتے
اس لئے اس ادارہ کے ایک طرف اصحاب علم و فن ان سے مستفید ہوں گے اور دوسری طرف مصنف و مولف کی محنت
کی ڈاکٹری کی ڈگری کے علاوہ مقالوں کی فروغ ملے گا۔

اس ادارہ کے کام کے آغاز کے لئے مرکزی حکومت ہند کے وزارت سائنٹفک ریسرچ و کلچرل آفیس سے کچھ رقمی امداد
بول کو شائع کرنے کے لئے اس شرط سے ملی کہ اسی قدر رقم ادارہ بھی صرف کرے چنانچہ اس طرح اس وقت دو کتابیں شائع
ہیں ان اصحاب اور خواتین کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری سمجھتی ہوں جنہوں نے ان کتابوں کے کئی کئی نسخے خریدنے
پیشگی رقمیں عنایت فرمائیں اور ہم کو اس قابل بنایا کہ حکومت کی شراہ کے مطابق یہ کتابیں چھاپ سکیں۔

جو کتابیں شایع کی گئی ہیں ان میں سے ایک مقالہ امتحان پی۔ ایچ۔ ڈی۔ جامعہ عثمانیہ کا منظورہ ہے جس کو ڈاکٹر شرفیہ النساہیگ نے فارسی کی ڈاکٹریٹ کے لئے پیش کیا تھا۔ یہ مقالہ ابوطالب کلیم کی حیات اور شاعری سے متعلق ہے۔ کلیم دربار عادل شاہی اور پھر شاہجہان کے دربار کا مشہور شاعر اور ملک الشعراء تھا۔

دوسری کتاب جو دو جلدوں پر مشتمل ہے شری نصیر الدین ہاشمی کی مرتبہ وضاحتی فہرست اردو مخطوطات کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) ہے۔ محققین اور اصحاب علم کو کتب خانوں کے ذخیرہ سے استفادہ کے لئے وضاحتی فہرست کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔

کسی زبان کی تاریخ کا اصولی حیثیت سے مطالعہ کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ سارا ادب پیش نظر رہے لیکن اردو ادب سارے ملک میں پھیلا ہوا ہے اس پر دسترس مشکل ہے اس لئے زبان اور ادب کی خدمت کے لئے یہ ضروری ہے کہ مفصل اور مکمل وضاحتی فہرستیں مرتب کر کے شایع کی جائیں۔ یہ چیزیں یورپ میں ایک سائنس کی صورت اختیار کر چکی ہیں۔ حیدرآباد میں جامعہ عثمانیہ کے اردو مخطوطات کی ایک مختصر فہرست شایع ہوئی اور انڈیا آفس کے کئی قلمی کتابوں کی فہرست نصیر الدین ہاشمی صاحب نے "یورپ میں دکنی مخطوطات" کے نام سے شایع کی ہے اور پھر ادبیات اردو کی فہرست کی پانچ جلدیں ڈاکٹر سید محی الدین زور صاحب نے شایع فرمائی ہیں اور سالار جنگ کے کتب خانہ کی اردو مخطوطات کی فہرست بھی ہاشمی صاحب کی مرتبہ شایع ہو گئی ہے اس کے علاوہ بمبئی کی جامع مسجد کے اردو مخطوطات کی فہرست بھی پروفیسر سید نجیب اشرف صاحب ندوی کے زیر نگرانی شایع ہوئی ہے۔ اب اس فہرست سے اس قسم کے ذخیرہ میں ایک اور کتاب کا اضافہ ہوگا جس کو ہاشمی صاحب نے نہایت کدو کاوش اور محنت سے مرتب کیا ہے۔

ادارہ کو توقع ہے کہ آئندہ مزید کتابیں شایع کی جائیں گی۔ ادارہ کی جانب سے میں فضیلت آب شری ہمایوں کبیر منسٹر سائنٹیفک ریسرچ و کالج ل آفیرس کا ادارہ کی امداد کے باعث شکریہ ادا کرتی ہوں اور حکومت آندھرا سے توقع کرتی ہوں کہ سالانہ امداد جاری کر کے ادارہ کے علمی کاموں کو ترقی دینے کا موجب بنے گی۔

(شرعی) زور اور شری

صدر خواتین دکن لائبریری و ریسرچ انسٹیٹیوٹ

پیش لفظ

سولھویں صدی عیسوی کے آغاز میں شاہانِ تیموریہ کا چراغِ اقبال گل ہو گیا اور
دورانِ صفویہ برسرِ اقتدار آیا اور اس کے ساتھ ہی مذہبی عناصر و تخیلات کا احیاء
و فروغ عمل میں آنے لگا قصیدہ گوئی ختم ہونے لگی جس سے اظہارِ علمیت کے سوا حصولِ
معاش بھی مقصود ہوتا تھا۔ شاہانِ ادب نواز کا حکم تھا کہ شاہوں کی مدح کے بجائے
آئمہ کے مرثیے لکھے جائیں :

”باد بگوئید، منقبتِ آئمہ علیہم السلام سازد و از آنان پاداشِ اخروی

۱۱۴۱ و ۱۱۴۲

چشم وارز

کوہِ قضاۃ کی جگہ اب ہنہ، قدردانِ علم و ادب کی سرپرستی و ذرائعِ معاش
کے فقدان سے دوچار ہوئے لیکن اسی زمانہ میں سلاطین مغلیہ کی شاہانہ
فیاضیاں شعرا کے ایران کے لئے ابرِ رحمت بن گئیں اور انہوں نے محسوس کر لیا
کہ ”ایران زمین“ میں اُن کا قلم ”ساانِ تحصیلِ کمال“ حاصل نہیں کر سکتا۔ اُن کے
جواہرِ ریزوں کی چمک صرف سرزمینِ ہند ہی میں معراجِ کمال پر پہنچ سکتی ہے، لہذا

ایران کے اکثر بلند پایہ شاعروں نے اپنے وطن مالوف کو خیر باد کرتے ہوئے
وارد ہندوستان ہو کر شاہانِ مغلّیہ کے سایہ عاطفت میں اپنے فن کو ارتقا
کی آخری منزل تک پہنچایا، چنانچہ آج بھی ان مایہ ناز فنکاروں کے شہ پارہ ہائے
کلام ہندوستان کے ہر صاحبِ ذوق سے دارِ تحسین حاصل کر رہے ہیں۔ اور
”حیات و تصنیفاتِ کلیم“ بھی ایک ایسے ہی با عظمت شاعر کی سعی گراں قدر کا اعتراف
ہے جس کو زمانہ کی ناقدر شناسی نے پردہٴ خفایں ڈال رکھا تھا۔

میرزا ابوطالب تخلص بہ کلیم نے مابین ۹۹۰ھ - ۹۹۴ھ ہمدان میں
جنم لیا۔ دارالفضل شیرازی میں علوم متہ اولہ کی تحصیل کی اور غنوانِ شباب میں
بحری راستہ سے وارد ہند ہوا۔ ایران میں کلیم کی ابتدائی زندگی کے حالات
باوجود تلاش و کوشش کے ہمدست نہ ہو سکے۔

کلیم کی آمدِ ہند اور سرپرستی سے متعلق بجز صاحب ”فانوسِ خیال“
کے تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ کلیم عہدِ جہانگیر میں ہندوستان آیا اور
شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی امیر شہنشاہِ جہانگیر کی سرپرستی حاصل کی
لیکن یہ صحیح نہیں ہے مکمل تحقیق و مفصل بحث کے بعد یہ ثابت کیا گیا ہے کہ کلیم
پہلی مرتبہ ۱۰۱۰ھ - ۱۰۱۴ھ کے درمیان بحری راستے سے وارد دکن ہوا، اور
شاہنواز خان شیرازی وزیرِ ابراہیم عادل شاہ ثانی والی بیجا پور (متوفی ۱۰۲۰ھ)
اس کا پہلا سرپرست تھا۔ مذکورہ بالا درجہ شاہنواز خان کے نام کی یکسانیت
نے تذکرہ نگاروں کو غلط فہمی میں مبتلا کر رکھا تھا، لیکن کلمہ کے قصائد میں ”سر
پیش بین“ کا لفظ صاف طور پر شاہنواز خان شیرازی کے عہدے کو ظاہر کرتا ہے
علاوہ ازیں ابراہیم عادل شاہ ثانی کے عہد کی تعبیر ”نورِ سپہور“ (۱۰۰۸ھ تا ۱۰۱۴ھ) کے
وقت ”نورِ بہشت“ کی جو تعبیر ہوئی تھی اس کی تعبیر میں کلیم کی تحریر کردہ مثنوی
سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ ابراہیم عادل شاہ ثانی اور شاہنواز خان شیرازی کی فیاضیوں

و قدر دانیوں سے مستحضر ہو کر وارد دکن ہوا تھا۔

۱۰۲۸ء تک کلیم رکن میں رہا، لیکن ملک قتی، ظہوری و سنجرکاشی جیسے اساتذہ و کہنہ مشق ہستیوں کے آگے اس کا رنگ جتنا نہ تھا اور گراں بہا جملوں کے خوش آئند خواب جب شرمندہ تعبیر نہ ہوئے، خاطر خواہ سرپرستی حاصل نہ ہو سکی تو کلیم نے ۱۰۲۸ء میں عراق کو مراجعت کی۔

صاحب نظم گزیدہ کے بیان کی روشنی میں کلیم کے دو سالہ قیام ایران گوشتہ قناعت میں بسر ہوا اور وہ ۱۰۳۰ء میں سے ”در خاک وطن نجم مرادی نہ شود سبز“ کہتا ہوا ہندوستان لوٹ آیا اور ۷، ۸ سال شمالی ہند میں میر جملہ شہرستانی متخلص بہ روح الامین کے دامن عاطفت سے وابستہ رہ کر گزارے۔

شاہجہان کے تخت نشین ہوتے ہی کلیم دربار شاہی میں باریاب ہوا اور ۱۰۴۱ء تک ملک الشعراء کے عہدہ پر فائز ہو گیا۔ اس نے عہد شاہجہانی کے تقریباً ہر اہم واقعہ پر قصیدہ، مثنوی و قطعات تاریخی سپرد قلم کئے اور عنایات خسروی سے مستفیض ہوتا رہا۔ دو مرتبہ زر میں تلوایا گیا۔ یاد شاہنامہ لاہوری کے صفحات شاہد ہیں کہ کلیم اپنی شاعرانہ صلاحیتوں کا وقتاً فوقتاً مناسب و شایستہ معاوضہ حاصل کرتا رہا۔

فرمان شاہجہان کی تعمیل میں کلیم اور قدسی نے دو مثنویاں تصنیف کی تھیں۔ قدسی کی مثنوی ”ظفرنامہ“ نامکمل ہی رہی اس لیے کلیم نے اپنی مثنوی ”شاہنامہ“ کو پایہ تکمیل پہنچایا جس میں شہنشاہ شاہجہان کے دس سالہ شاندار کارناموں کا مفصل و محقق ریکارڈ قلمبند ہے۔

بحیثیت شاعر کلیم اپنی خیال بندی، مضمون آفرینی اور تمثیلی شاعری کے لئے ہمیشہ ناقابل فراموش رہے گا اور تمثیلی شاعری کے فروغ کا سہرا اس کے سر بھی باندھا جاسکتا ہے۔ کلیم نے اپنے معاصرین شعراء کے مقابلہ میں بہترین

و کثیر تعداد میں قطعات تاریخی نظم کئے تھے۔
 کلیم کی سب سے زیادہ قابل تحسین خصوصیت یہ ہے کہ باوجود
 ایرانی نژاد ہونے کے اس نے ہندوستانی ماحول و ہندی زبان کو اپنے کلام
 میں اس خوبی سے پیش کیا ہے کہ اس کے ہمعصروں میں کوئی اس کا ہسر نظر
 نہیں آتا۔

ملاطہر نصر آبادی کا بیان ہے کہ کلیم نے چوبیس ہزار اشعار کا
 سرمایہ سخن نواز و سخن شناس اصحاب نظر کے لئے چھوڑا تھا۔ میں نے حیدرآباد
 کے تمام کتب خانوں سے استفادہ کر کے (۲۴۸۶۸) اشعار حاصل کئے ہیں جن
 کے منجملہ کلیات میں (۱۰۰۴۸) اشعار اور مثنوی شاہنامہ میں (۱۴۸۲۰) اشعار
 ہیں۔ میرے پی ایچ۔ ڈی کے مقالہ میں تنقیدی حصہ کے ساتھ کلیات کلیم
 کا ایک تنقیدی ایڈیشن بھی منسلک ہے جس کی تصحیح و تدوین کے لئے میں نے ۴
 کلیات اور ۹ دواؤں سے استفادہ کیا تھا۔ اس کتاب میں منظورہ صفحات کی
 مناسبت سے غیر مطبوعہ کلام اور منتخب کلام کلیم آخر میں ہدیہ قارئین کیا گیا ہے
 حقیقت میں کلیم ایسے عہد کا ملک الشعراء تھا جب کہ معاصرین میں مقابلہ سخت تھا
 اور مغلیہ درباروں میں شاعری کا ستارہ اپنے انتہائی عروج پر تھا۔

کلیم کی وفات سے متعلق بھی تذکرہ نگاروں و مورخین کو کچھ اختلاف
 ہے۔ کوئی ۱۰۶۱ھ لکھتا ہے اور کوئی ۱۰۶۲ھ۔ مگر تلاش و تحقیق کے بعد یہ
 ثابت ہوا کہ کلیم نے ۱۰۶۱ھ میں وفات پائی اور کشمیر میں مرزا محمد قلی سلیم کی
 قبر کے بازو تالاب ڈل پر دفن ہوا۔ گزشتہ ماہ اولیٰ سال ۱۳۸۲ھ میں
 اجلاس میں شرکت کی غرض سے مجھے کشمیر جانے کا اتفاق ہوا تھا۔ محترمی جناب
 ڈاکٹر سید محی الدین قادری زور صاحب، صدر شعبہ اردو کشمیر یونیورسٹی کی معیت
 میں کلیم کی قبر کی زیارت کا موقع ملا، اور موصوف کی عنایت سے قبر کی تصویر

کا حصول ممکن ہوا۔ اس محلہ کو گزشتہ تواریخ میں ”درگجن پل“ بھی کہا جاتا تھا اب تالاب ڈل اور اس چبوترے کے درمیان ایک سڑک حایل ہے جس پر شعرا کی قبریں ہیں اس سے متصل ایک خانقاہ بھی ہے جس میں لوگ مشغول عبادت تھے چبوترے پر دو اور قبریں ہیں اور ایک قبر کا تعوید مَرور زمانہ سے نیچے گر کر دفن ہو گیا ہے۔ غالباً ملک الشعراء ہونے کی وجہ سے یہ تعوید ممکن ہے کہ کلیم ہی کی قبر پر لگا ہوا ہو گا کتبہ سے نام کا پتہ تو نہ لگ سکا کیونکہ اطراف کی عبارت محو ہو گئی ہے البتہ درمیان میں ۱۲ آئمہ طاہرین کے اسم مبارک کے اطراف ناد علی درج ہے۔ دوسری دو قبریں معرا ہیں۔

غنی کشمیری نے وفاتِ کلیم پر جو قطعہ لکھا ہے اسکے دو شعر اس امر کے شاہد ہیں کہ قدسی و تسلیم کے ساتھ ہی کلیم بھی مدفون ہے۔ ممکن ہے دیگر دو قبریں ان ہی شعراء کی ہوں کیونکہ جلّے وقوع تو اس امر پر دلالت کرتا ہے۔

عمر با دریا د ا و زیر زمین
زاک بر سر کرد قدسی و سلیم

ماقت از اشتیاقِ یک دگر
گشتہ اندا میں ہر سہ در یکجا مقیم

اس پیش لفظ کے اختتام سے قبل میرا اہم فریضہ ہے کہ میں وزارتِ سائنٹیفک ریسرچ اور اس کے ارباب اقتدار خصوصاً عالیجناب ہمایوں کبیر صاحب کی خدمت میں ہدیہ تشکر پیش کرنے کی عزت حاصل کروں کہ موصوف نے کتاب کی اشاعت کے لئے رقم عنایت فرمائی۔ میں مشکور ہوں ارباب جامعہ خصوصاً عالیجناب وائس چانسلر صاحب کی جنہوں نے مقالہ کی اشاعت کی اجازت مرحمت فرمائی۔

میں مشکور ہوں شریعتی روڈ امستری، صدر کھیٹی ”کتب خانہ خواتین رکن“ کی جنہوں نے اپنی مصروفیات مسلسل کے باوجود کتاب کے ضمن

میں چند مسطور ارتقا م فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی۔

ما فرض شناسی ہوگی اگر میں محترمی جناب معتز صاحب
”کتب خانہ خواتین دکن“ کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی انتھک مساعی کی وجہ
سے حکومت ہند سے مالی امداد حاصل ہوئی جن کی شفقتوں اور عنایتوں نے میرے
مقالہ کو کتاب کی صورت بخشی۔ جن کے ادارہ نے مجھے ”مصنف“ بنا کر ارباب جامعہ
پر احسان کیا۔

میں اپنے ادائیگی شکرانہ کے فرض سے کما حقہ عہدہ برآ نہ ہونگی
اگر اپنے ان محسن اساتذہ کا شکریہ ادا نہ کروں جن کی پُر شفقت و قابل قدر
رہنمائی کتاب کی تصنیف و تدوین میں اعانت کا باعث ہوئی کیونکہ بقول ایک استاد
محترم کے میرے مقالہ کی حیثیت ”محرر کے اُس خود رو پودے کی تھی جسے مشاق باغبان
کی تزیین و آرائستگی کا خاطر خواہ موقع نہ مل سکا تھا اور اب بھی میری تمسنا تھی
کہ ”حیات و تصنیفات کلیم“ کی اتنی تراش و خراش ہو کہ ناقدین و صاحب ذوق
حضرات کی نظروں میں میری خامیاں شہتیر نہ بن سکیں لیکن ایک طرف تو ملازمت
کی مصروفیات نے اتنی فرصت نہ دی دوسری طرف چونکہ میں ”ادارہ اشاعت
کتب خانہ خواتین دکن“ کی مجلس انتظامی کے کسی معاملہ میں مداخلت
کی بجائے نہیں ہوں۔

لہذا مواد کی حد تک میری ذمہ داری ہے، ہریت و پیشکش کے لئے
ارباب ادارہ جواب دہ ہوں گے۔

میری انتہائی کوشش کے باوجود کاتبین کرام ~~میرے~~ رشوں سے
حاشیے بعض جگہ حذف ہو گئے ہیں، ”باقی صفحہ آئندہ“ کی تکرار ہو گئی ہے اور
”معاصرین کلیم“ کے باب میں حالات مقدم و مؤخر ہو گئے ہیں۔ بنا بریں

اس کا اعتراف میں نے ناقدین و قارئینِ نکتہ سیخ کے آگے پیش لفظ ہی میں
 کر دینا مناسب خیال کیا ہے
 سپردِ دم بہ تو مایہ خویش را

شریف النساء بیگم انصاری

ماہ نومبر ۱۹۶۱ء، حیدرآباد دکن

کتابخانه اسلامیہ
مدرسہ اسلامیہ

LIBRARY.
MIR UNIVERSITY
DATE LOANED
Class No. 254
Book No. H471
Copy
Accession No.

26467

باب اول

حکایت

میرزا ابوطالب کلیم ہمدانی کی زندگی کے حالات تلاش و جستجو کے بعد جس قدر فراہم ہو سکے وہ یہاں بہ ترتیب زمانی قلمبند کئے جاتے ہیں۔

نام و کنیت :-

کسی معاصر یا متاخر مورخ و تذکرہ نگار نے کلیم کا نام نہیں بتایا ہے ہر ایک نے اس کی صرف کنیت یعنی ابوطالب لکھی ہے۔ زیادہ سے زیادہ کنیت سے آگے میرزا کا لفظ بڑھایا ہے۔ سعدی کے تخلص کی وجہ انا یک سعد زنگی کے دربار سے وابستگی بتائی جاتی ہے۔ حافظ کا نام شمس الدین تھا لیکن انہوں نے قرآن مجید حفظ کیا تھا اسی مناسبت سے حافظ تخلص کرنے لگے۔ بنا بریں قیاس کہتا ہے کہ کلیم کا نام ممکن ہے میرزا موسیٰ رہا ہو اور اس نے اسی مناسبت سے کلیم تخلص کرنا شروع کیا ہو لیکن سو و ادبی کے خیال سے اس کا نام مع کنیت نہیں لیا جاتا ہو گا اور بعد میں اس کی کنیت ہی مستعمل رہی اور وہی مشہور ہو گئی۔ یوں بھی عربی تہذیب کے اثر سے بعض ایرانی بھی نام لینے کی بجائے کنیت سے مخاطب کرنا محبت کی علامت سمجھتے تھے۔

میرزا کے لفظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق کسی فوجی جاگیر دار خاندان سے رہا ہو کیونکہ میرزا اکثر فوجی عہدہ داروں اور جاگیر داروں کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔

وطن :-

کلیم کے وطن سے متعلق اختلاف ہے بعض تذکرہ نگار کہتے ہیں کہ کلیم، ہمدانی تھا اور بعض رقمطراز ہیں کہ وہ کاشانی تھا۔ معاصر مورخ عبد الحمید لاہوری (متوفی ۱۸۱۰ء) لکھتے ہیں :-

فرہنگ آندراج۔ جلد سوم، ص ۴۹۶

ایں لفظ بیشتر از القاب بادشاہان و پادشاہزادگان برد و دریں روزگار بزرگ زادگان درمیں پسران اطلاق کنند و در ایران بر سادات نیز مجوز است۔

”ابو طالب متخلص بہ کلیم، ہمدانی مولد، کاشانی وطن است“ موطن
 بنجہا ورخان اس مسئلہ پر اس طرح روشنی ڈالتے ہیں :-
 ”کلیم موسوم بہ طالب، مولدش ہمدان است“

صاحب ید بیضار (متوفی ۲۰۰ھ) کا بیان ہے کہ :-

”ابو طالب کلیم، مولدش ہمدان و موطنش کاشان است“
 آتشکدہ میں لکھا ہے :

”در وطن او اہل تذکرہ خلاف کردہ اند، بعضی اُردا ہمدانی و بعضی کاشانی نوشتہ اند، انچہ مظنون فقیر است
 این است کہ اصلش کاشی است و گویا مدتی در ہمدان می بود“

صاحب بہارستان سخن (متوفی ۱۱۷۱ھ) کلیم کے کلام کی روشنی میں یہ تحریر کرتے ہیں :-
 ”اصلش از ہمدان است، اما چون در کاشان بیشتر بودہ بہ کاشانی شہرت یافت و خود گفتہ
 ز بہار مگوئید کلیم از ہمدان نیست“

مذکورہ بالا ماخذوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اکثر تذکرہ نویس اس پر متفق ہیں کہ وہ ہمدان میں پیدا ہوا مگر چونکہ ہمدان
 کے جنوب مشرقی شہر کاشان میں اپنا بچپن گزارا اور جب تعلیم کے لئے شیراز آیا تو براہ راست کاشان سے شیراز آیا اسی لئے
 اسے کاشانی سمجھا جانے لگا۔ یہاں ہمدان و کاشان کے حالات کا نہایت اجمالی خاکہ بطور تعارف بیان کرنا غالباً غیر ضروری نہ ہوگا
 ہمدان :- عہد غلیق میں میڈیا کا صدر مقام تھا۔ ابن حوقل لکھتا ہے کہ ہمدان ایک عمدہ شہر تھا۔ اسلامی فتوحات
 کے بعد دوبارہ تعمیر کیا گیا تھا اس کے بازاروں میں سامان تجارت کی بہتات تھی۔ گرو و نواح کا علاقہ زرخیز تھا خصوصاً زعفران
 بکثرت پیدا ہوتی تھی اور وسادہ کی جاتی تھی۔ ہمدان ۶۷۰ھ م ۱۲۲۰ء میں مغلوں کی یورش سے برباد ہوا تھا۔ شہر نہادند اس کے

۱۔ یاد شاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص : ۳۵۳

(۲) مرآۃ العالم، دوق : ۳۱۷، بنجہا ورخان کے بجائے میر تقی کو مصنف لکھا گیا ہے،

تمام مورخین و تذکرہ نگاروں نے ”ابو طالب“ لکھا ہے مگر بنجہا ورخان کے پاس صرف ”طالب“ نام پایا جاتا ہے، ممکن ہے یہ کاتب کا سہو ہو۔

۱۳۶ ید بیضار، ص : ۲۰۶

۱۴ لطف علی آذر کا سنہ وفات قطعی معلوم نہ ہو سکا بحوالہ شام النجمن احتقام (بارہویں صدی کہا جاسکتا ہے)

۱۵ آتشکدہ آذر، ص : ۲۲۹، کاشان کے لحاظ سے نسبت کاشانی ہی ہونی چاہیے مگر اکثر اہل زبان تذکرہ نویس اختصار کے مد نظر ”کاشی“

لکھتے ہیں اور کاشان کے برتن کاشی کہلاتے تھے ممکن ہے اسی لحاظ سے نسبت کاشی استعمال کی جانے لگی ہے۔

۱۶ بہارستان سخن، دوق : ۲۱۵ (۷) جغرافیہ خلافت مشرقی، ص : ۲۷۶، T.P. 242, Vol. 7, Encyc. of Islam

مضافات میں ہے۔ ہمدان کے جنوب مغرب میں پہاڑ الوند تھا جسے یا قوت اور وند لکھتا ہے اور اس کا ذکر کلیم کے اشعار میں بھی ملتا ہے۔

کاشان :- ہمدان کے جنوب مشرق میں واقع ہے یہاں سے اصفہان کو راستہ جاتا ہے اور اس سفر میں تین دن صرف ہوتے تھے۔ قم سے ۱۲ فرسخ پر واقع ہے اور یہاں سے ایک سڑک شیراز کو جاتی ہے۔ اس شہر کو اصطخری نے خوشنما شہر بتایا ہے اور لکھا ہے کہ اس کے مکانات قم کی طرح کچے بنے ہوئے تھے۔ روغنی ظروف اور روغنی اینٹوں کے لئے یہ شہر مشہور تھا اس کی چیزیں کاشی کہلاتی تھیں۔ یہاں کے باشندے فرقہ امامیہ کے نہایت غالی شیعہ تھے۔ مستوفی کا بیان ہے کہ کاشان دراصل ہارون الرشید کی ملکہ زبیدہ نے تعمیر کروایا تھا۔

حال ہی میں ایک ایرانی ادیب آقائے کشاورز صدر نے دیوان کلیم کو "کلیم کاشانی" کے نام سے ایک مختصر مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے جس میں موصوف نے کلیم کے کاشانی ہونے کا ثبوت مندرجہ ذیل عبارت میں پیش کیا ہے :-

"دلی محل تولد و موطن اُد مورد اختلاف است۔ بعضی وی را کاشانی و برخی ہمدانی می شناسند و از این اختلاف و استنباط از چند بیت در اشعار اُد چنین برمی آید کہ حتی در زمان حیات خود کلیم ہم زاد گاہش بین کاشان و ہمدان مشخص نشدہ است چنانکہ خودش یک جامی گوید :

کلیم آسایش و عیش بہسان را برائے اہل کاشان می گذارد
و جائے دیگری گوید :

کلبہ تاریک من پیشیم سوادِ اعظم است فارغ از کاشان کلیم از گوشہ کاشانہ شد
و بالآخر می گوید :-

من ز سوادِ سخنم چون کلیم نہ ہمدانی نہ کاشانی
گویا یکی از این دو نقطہ موطن اصلی و دیگری وطن ثانوی اُو بودہ۔ شاید پدرش ہمدانی و خودش در کاشان نشو و نما نمودہ و تحصیلات خود در آنجا بہ پایان رسانیدہ باشد۔

شعرا دل سے کاشان، کلیم کے موطن و مولد ہونے کا ثبوت نہیں ملتا اور شعر سوم جو ثبوت میں پیش کیا گیا ہے اس سے کلیم کے ہمدانی یا کاشانی ہونے پر کوئی روشنی نہیں پڑتی، البتہ ایک شعر اس کے کلام سے ایسا ملتا ہے جس سے اچھی طرح وضاحت

ہوتی ہے کہ وہ ہمدانی تھا۔

چنانچہ کہتا ہے

در دامنِ الوند گر غنچہ شود گل : ز بہار مگوئید کلیم از ہمدان نیست

شعر پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ لوگ اس کے ہمدانی ہونے کے متعلق متشبہ تھے اس لئے شاعر نے ”ز بہار مگوئید“ کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور اپنے ہمدانی ہونے پر فخر کیا ہے۔

حیاتِ کلیم کی دیگر تفصیلات سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ وہ ہمدان میں پیدا ہوا۔ عنفوانِ شباب میں فارغ التحصیل ہو کر سیدھا دکن آیا، یہاں ۱۰۲۸ء تک مقیم رہا، بعد ازاں ۱۰۳۰ء سے زندگی کی آخری سانسوں تک شمالی ہند میں سکونت پذیر رہا۔ اس طرح وہ ہندوستان میں کاشان سے زیادہ یعنی ۲۲، ۲۵ سال تک مقیم رہا۔ برہنہ اصول قومیت و وطنیت اُسے ہندوستانی کہنا مناسب ہو سکتا تھا لیکن چونکہ وہ ایرانی نژاد تھا اس لئے ہماری رائے میں اُسے ہمدانی کہنا ہی صحیح ہو گا۔ آقائے کشادرز صدر کے پیش کردہ ثبوت کی بناء پر اُسے کاشانی کہنا از روئے اصول قومیت شاید صحیح نہ ہو۔

تاریخ پیدائش :-

کسی معاصر یا متاخر تذکرہ نگار و مورخ کے ہاں کلیم کی تاریخ پیدائش کا پتہ نہیں چلتا اور نہ کلیم نے اپنے کلام میں کہیں اس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ کب پیدا ہوا یا فلاں وقت اس کی عمر اتنی تھی۔ تاریخ پیدائش معلوم کرنے میں تاریخ وفات اور صحیح عمر بہت ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں مگر افسوس کہ کسی نے وفات کے ساتھ عمر نہیں لکھی۔ اب کلیم کی تاریخ پیدائش معلوم کرنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ اس کی آمد ہند کا سنہ اور اس زمانے میں اس کی صحیح عمر ہے۔

(۱) تذکرہ نگاروں کے فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں کلیم آغازِ شباب میں کاشان سے شیراز گیا تھا۔ ”کلیم در آغاز جوانی بہ شیراز شافہ دانش آموزی خواہش گرفت و لغتی بہ علوم رسمی آشنا شدہ رہ نور دہندستان مگردید“

آغازِ شباب سے مراد ۱۲، ۱۵ سال لی جائے اور یہ فرض کیا جائے کہ اس نے کم از کم ۶، ۷ سال تعلیم حاصل کی ہوگی اور پھر شیراز سے ہند آیا تو آمد ہند کے وقت کلیم کی عمر ۲۰، ۲۱ سال قرار پا سکتی ہے۔

(۲) دوسرا بحث طلب نقطہ یہ ہے کہ کلیم کس سنہ میں وارد ہند ہوا؟ یہ بحث مستقل عنوان کے تحت آئندہ صفحات پر آئے گی اسلئے مجھلاً اس بحث کو یہاں پیش کیا جا رہا ہے۔

نواب شاہنواز خان شیرازی (متوفی ۱۸۰۲ء) ابراہیم عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۸۰۳ء) کا وزیر تھا اس کا اقتدار ۱۸۰۳ء سے ۱۸۰۸ء تک انتہائی عروج پر تھا اور ہندوستانی سرحد سے بہت آگے شیراز کے علمی و ادبی حلقوں میں اس کی فیاضیوں کے

تذکرے پہنچ گئے تھے بلکہ اس لئے بہت سے شعراء تلاش معاش اور اپنے علمی جوہر کو اجاگر کرنے کے لئے دکن آتے تھے۔ کلیم بھی خوش آئند استقبال کی امید اور ہندوستان کی شدید خوبیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لئے شیراز سے سیدھا دکن آیا۔ ۱۰۰۸ھ اور ۱۰۱۳ھ کے درمیان "نورسپور" کی تعمیر ہو رہی تھی۔ کلیم کی ایک مثنوی اور دو قصائد سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اس نے وہ شاہنواز خان اور اس کے قصر "نورسپور" کی تعریف میں سپرد قلم کئے تھے اور اس عہد کی تاریخی تفصیلات کے لحاظ سے یہ دس سو (۱۰۱۰) اور دس سو چودہ (۱۰۱۳) کے درمیانی زمانے کے تحریر کردہ قرار پاتے ہیں۔ لہذا اغلب ہے کہ کلیم ۱۰۱۰ھ اور ۱۰۱۲ھ کے درمیان وارد ہند ہوا ہوگا۔ اگر ہندوستان میں وارد ہونے کے وقت اس کی عمر ۲۰، ۲۱ سال فرض کی جائے تو اس کی پیدائش نو سو نو (۹۹۱-۹۹۳) چورانوے میں واقع ہوئی ہوگی، اور چونکہ اس کا انتقال دس سو ایک سو (۱۰۱۱) میں ہوا تھا بنا بریں اس کی عمر اس حساب سے ۷۰، ۷۱ سال قرار پاتی ہے۔

جب کتب تواریخ اور تذکرے کسی ادیب یا شاعر کی ابتدائی زندگی کے حالات سے خالی ہوتے ہیں اور خود شاعر بھی بطور انکشاف یا بطور پردہ پوشی اپنے کلام میں کہیں اپنے وطن کا صریحاً نہ ہوں، سرسری ذکر بھی نہیں کرتا تو محقق کے لئے یہ امر بڑی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے کیونکہ خارجی ذرائع یا داخلی شواہد ہی نتائج اخذ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں لہذا آج کلیم کے ابتدائی حالات بالکل تاریکی میں ہیں اور اس حصہ سے متعلق کوئی قطعی رائے قائم کرنا دشوار ہو گیا ہے پھر بھی جو کچھ معلومات مختلف ذرائع سے حاصل ہو سکی ہے ان کو ہم ہدیہ تاریخین کرتے ہیں۔

تعلیم

کلیم کی ابتدائی زندگی سے متعلق تذکرہ نگار صرف اتنا لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ اس نے شیراز جا کر علوم متداولہ کی تحصیل کی اور پھر ہندوستان چلا آیا۔

عبد الحمید لاہوری - محمد امین قزوینی اور نجمت خان کا بیان ہے کہ :-

"کلیم غنایب گلشن سخندان در آغاز جوانی بہ شیراز شافعیہ دانش آموزی خواہش گرفت و لختی بہ علوم رسمی آشنا شدہ رہ نور و ہندوستان گردید"

پیش نظر دور میں علوم متداولہ سے مراد عموماً فقہ، حدیث، کلام اور فلسفہ لی جاتی تھی اور کلام کلیم سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ

(۱) تاریخ فرشتہ، جلد دوم، مقالہ سوم، روضہ دوم، ص: ۷۸ تا ۸۳۔ تاریخ دکن (سلسلہ آصفیہ) حصہ دوم، ص: ۲۱۶

(۲) تاریخی تفصیلات آئندہ صفحات میں درج ہیں۔

(۳) یاد شاہنامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص: ۳۵۳

(۴) یاد شاہنامہ قزوینی، ورق: ۲۷۶

(۵) مرآۃ العالم، ورق: ۱۷۱

و ریاضی، ہست، منطق وغیرہ سے بھی بخوبی واقف تھا جو اس زمانے کے نصاب کے لازمی اجزاء تھے۔ دارالعلم شیراز میں کثرت سے مدارس تھے اور کلیم اپنے پیشروں کی طرح اسی مرکز علم سے تحصیل علوم کر کے نکلا تھا لیکن پھر بھی ایک بات تشنہ رہ گئی کہ اس نے کن کن ہستیوں سے فیض حاصل کیا تھا، چونکہ میرزا جلال اسیر کے متعلق اس کے قلم سے ایسے اشعار نکلے ہیں جن سے اسیر کے تتبع کا ثبوت ملتا ہے۔ اس لئے اگر ہم انہیں کلیم کا استاد مانیں تو شاید حقیقت سے بعید نہ ہوگا۔

میرزائے ماجلال الدین بس است از سخن سخنان طلب گار سخن
راستی طبعش، استار من است کج فہم بر فرق دستار سخن

جلال الدین کی شخصیت کی کلیم نے وضاحت نہیں کی ہے۔ ظن غالب ہے کہ اس سے مراد اس کے ہم عصر شاعر میرزا جلال اسیر ہیں جن کے حالات متعدد تذکروں میں ملتے ہیں۔ انہوں نے ۱۰۴۹ھ میں انتقال کیا اور ان کے تتبع کا اعتراف صائب نے بھی کیا ہے اور ممکن ہے کلیم نے ان کے رنگ سخن سے فیض حاصل کیا ہو۔ سوائے میرزا جلال اسیر کے ہم کو کسی شخصیت کا پتہ نہ چل سکا جس سے کلیم نے اکتساب کیا ہو۔
کلیم کی آمد ہند :-

کلیم کے ہندوستان آنے کے موقع پر دکن کی جو سیاسی حالت تھی اس کا نہایت ہی اجمالی خاکہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس کے کلام کا ماحول سمجھنے میں سہولت ہو۔

سلطنت بہمنیہ (۱۳۴۷ء تا ۱۵۲۷ء) کے اختتام پر پانچ خود مختار ریاستوں کا قیام ہوا۔ برید شاہی (بیدر)
عادل شاہی (بیجا پور)، عماد شاہی (برار)، قطب شاہی (گوکنڈہ)، اور نظام شاہی (احمد نگر)
۱۶۸۶ تا ۱۷۱۹ء ۱۵۶۱ تا ۱۵۷۷ء ۱۵۷۷ تا ۱۵۸۴ء ۱۵۸۴ تا ۱۵۹۵ء
(۱۶۸۶ تا ۱۷۱۹ء) (۱۵۶۱ تا ۱۵۷۷ء) (۱۵۷۷ تا ۱۵۸۴ء) (۱۵۸۴ تا ۱۵۹۵ء)

یہ پانچوں ریاستیں توازن قوت کو برقرار رکھنے کے لئے ہمیشہ کوشاں رہتی تھیں کہ جنوبی دکن کی ریاست بیجانگر سے ان بن ہو گئی اور جنگ تانیکوٹ ۱۵۶۲ء م ۱۵۶۵ء وقوع پذیر ہوئی۔ اس کے بعد دکن کی سیاسی حالت غیر متوازن ہو گئی۔ کیونکہ علی عادل شاہ (متوفی ۱۵۸۸ء) والی بیجا پور کی قوت بہت بڑھ گئی اور نظام شاہی حکمران اپنی ہمسایہ ریاستوں سے بدعہدی کرنے لگے تھے لیکن اتفاق کی بات ہے کہ علی عادل شاہ کا انتقال ہو گیا اور ابراہیم عادل شاہ ثانی سربراہی سلطنت ہوا اس کی اور سلاطین گوکنڈہ کی یہ کوششیں رہیں کہ توازن قوت کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ دکن کا امن اسی اصول سے وابستہ تھا

۱۵۷۷ء تا ۱۵۸۴ء : تم رادار المؤمنین و زردار الدیاد گفتم اند، شیراز را ہم دارالعلوم خواندہ اند۔ حیات سعدی - ص ۲۰۔ در آن عصر مدارس متعدد
در مرکز اسلامیات برپا بود و طالبان علم از بلاد دور برائے تحصیل علم بہ مدارس مذکور میآمدند۔
۱۵۸۴ء تا ۱۵۹۵ء : شاعر ادب داشت و موجد انداز لہجہ دلہند۔ میرزا صاحب سخن اور امیر قنہین می کند و در قلعے میگوید
نوٹا کے کہ چو صائب نہ سا جان سخن
میرزا جلال از اہل سادات شہرستان صفایان است و بمعاہرت شاہ عباس ممتاز زمان۔ پیوستہ سرگرم صحبت از باب کمال بود در عین جوانی
بر برتاوانی افتاد و در سن تسع و اربعین والف (۱۶۰۴۹) اخبار ہستی یاد نداد۔

نظام شاہی حکمران دوسری ہمسایہ سلطنتوں سے الجھ الجھ کر نہ صرف سیاسی توازن بگاڑ رہے تھے بلکہ خود کمزور ہو رہے تھے اسی اثنا میں ستمبر ۱۸۱۹ء میں مغلوں نے حملہ کیا اور محل وقوع کے لحاظ سے اس کی زد میں سب سے پہلے سلطنت نظام شاہیہ ہی آئی۔ آخر کار ۱۸۱۹ء میں اندرونی کشمکشوں اور مغلوں کی مدافعت سے تنگ آکر چاند بی بی نے خودکشی کر لی اور احمد ننگ، برہان پور اور اسیر گڑھ مغلوں کے قبضہ میں آ گئے۔ نظام شاہی سلطنت نے دم توڑ دیا اور اقتدار دکن کی حمایت کے لئے ابھی ملک غیر نے تقویت حاصل نہیں کی تھی۔ اس وقت گوکنڈہ اور بیجا پور کی ریاستیں ہی ایسی رہ گئی تھیں جن میں علمی نصا قائم تھی اور شاہانہ فیاضیوں کی وجہ سے دکن رشک ایران بنا ہوا تھا اور اسی خوشگوار مسابقت کی وجہ سے انھیں مل تھاگتھن کا موقع ملا۔ ایرانی ارباب ہنزہی راستے سے وارد دکن ہوتے تو پہلے انہیں ریاست بیجا پور ہی میں سرپرستی حاصل ہو جاتی تھی کیونکہ ابراہیم عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۳۷ھ) کا وزیر شاہنواز خان شیرازی (متوفی ۱۰۲۰ھ) ایرانی نژاد تھا اور اس کی علم دوستی دلیا صنی کے چرچے اہل ایران کو مسخوڑ کئے ہوئے تھے چنانچہ کلیم کے قدم اپنے پیشروں کی طرح اس طرف اٹھنے لگے۔ کلیم کا ایک شعر اس کی آمد دکن کا واضح ثبوت ہے

سیر عزم بیجا پور گشتم رہے باختری خوش دشت پیمیا

پیش نظر زمانے میں سلاطین دکن کو مغلوں کے حملوں کا ہمیشہ کھٹکا لگا رہتا تھا بنا بریں سرحدی چوکیوں کا انتظام و انصرام بہت سخت تھا اور حکام و عمال سرحد ہر وقت چوکس رہتے تھے۔ ان کی فرض شناسی و بیدار مغزی کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ جب کلیم نے اپنے دوست اختری نیدی کے ہمراہ بیجا پور کی سرحد میں داخل ہونے کی کوشش کی تو جاسوسی کے شبہ میں گرفتار کر لیا گیا اور نظر بند کر دیا گیا۔

جس طرح کلیم کے وطن کے بارے میں اختلاف ہوا تھا اسی طرح اس کی آمد دکن سے متعلق بھی اختلاف آ رہا ہے۔

- ۱۔ معاصر مورخین تذکرہ نگاروں میں بجز ناظم تبریزی کے اکثر اس پر متفق ہیں کہ کلیم ہندوستان آیا اور دکن میں مقیم رہا مختلف لوگوں سے فیض یاب ہوتا رہا پھر شاہجہان کی تخت نشینی کا شہرہ ہوا تو وہ آگرہ آیا اور دربار سے توسل حاصل کیا۔

- ۲۔ متاخر مورخین تذکرہ نگاروں کا بیان ہے کہ وہ پہلی مرتبہ دکن آنے کی بجائے آگرہ گیا اور دوسری دفعہ ۱۰۳۰ھ میں جب اس نے ہندوستان مراجعت کی تو دکن کا رخ کیا۔

لیکن صحیح صورت حال یہ ہے کہ

- (۱) کلیم پہلی مرتبہ ۱۱ویں صدی کی دوسری دہائی میں دکن آیا۔
- (۲) ۱۰۲۸ھ میں ہندوستان سے پھر عراق کو مراجعت کی اور دو سال وہاں مقیم رہا۔
- (۳) ۱۰۳۰ھ میں ہندوستان لوٹا اور واردا آگرہ ہوا۔

اس اجمال کی تفصیل کے لئے زیر نظر صفحات میں بحث کی جاتی ہے۔

۱۔ معاصر مورخ عبد الحمید لاہوری و محمد امین قزوینی لکھتے ہیں۔

”لمتی برسمی علوم آشنائی بہم رسانیدہ رہ نورد ہندوستان گردید۔ اگرچہ مدتی در سرزمین دکن و برنجی دہ
دیگر ممالک ہندوستان بسر بردہ طرفی از کامرانی نہ بستہ بود۔ اما چون طنطنہ اورنگ آرائی حضرت شاہنشاہی

گوش جہانیاں برافروخت..... بآستان معلی رسیدہ در زمرہ ہندگان درآمد“

ان کے بیان سے کلیم کا پہلی دفعہ براہ راست دکن آنا ثابت ہوتا ہے لیکن اس میں ۱۰۲۸ھ میں عراق جا کر دوبارہ ۱۰۳۰ھ
میں ہندوستان آنے کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ حالانکہ کلیم کے کلیات کے ایک قطعہ تاریخی سے شہادت ملتی ہے کہ وہ ۱۰۲۸ھ
میں عراق واپس گیا تھا۔

۲۔ متاخر مورخین و تذکرہ نگاروں میں منجملہ اور کے دو شخصیتیں قابل اسناد ہیں۔ عبد الجبار ملکپوری اور شبلی نعمانی۔
عبد الجبار ملکپوری کا بیان ہے۔

”کلیم تحصیل سے فارغ ہونے کے بعد تلاش معاش میں سفر اختیار کیا۔ جہانگیر کے زمانے میں ہند آیا۔ شاہنواز خان
صفوی کے مکان پر فروکش ہوا۔ خان موصوف نے کلیم کے ساتھ مہمان نوازی کے مراسم کریمانہ طور پر ادا کئے ابھی جہانگیر کے
دربار میں رسائی نہیں ہوئی تھی کہ وطن کی محبت دامن گیر ہوئی سنہ ۱۰۲۸ھ میں وطن مالوہ کی طرف مراجعت کی۔ وطن پہنچ کر
دو دوہائی سال سے زیادہ نہیں ٹھہرا پھر ہندوستان واپس آیا۔ اولاد کن میں آیا۔ ابراہیم عادل شاہ والی بیجا پور کے پاس
جا رہا تھا کہ راہ میں جاسوسی کے شبہ میں گرفتار ہوا۔ قلعہ شاہدرک میں قید کیا گیا۔ قید خانہ میں عادل شاہ کی مدد میں ایک قصیدہ
لکھا معلوم نہیں اس کا قصیدہ عادل شاہ کے ملاحظہ میں گزرا یا نہیں؟ غالباً قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قصیدہ عادل شاہ کے
ملاحظہ میں نہیں گزرا۔ اگر گزرتا تو عادل شاہ کی عنایت و قدر دانی سے مالا مال ہو جاتا اور شاہجہان کے دربار میں پہنچنے کی تمنا کرتا
آؤ چند روز کے بعد قید خانہ سے رہا ہو کر شاہجہان کے دربار کا عزم جزم کیا اور قصیدہ میر جملہ شہرتائی کی مدح میں موزوں کیا۔ اس میں اپنا نام
حال قید خانہ کے مصائب ذکر بھی کیا ہے“ محمولہ قصیدے کے چند اشعار جو زیر بحث موضوع سے متعلق ہیں درج کئے جاتے ہیں،

فلک قدر! نمی پرسی کہ گردوں	چرا آزد مارا بے محابا
چرا آزد بمبار غمے را	کہ می آید بہ درگاہ مسیحا
بعزم سیر بیجا پور گشتم	رہے با ختری خوش دشت پیما
دوبال طائر شو قیم ہسر دو	نمی بودیم یک ساعت شکیا

بجنگ را ہزاران دوست داریم
یکی گوید کہ دزدانند باشند
دیگر گوید کہ جاسوس فلاںند
یکی می گوید ایشان را بکاوید
بجرم این کہ می ماند بہ نامہ
کنون در جنگ ایشان مبتلایم
ز بہر پاس ہندو ہائے با تیغ
عجب دارم کہ با این منع جادہ
اشارت کن کہ چوں اقبال گردیم
ان کے اس بیان میں تین امور غور طلب ہیں۔

جگویم تا چہ سا گردند با ما
بد زداں چند کہ زنجیر فرسا
کہ از تفتیش ما گشتند رسوا
کہ شاید نامہ گردد ہویدا
کشیدند استخوانہا را ز اعضا
نمی دانیم چارہ جز مدارا
چو مواستادہ دایم بر سر ما
چنان بے خواست آمد تا با نجا
بخاک آستانت جہہ فرسا

- ۱۔ کلیم نے ایک قصیدہ ابراہیم عادل شاہ کی مدح میں لکھا جس کے متعلق شبہ ہے کہ وہ اس تک پہنچ نہ سکا۔
- ۲۔ کلیم نے قید سے رہا ہو کر دربار شاہجہانی کا رخ کیا اور وہاں جا کر میر جملہ شہرستانی کی مدح میں قصیدہ موزوں کیا جس میں اپنے قید خانے کے مصائب کا ذکر کیا۔

۳۔ دوسری دفعہ ۱۰۳۰ء میں جب کلیم ہندوستان آیا تو پہلے دکن آیا۔

(۱)۔ معاصر مورخین خاموش ہیں اور متاخر مورخین و تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ کلیم نے قید میں ایک قصیدہ ابراہیم عادل شاہ کی مدح میں لکھا۔ سارے کلیات کا بنظر تعمق مطالعہ کرنے کے بعد قید سے متعلق دو قطعے ملتے ہیں اور جس "قصیدہ" کا ذکر ہر تذکرہ نگار کرتا ہے وہ کہیں نہیں ملتا اور اگر ان تذکروں کی بات تسلیم کر لی جائے تو یہ سمجھنا ہوگا کہ ان قطعوں کے مطلع امتداد زمانہ کے نذر ہو گئے ہوں گے اور قصیدے قطعوں کی شکل میں باقی رہ گئے ہوں گے جو بعید از قیاس ہے اور پہلے قطعہ میں تو مقطع بھی نہیں۔ چونکہ دیوان اس کی حیات میں مدون نہیں ہوا تھا اس لئے اس کا احتمال ہے کہ یہ قطعہ نامکمل ہو۔ باوجود تلاش کے اس کے مابقی اشعار کسی ماخذ سے ہمدست نہ ہو سکے۔

دوسرا زیر بحث امر یہ ہے کہ پہلے قطعہ میں اس کا کوئی مخاطب نہیں ہے اور دوسرے قطعہ میں شاہنواز خان کا نام واضح طور پر درج ہے۔ اس لئے اس کا مخاطب تو مسلمہ طور پر شاہنواز خان ہی ہے لیکن پہلے قطعہ میں چونکہ کسی کا نام نہیں ہے تو اسے کسی نے شاہنواز خان سے منسوب کر دیا ہے اور کسی نے میر جملہ شہرستانی سے، اور نہ کوئی قصیدہ ایسا مل سکا جس کو بادشاہ وقت کے نام سے منسوب کیا جاسکے، موجودہ معلومات کی بنیاد پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ صرف

مذکرہ نگاروں کی محض قیاس آرائی ہے۔

سارے قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کلیم شبہ میں گرفتار کر لیا گیا اور نظر بندی کے دوران میں اس کی علیت اور قابلیت سے عہدہ دران فوج متاثر ہوئے اور انہوں نے ہی اس کی ہمت افزائی کی اور اس نے ایک قطعہ کسی مقتدر اعلیٰ کی طرف مخاطبت کر کے لکھ دیا۔ مگر چونکہ سیاسی حالات کا اقتضایہ تھا کہ مکمل اطمینان ہونے تک رہا نہ کیا جائے اس لئے حکام قید خانہ اس سے ہمدردی رکھنے کے باوجود اسے رہا نہ کر سکے اور اغلب ہے کہ انہوں نے ہی اسے دوسرا قطعہ سپرد قلم کرنے کی ترغیب دلائی ہو جس میں شاہنواز خان کا نام پایا جاتا ہے اور اسی قطعہ کو وزیر وقت شاہنواز خان شیرازی کے دربار میں پہنچایا گیا ہو اور اسی کے حکم سے رہائی ہوئی ہو۔

۲۔ صاحب محبوب الزمن کے بیان کے مطابق اگر کلیم قید سے رہا ہو کر میر جملہ شہرستانی کے پاس گیا اور وہاں قصیدہ موزوں کیا، تسلیم کریں تو عقل و تحقیق دونوں نہیں مانتے کیونکہ اس کے مطالعہ سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ وہ قطعہ غنی حبیبہ قید کے مصائب میں لکھا گیا ہے۔ تیغوں اور برچھیوں کی چمک سے کلیم کی آنکھوں میں جو خیرگی پیدا ہو رہی تھی اور خوف سے جسم پر جوارہ پڑ رہا تھا، اس کا نقشہ صاف الفاظ میں کھینچا ہے۔ دوسرے ”کنون در چنگ ایشان مبتلایم“ میں ”کنون“ کا لفظ بتاتا ہے کہ شاعر ماضی کا کوئی واقعہ نہیں بلکہ حال کی تکلیف بیان کر رہا ہے اور بعد ازیں آخری شعر میں ”اشارت کن“ کا لفظ خود اس بات کا پتہ دے رہا ہے کہ شاعر نے اس امید سے یہ الفاظ استعمال کئے تھے کہ ممدوح کے اشارے پر وہ قید سے رہا ہو جائے گا یا یہ شاہد ہے کہ میر جملہ شہرستانی ۱۰۲۷ھ میں فرماں جہانگیری سے ہندوستان آیا تھا اور بقول عبد الجبار کلیم ۱۰۲۸ھ میں عراق لوٹ گیا تھا ایسی صورت میں اس کی ملاقات میر جملہ شہرستانی سے ہونے کے امکانات ہی کم ہوتے ہیں تو اسے علم دوستی کے اظہار کرنے یا فیاضی کے دریا بہانے کا موقع ہی کب ملا ہوگا اور دوسری دفعہ کے سفر میں قید سے چھوٹ کر اگر وہ پہنچنے کے بعد اس قسم کا قطعہ لکھنا تو لایعنی ہے۔

۳۔ اگر عبد الجبار ملکاپوری کے بیان کی تطابق میں بفرض محال یہ مان لیا جائے کہ کلیم نے ۱۰۳۰ھ کے بعد بیجاپور کا قصد کیا تھا تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کلیم کے کلیات میں ”نور سپور“ سے متعلق جو رباعی دستیاب ہوئی ہے اور شاہنواز خان کی عمارت کی تعریف میں جو مثنویاں و قصائد ملے ہیں ان کا سنہ ارقام کیا ہوگا؟ اور اگر مذکورہ بالا قطعے وغیرہ ۱۰۳۱ھ اور ۱۰۳۶ھ کے درمیان لکھے گئے تھے تو تاریخ سے ان معلومات کی تردید ہوتی ہے کیونکہ ۱۰۲۰ھ میں شاہنواز خان وزیر ابراہیم عادل شاہ ثانی فوت ہو چکا تھا اور ملک غنبر کی غارتگری سے دکن میں دھوم مچی ہوئی تھی اور ۱۰۳۴ھ میں تو ملک غنبر نے شہر نور سپور کو لوٹ کر اسے گھنڈر میں تبدیل کر دیا تھا۔

دوسرے یہ کہ اگر کلیم نے ۱۰۳۳ ہجری اور ۱۰۳۶ ہجری کے درمیان آگرہ کا رخ کیا تھا تو اُس زمانہ میں شہنشاہ جہانگیر حکمران تھا شاہجہان کی حکمرانی کا تصور ہی سرے سے غلط ہے اور جبکہ پہلی دفعہ اُسے اُس دربار سے کوئی فیض حاصل نہیں ہوا تھا تو دوسری دفعہ کوئی امید وہ کیسے وابستہ کر سکتا تھا۔ ایسی صورت میں صاحب محبوب الزمن کا یہ حوالہ ناقص قرار پاتا ہے۔

۱۰۳۰ ہجری کے بعد کلیم کے وُردو بیجا پور کے دوسرے حامی شبلی ہیں۔ تذکرہ کلیم کے چیدہ جملے جن کا تعلق زیر بحث موضوع سے ہے نقل کئے جاتے ہیں۔

”کلیم نے آغاز جوانی میں شیراز جا کر علوم و رسم کی تحصیل کی۔ جہانگیر کے عہد حکومت میں شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی ایک مشہور امیر تھا۔ کلیم نے اول اس کے دربار میں رسائی پیدا کی لیکن ۱۰۲۸ میں وطن کی یاد نے بے چین کیا۔ دو برس بھی (وطن میں) گزرنے نہ پاتے تھے کہ پھر ہندوستان آیا۔ اب کی اس نے میر جملہ شہرستانی کا دامن پکڑا۔ کلیم کی شاعری کا اگرچہ سکہ جتنا جاتا تھا اس کے سرپرست بھی دربار شاہی میں خاص اعزاز رکھتے تھے لیکن جہانگیر تک اس کی رسائی نہ ہو سکی جس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ دربار کا ملک الشعراء طالب آملی تھا۔ کلیم کی ناکامیابی کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ نور جہاں بیگم اس کی شاعری کی معتقد نہ تھی اور اکثر اس کے اشعار پر حرف گیری کیا کرتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ کلیم نے دربار میں پہنچنے سے پہلے جابجا خاک چھانی، شاہجہاں نامہ میں لکھا ہے کہ وہ دکن میں مارا مارا پھرا۔ اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ کلیم کا ایک قصیدہ ابراہیم عادل شاہ کی طرح میں بھی ہے۔ ایک اور قصیدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیجا پور کے ارادہ سے چلا تھا کہ راہ میں جاسوسی کے شبہ میں پکڑا گیا، اور قلعہ شاہرک میں رکھا گیا۔

چنانچہ کہتا ہے ۵

فلک قدر انہی پر کسی کہ گردوں چرا آزد مارا بے محابا

یہ قصیدہ شاہنواز خان کے نام لکھا ہے اور آخر میں لکھا ہے ۵

اشارت کن کہ چوں اقبال گردیم بخاک آستانت جبہ فرسا

مولانا شبلی کے اس بیان سے چار باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں۔

۱۔ کلیم شیراز سے سیدھا عہد جہانگیر میں ہندوستان آیا اور شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی سے منسلک ہوا جو جہانگیر کا امیر تھا۔

۲۔ ۱۰۲۸ ہجری تک ہندوستان میں رہ کر واپس وطن لوٹا۔

۳۔ ۱۰۳۰ء میں دوبارہ ہندوستان آیا اور میر جملہ شہرستانی کا دامن پکڑا۔

۴۔ شاہجہاں نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دکن میں مارا مارا پھرا اور سفر بیجا پور کے موقع پر جاسوسی کے شبہ میں گرفتار ہو کر شاہدرک میں قید رہا اور ایک قصیدہ شاہنواز خان صفوی کے نام لکھا۔

۱۔ دیگر متاخر مورخین و تذکرہ نگاروں کی طرح شبلی بھی سفر اول میں کلیم کے عہد جہانگیر میں ہندوستان آنے اور شاہنواز خان صفوی سے منسلک ہونے پر متفق ہیں۔ اس مسئلہ پر لکھا پوری کے بیان کی تردید میں بحث کی جا چکی ہے۔

۲۔ ۱۰۲۸ء تک یہاں رہ کر واپس ایران جانے کا خیال ہر لحاظ سے درست ہے۔

۳۔ ۱۰۳۰ء میں دوبارہ ہندوستان آیا اور میر جملہ شہرستانی سے وابستہ ہوا۔ یہ استدلال بھی صحیح ہے۔

۴۔ شاہجہاں نامہ کے حوالے سے اس خیال کا اظہار فرماتے ہیں کہ کلیم "دکن میں مارا مارا پھرا تھا" اور قید سے رہائی کے لئے اس نے شاہنواز خان کا وسیلہ ڈھونڈھا تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ

(۱) کلیم جب دکن گیا تھا تو شاہنواز خان صفوی سے متعارف تھا اور شبلی کے مذکورہ حوالہ کی روشنی میں یہ بات مسلمہ ہے کہ شاہنواز خان سے موصوف کی مراد شاہنواز خان صفوی ہی ہے۔

(۲) میر جملہ شہرستانی ابھی کلیم کی فہرست ممدوحین میں نہیں آیا تھا ورنہ اعانت طلب کرنے کے لئے میر جملہ کو بھی مخاطب کیا جاسکتا تھا۔ لہذا کلیم یا تو ۱۰۲۸ء سے کچھ پہلے دکن گیا تھا اور وہاں سے شاہنواز خان کی مدد سے رہائی پا کر ایران کو مراجعت کی یا پھر ۱۰۳۰ء کے بعد دوسرے سفر کے دوران میں دکن گیا تھا اور ہنوز میر جملہ شہرستانی سے واقف نہ تھا۔

تذکرہ محبوب الزمن کے فاضل مصنف کے استدلال کی تردید کے ضمن میں ان امور سے تفصیلی بحث کی جا چکی ہے کہ کلیم کا ممدوح شاہنواز خان شیرازی ۱۰۲۰ء تک رحلت کر چکا تھا اور اس کے بعد کلیم کا بیجا پور آنا یقیناً لاحق حاصل تھا اور اگر شاہنواز خان صفوی سے اس کے اتنے اچھے مراسم ہوتے کہ اسے قید بیجا پور سے چھڑاسکے تو ظاہر ہے کہ وہ اسی سے وابستہ رہتا و دکن ہرگز نہ جاتا۔ اور جب شبلی مرحوم شاہنواز خان ہی کے ذریعہ کلیم کو رہائی دلانے پر مصر تھے تو انہیں "فلک قدر" والے قلعے کے بجائے قافیہ فریاد اسناد والا قطعہ پیش کرنا چاہیے تھا جس میں شاہنواز خان کا نام درج ہے قطع نظر اس کے کہ یہ شاہنواز خان شیرازی تھا یا شاہنواز خان صفوی یہاں متعلقہ شعر پیش کئے جاتے ہیں جس پر شبلی اپنے دعوے کی بنیاد رکھ سکتے تھے۔

حدیث شکوہ گردوں بلند خواہم کرد	مگو ہدر گہ نواب خان رسد فریاد
پناہ اہل ہنر شاہنواز خان کہ کند	زرائے روشن او آفتاب استمداد
جہاں بذاتِ علیم امثال او تا زان	بداں مشابہ کہ اہل ہنر با استعداد
زہے شکستہ اہل ہنر درست آر تو	چہ واقع است کہ مارا نمی کنی امداد
سزائے بے گناہاں گر چنین بود چکنم	بغرض اگر گنہی کس بیا کند اسناد

کچھ وہ، من سی روزہ، مست رسواری
رو آبود کہ فراموشی کردہ از من
رضائے آمدن از نیت رخصت رفتن
بہاں مشابہ ازین آمدن سبک شدہ ام
ہزار کوہ غم سب راہ شد تا کئے
کلیم گو ہر از زندہ ایست حیرانم
زمانہ چلہ نشین کردہ است چوں زہاد
خصوص از پی صد گونه مشکوہ بیداد
کرم نما کہ دریا رہ نہی تو اں استاد
کہ ہنچو موج بہ پس میر دم ز جنبش باد
ز نوک خامہ کنم کار ہمیشہ فرہاد
کہ از کجا بجف طالع زبوں افتاد

ان تمام تفصیلات کے بعد ہم یہ کہنے کے موقف میں ہیں کہ موصوف نے دیگر تذکرہ نگاروں وغیرہ کے بیانات کو دیا ہے۔ چونکہ ”نکد قدرا“ والے قطعہ کو عبد الجبار ملکا پوری میر جملہ سے متعلق قرار دے چکے تھے اس لئے شبلی نے اسے شاہنواز خان سے منتسب کر کے مبہم سانچہ نکالا ہے جس کی وجہ سے محقق کو غلط فہمی کا شکار ہونا پڑتا ہے۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم شیرازی سے پہلی دفعہ بحری راستے سے ہندوستان آیا کیونکہ دکن آنے کیلئے یہی راستہ زیادہ قریب ہوتا تھا اور شاہنواز خان شیرازی کے چرچے اکثر ارباب ہنر کی کشش کا باعث بنے ہوئے تھے اور محل وقوع کے لحاظ سے گو لکٹھ سے قبل عادل شاہی سلطنت ہی راستے میں آتی تھی۔ چنانچہ کلیم سید صاحب بجا پور پہنچا تا کہ شاہنواز خان شیرازی کی سرپرستی حاصل کرے۔

کلیم کا ممدوح :- جہاں کلیم کے وطن اور اس کی آمد ہند کے مسائل متنازعہ فیہ تھے وہیں اس کے ممدوح کی شخصیت بھی معرض اختلاف بن گئی ہے۔

بجز (عبد الحمید لاہوری، محمد امین قزوینی اور) صاحب فانوس خیال، تمام مورخین تذکرہ نگار اور فہرست نگاروں کے نتیجہ فکر کی تنقید کریں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ”کلیم شہنشاہ جہانگیر کے ابتدائی عہد میں ہندوستان آیا اور شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی کے سلک مداحان میں منسلک ہوا“ چنانچہ خزانہ عامرہ سے اس کا ثبوت اس طرح ملتا ہے۔

”کلیم در عہد جہانگیری بسیر ہند فرامید و با شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی (متوفی ۱۰۶۹ھ) مربوط گشتہ

۱۔ کلیات کلیم ادرق: ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴

رعایت فرادان یافت

میر غلام علی آزاد (متوفی ۱۲۰۰ھ) اس نظریہ کی تائید ان الفاظ میں کرتے ہیں :
"دوبارہ ہندو شہنشاہت، کرت اول در عہد جہانگیری رسید و با شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی صحبت کوک گردید"

صاحب ریاض الشرائع کا بیان ہے :
"در عہد جہانگیر بادشاہ بہ ہندوستان آمد"

قدرت اللہ گوپاموی اس خیال پر یوں صاد کرتے ہیں :

"در آغاز شباب بعہد جہانگیری وارد ہندوستان گشتہ بار تباط با شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی بہرہ اندوز
فرایہ گردید"

کتب خانہ بانکی پور کے فہرست نگار ڈینس راس (D. Ross) لکھتے ہیں :

*After pursuing a course of studies in
Shiraz, Abu Talib Kalim in his youth came
to India, during the reign of Jahangir, and
attached himself to Shah Nawaz Khan, son of
Mirza Rustum Safawi."*

گذشتہ صفحات میں ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ کلیم عہد جہانگیری میں شمالی ہند نہیں گیا بلکہ بحری رستے سے دکن آیا اور
شاہنواز خان شیرازی کی شخصیت اس کے لئے مرکز جاذبہ بنی ہوئی تھی۔ مگر مندرجہ بیانات سے تو یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ کلیم شاہنواز
خان صفوی جس کی ولایت میرزا رستم صفوی تھی سے مربوط ہوا۔ اس خیال کی بنیاد غالباً کلیات کلیم کی ایک مشنوی اور دو قصائد ہوئے
ہیں جن میں شاہنواز خان کا نام ملتا ہے اور ولایت کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ شہنشاہ جہانگیر کا عہد اور شاہنواز خان کے نام کے ساتھ
ہی قدرتی طور پر تذکرہ نگاروں اور مورخین کا ذہن فوراً عہد جہانگیری کے ایک امیر شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی کی طرف منتقل

۱۔ خزائنہ مامرو، ص ۲۹۱

۲۔ مائثر الکرام، ص ۷۷

۳۔ ریاض الشرائع، ص ۷۱۹

۴۔ تلخ افکار، ص ۳۶۷

۵۔ Catal. Bankipore Lib. Per. 1788. Vol. III. p. 97

ہو گیا۔ صرف صاحب "فانوس خیال" نے شاہنواز خان بیجاپوری لکھا ہے۔ اگر یہ تذکرہ نگار نہ بھی لکھتا تب بھی کلیاتِ کلیم کا بیان نظر مطالعہ کرنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ کلیم کا مدوح عہدِ جہانگیری کا ایک امیر شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی تھیں بلکہ ابھیم عادل شاہ ثانی (۹۸۸ تا ۱۰۳۷ء) والی بیجاپور کا وزیر "نواب شاہنواز خان شیرازی" ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ کلیم کے اشعار ذیل میں شاہنواز خان کے نام کے ساتھ اس کے عہدہ کی صراحت بھی ملتی ہے۔ مثنوی کے دو بیت ہیں ۵

دروازہ صورتِ نوابِ دوراں پیر سوہست صد خورشید تاباں

۱۔ فانوس خیال، ورق ۲۰۱ ب

۲۔ آثار الامراء، جلد دوم، ص: ۶۷۔ (حالات شاہنواز خان بن میرزا رستم صفوی)

۳۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، مقالہ سوم، روضہ دوم، ص: ۷۸

دراوقت کہ علی عادل شاہ مبلغ گرانِ محبوب مردم معتبر بشیر از فرستاد خواجہ سعد الدین عنایت بمقتضای قلم سیردانی الارض بر قامت
آن معدنِ فضل و کمال است و از راهِ دریا با جمیعتِ موثر بدار السلطنہ بیجاپور تشریف شریف ارزانی فرمود و آنچہ در تفرج کرد و معظم بلاد ہندوستان
را مانند برہان پور و اجین و آگرہ و دہلی سیر نمودہ۔ و بتاریخِ نہصد و نود و ہشت بدار السلطنہ بیجاپور آمدہ۔ از ندیمان مجلس ہمایوں در گاہِ گردید
و در اواخر سنہ الف ہجری بعنوانِ ایچی گری و ایقاعِ صلح و شکستِ قلعہ متحد نزد برہان شاہ کہ در سرحدِ عدالت پناہ اقامت داشت تشریف شریف
ارزانی فرمود۔ چون بر مسندِ منصبِ کارملکی تمکین و استقلالِ تمام بہم رسانیدہ بمقتضای دای زریں چاں مناسب دید کہ حضرت شہنشاہِ خود برداقات
کارملکی و مالی مطلع گردد۔ بتاریخِ سنہ الف در قطعہ یاقوتِ این عبارتِ نقش کرد "شاگردِ ابوابہیم عادل شاہ شاہنواز خان" و آن را نیکن انگشتی
ساخت و در آن روز خطابِ عنایت خان بخطابِ شاہنواز خان مبدل گردایند۔ در ہاں زبانِ سلطان جہاں بر زبانِ الہام بیان آورد کہ
ہمتِ پادشاہانہ مصروفِ آنست کہ منزل کہ خلد از تماشاخی آن سرافقارِ برافراز و طرح نمودہ باتمامِ رسانی خان و الامنزلتِ قصری و پیشگاہی بنا نہاد۔۔۔
..... مثنیٰ مکی بنورس بہشت۔ بتاریخِ بہست و سوم ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۰۱۱ و الف از مطلع اسید خان کیوان ایوان کوکب خطِ نزادہ سعاد
مند از جہدِ موسوم بہیرزا علار الدولہ طلوع نمود و جشنِ مالی ترتیب یافتہ و عدالتِ پناہ بہنزل بہشت آسا تشریف آوردہ و پایہ قدر و منزلتِ شاہنواز خان
باعلی ملیسن رساند۔ و مولانا ملک قمی دہلوی قصائدِ غراگند را نیدہ بہ تحسینِ شہنشاہ جم تمکینِ اختصاص یافتند۔

(کامی شیرازی، از ڈاکٹر امیر حسن عابدی۔ مجلہ علوم اسلامیہ علیگڑہ۔ جون ۱۹۶۰ء، ص: ۷۰)

شاہنواز خان کی تاریخ وفات سے متعلق معاصر تاریخین خاموش ہیں۔ کامی شیرازی کے دیوان سے ایک رباعی حاصل ہوئی ہے جس کے

تاریخ وفات کا استخراج کیا گیا ہے ۵

آن سرو کہ بود بر جہاں تو بنخش بر کند چوں صرصر اجل از بنخش

چوں سالِ دناش از فرو بستم گفت از شاہنواز خان طلبِ تاریخش

وزیر پیش بین دستور دانا دلش آئینہ احوال۔۔۔ فردا
 ”وزیر“ اور ”دستور“ دو الفاظ شاہنواز خان کی وزارت کے شاہد ہیں۔“

پناہ اہل ہنر شاہنواز خان کہ گند زراے روشن او آفتاب استمداد
 شاہنواز خان کی علم دوستی اور ارباب ہنر کی قدردانی کا اظہار اس شعر سے واضح طور پر ہوتا ہے
 خان جم رتبہ شاہنواز کہ ہست نقد شاہی از و تمام عیار
 نقد شاہی کا اشارہ بتاتا ہے کہ مالیہ و دار الضرب بھی اس کے اختیار میں تھا۔

مزید برآں ابراہیم عادل شاہ ثانی کی تحریف میں بھی قصاید ہیں اس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام
 کے نام و لقب کو لفظی اشتراک کی بناء پر کلیم نے بھی استعمال کیا ہے اور اس کے ساتھ ہی شاہنواز خان کی مدح ہونے
 سے شاہنواز خان کی شخصیت کی قطعی تصدیق ہوتی ہے اور دونوں کا تعلق معلوم ہوتا ہے۔

اے بنایت لسان کعبہ شدہ در زمان شہ خلیل الطوار
 خسرو نہ سپہر ابراہیم کار فرمائے ثابت و سیار
 پیشہ ظلم نادر نمرودے گلشن عدل آب وریا بار
 شہریارے کہ پاس گلکش را بخت نواب خاں بود بیدار
 خانہ جم رتبہ شاہنواز کہ ہست نقد شاہی از و تمام عیار

قابل غور بات یہ ہے کہ شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی کے جو تفصیلی حالات ماثرا لامراء میں درج ہیں
 اس میں کہیں بھی اس کا ذکر نہیں ہے کہ وہ شاعر یا سخن سنج و ادب تو آندا تھا۔ صمصام الدولہ شاہنواز خان کے
 الفاظ میں زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ

”ہم دلدادہ راگ و نغمہ خوانندہ و سازندہ دک او فراہم آمدہ بود در بیچ سرکارے آں وقت
 اور عہد شاہجہاں بنود“

دوسرے یہ کہ جن عمارتوں کی تیاری پر کلیم نے ایک مثنوی اور دو قصاید لکھے تھے ان کا ذکر بھی شاہنواز خان
 بن مرزا رستم صفوی کے یہاں نہیں ملتا۔

تیسرے یہ کہ کلیم کے معاصر مورخین عبد الحمید لاہوری اور محمد امین قزوینی اپنے اپنے ”پادشاہ نامہ“ میں لکھتے ہیں
 لے کلیات کلیم، ورق : ۹۳ ب

۳۱ کلیات کلیم، ورق : ۶۲ ب
 ۳۲ کلیات کلیم، ورق : ۳۹ ب

۳۳ کلیات کلیم، ورق : ۳۹ ب

۳۴ ماثرا لامراء، جلد دوم، ص : ۶۵

» از آنجا (شیراز) بہ ہند آمدہ مدتی در دکن و چندے دریں مملکت وسیع اوقات گذرانیدہ

اس سے قطعاً ثابت ہوتا ہے کہ وہ شیراز سے براہ راست وارد دکن ہوا اور حسب توقع ابراہیم عادل شاہ ثانی (متوفی ۱۰۳۰ھ) کی علم پروری اور شعر و نوازی اور شاہنواز خان شیرازی کی داد و دہش کی شہرت اسے مسحور کئے ہوئے تھی۔ عہدِ جہانگیر کے امیر شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی کا قیام بیجا پور ان سنین کے مابین کسی تاریخ سے ثابت ہونا تو درکنار اس کا اشارہ تک نہیں پایا جاتا۔ اس لئے کلیم کا اس کے یہاں مقیم ہونا بالکل بعید از قیاس ہے۔ معاصر مودھن کے علاوہ دیگر تذکرہ نگاروں نے کلیم کی وفات کے بہت دنوں بعد اس کے حالات تحریر کئے ہیں اور خود کلیم نے اپنی زندگی سے متعلق کوئی مواد نہیں چھوڑا، اس لئے تذکرہ نگار مختلف الخیال رہے اور اب تک کسی نے تحقیق کر کے حالات قلمبند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ لہذا مذکورہ بالا استدلال کی روشنی میں ہم پچھلے تذکرہ نگاروں کے بیانات کو کالعدم کر کے یہ ثابت کرنے کے موقف میں ہیں کہ کلیم کا ممدوح "پسہر مرتبہ نواب شاہنواز خان (متوفی ۱۰۲۰ھ) وزیر ابراہیم عادل شاہ ثانی تھا نہ کہ شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی امیر عہدِ جہانگیری۔ کلیم کے ورود دکن کا سنہ :-

شاہنواز خان شیرازی کی شخصیت مزید روشن ہو جائے گی جبکہ ہم کلیم کے ورود دکن کے سنہ کا تعین بھی تاریخی شواہد کی روشنی میں کر دیں گے۔ جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے کہ کلیم کو راستے میں بہت سی صعوبتیں بھیتے ہوئے منزل مقصود تک پہنچنا پڑا اور جب کلیم فلک کج رفتار کی نوازشوں، محبس کی کلفتوں سے نجات پا کر آزادی کی فضا میں سانس لینے لگا تو اس نے اپنے محسن شاہنواز خان کے آستانہ پر جبین نیاز خم کی۔ چونکہ صاحبِ سیف تو تھا نہیں اس لئے قلم ہی کا سہارا لیتا پڑا۔ ایک قصیدہ اور مثنوی ہمیں ملتے ہیں جو شاہنواز خان کی اہارت کی تعریف میں لکھے گئے تھے اور ممدوح و ممدوحہ کے تعلقات کے شاہد بھی ہیں اور کلیم کے وارد دکن ہونے کی تاریخ کا تعین بھی اسی قصیدہ اور مثنوی کے سنہ ارتقام کا پتہ لگنے پر ہو سکتا ہے شاہنواز خان ۱۰۰۳ھ سے ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مزاج دکا و دبار میں دخیل ہونے لگا تھا۔ اور منصبِ کارملکی پر فائز ہو کر ۱۰۱۰ھ میں انتہائے عروج پر پہنچ گیا تھا۔ ۱۰۱۱ھ تک تاریخ فرشتہ میں اس کے حالات ملتے ہیں۔ تاریخ فرشتہ و بیجا پور کی دیگر تواریخ سے یہ مواد ملتے ہیں کہ ابراہیم عادل شاہ ثانی نے ایک نیا شہر لبانے کا منصوبہ باندھا اور ۱۰۰۸ھ میں اس کی تعمیر و تشکیل کا کام اُس نے اپنے "وزیر پیشین" شاہنواز خان کے تفویض کیا۔ چنانچہ ۱۰۰۸ھ سے ۱۰۱۴ھ تک اس نے شہر میں عمارات کی تعمیر ہوتی رہی جس کا اظہار کلیم کے ان اشعار سے ہوتا ہے :-

۱۔ یاد شاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم ص: ۲۵۳، یاد شاہ نامہ قزوینی، ورق: ۴۷۶، ص: ۲۷۶

۲۔ تذکرۃ الملک، شیرازی، ورق: ۱۰۹، ص: ۱۰۹، بسا تین السلاطین، بہتان پنجم، ص: ۲۲۶

نتوان گفت پیش ہست او خاک وزر رایکے بود مقدار
 خاک را او با سمان برده ایں بنا شاہر ہمیں گفتار
 اس شہر کا نام ابراہیم عادل شاہ نے "نور سپور" رکھا۔ چراغوں سے جگمگاتے شہر کی منظر کشی کلیم کی مندرجہ ذیل
 رباعی میں ملتی ہے۔

شہاز چراغ و شمع در "نور سپور" ہر ذرہ زندانِ تجلی با طور
 ہر ذرہ نہ شوق ایں چراغ تابش خورشید فنیہ تا بد از رشتہ نور

شاہنواز خان نے ۱۰۰۹ھ میں "نورس بہشت" کے نام سے ایک محل تعمیر کیا۔ ۱۰۱۰ھ میں اس کے ایک لڑکا تولد
 ہوا جس کا نام علاؤ الدولہ تھا اس کے بطن پیدائش کے سلسلہ میں شاہنواز خان نے بادشاہ کی بڑے بزرگ و اہمیت سے
 فیاضی کی۔ اس موقع پر شعرائے پاکے تخت نے مہج سرائی کی۔ ظہوری نے ایک مثنوی لکھی تھی جس سے تاریخ نکلتی ہے
 اس کے چند شعر یہاں پیش کئے جاتے ہیں۔ ان سے کلیم کی تحریر کردہ مثنوی و قصیدہ کے موضوع کی مطابقت بھی برآسانی
 ہو سکے گی۔

اے بسا ہم نہادہ تو ہر کما ہر جہ ہست دادہ تو
 کردہ افسانہ سے ایں گلزار خواب ہر اتمسام باغ و بہار

صن شد بے درین مائے چند شد بہ ہر ماہ کالہ سالے چند
 شد بہ اتمام یش کہ زود انباز گشت تاریخ انتہا "آغشان" (۱۰۰۹)

اس کے سوا ظہوری کا ایک اور قصیدہ اس عبارت کی تفصیلات کا حامل ہے جس کی مطابقت تاریخ فرشتہ
 کی درج ذیل عبارت سے ہوتی ہے۔

۱۔ کلیات کلیم، ورق: ۳۸، ب

۲۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۴

۳۔ کلیات کلیم، ورق: ۳۰۹، ب

۴۔ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۴ "و بالائی ایں دروازہ عبارت آتی است مثنوی سخی نورس بہشت"

”خُورانِ بہشت و غلمان و رضوان از ہوائے آن مکان نہ بہت مرثت بیتاب و مضطر، اشعہ شمشاد
خورشید ضیا گستر و غرات شرفاٹش مطلع شمس و قمر“ ۱۵

ظہوری کے محولہ قصیدہ کے چند اشعار یہ ہیں ۱۶

”اساسِ قصرِ جنیں خواب کے تو اں اُفگند
لوئے کنگہ اش تا بنایتے برسید
شبِ سیاہ فروغِ بیاض دیوارش
چون خشتِ عرصہ او داشت رنگِ فیروزہ
بخود فروشد و صد بار وہم دور اندیش
کہ دستِ بہتِ آن صدر کاران اُفگند
کہ آسمان را از چشمِ آنسترون اُفگند
موزنان را از صبح در گمان اُفگند
فلک بہ مغلطِ خود را در اں میاں اُفگند
چو شمشادش اشعہ بر آسمان اُفگند“

صاحبِ تاریخِ فرشتہ نے جو تفصیلات عمارت شاہنوازخان کے متعلق بیان کی ہیں ۱۷ اس کا کچھ حصہ یہاں ’’لج‘‘
کیا جاتا ہے جس سے بعد ازاں کلیم کی مثنوی و قصاید سے مطابقت کی جائے گی۔

”طرحِ آن عمارت کہ مرقوم خامہ لطایف نگارگر دید، بدیں پنج است چہار دیوار دارد کہ ضلعِ اوقرب
چہار صد گز شرعی است بجانب شمال و دروازہ کشادہ می شود، یکی دروازہ ایست بغایت رفعت
و بزرگی و بجانب بازار کہ مشہور است بہ بازار شاہنوازخان بازی شود، و دروازہ دیگر واقع است
نزدیک چارسوی در بار پادشاهی و بالائی ایں دروازہ عمارتی است مٹمن مٹی بہ دونورس بہشت۔ از درو
و بیرون بوم و دیوار ہارا مطلقاً ساختہ نقاشانِ پیرو دست صورتہائی مرغوب بر آن کشیدہ اند۔ مردمیکہ
بدارالامارۃ تردد می نمایند۔ اول بہ تماشا کے اں مشغول گردیدہ۔ والہ و شیدائے صورتہائی شوند، بعدہ
بہ تکلیف درجہ طبیعت از انجا قدم پیشتر می گذارند و در وسط ختقی اں چار دیوار
عمار نیست و نہایت ارتفاع مشتمل بر ایوانِ طولانی کہ در طرفِ اں حجرہ است و ایں صفہ رو بہ شمال است
و عقبش طبعی و نہایت زیبائے و گہنی کہ عبارت از شرقی و غربی باشند نیز ابوابہا است“

کلیم نے ”نورس بہشت“ کی جو تعریف کی ہے اس میں فرشتہ کی طرح قصر کے ساتھ ایوان کی آرایش و زیبائش کا ذکر
بھی کیا ہے۔ علاوہ بریں محل کی نقاشی پر لگوں کے مسخور ہونے کا ذکر بھی کلیم کے اشعار میں موجود ہے۔ اس لئے اب کلیم کی۔

۱۵ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۷

۱۶ Zuhari - Life and Works, P. 329

۱۷ تاریخ فرشتہ، جلد دوم، ص: ۱۵۷

نہی قصری کہ گرد و نت دہد باج	سخن را بروہ تعریف بمعراج
ز انہوہ سران سجدہ پرواز	درش از نقش جبہ سینہ باز
کند تا صورت ایوان تماشا	نہادہ عرش و کرسی در تہ پا
دور از صورت نواب دوراں	بہر سوہست صد غور شید تا باں
زال کو تراست و صاف زمزم	نہم او زخم جدول راست مرہم
ز تمثال شہ و گلہاے بے خار	در ایوان بنی ابراہیم و گلزار
شہ عادل، خدیو ملک اقبال	کشادہ جبہ آتش امید رافال
خلیل آسا بنوعی بت شکستہ	کہ نظم باد تار از ہم گستہ
وزیر پیش میں دستور دانا	دلش آئینہ، احوال فردا

نورس بہشت کی تعریف میں ایک اور قصیدہ کلیات میں ملتا ہے جس کے چند اشعار پیش کئے جاتے ہیں

لے تجستہ بنائے عرش آثار	عالم فیض و مہبط انوار
کستریں صورتے ز ایوانت	نہ صدف لاہور و چرخ بکار
آسماں باہمہ بلند سے خویش	دامن رفعت تراست غبار
روستائے سیر شہر آید	گر دریں جا بہشت یابد بار
اے بنایت بساں کعبہ شدہ	در زمان شہ خلیل اطوار
خسرو نہ سپہر ابراہیم	بکار فرمائے ثابت و سیار
تواں گفت پیش ہمت او	خاک و زر را یکی بود مقدار
خاک را او پاسہ ہاں بروہ	ایں بنا شاہد ہمیں گفتار

۱۔ نواب شاہنواز خان

۲۔ کلیات کلیم، ورق : ۹۳ ب

۳۔ ظہوری کے مندرجہ ذیل شعرے مشابہت ہو رہی ہے۔ Zahari life & works P. 328

شاہ ایوان خلعت ابراہیم کعبہ چارہ رکن و ہفت اتلیم

۴۔ کلیات کلیم، ورق : ۲۹

ان اشعار کے تاریخی مواد اور دیگر شعراء کے کلام کی مطابقت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم نے شاہنواز خان کے قصر "نورس بہشت" کی تصریف مذکورہ بالا جتن تو لہر علاؤ الدولہ کے انعقاد سے قریب کے زمانہ میں کی ہے جتن کے موقع پر نہیں کیونکہ اگر وہ شاہ کی شرکت جتن کے وقت وہاں موجود ہوتا تو قصاید و مثنوی میں اس کا ذکر نہیں نہ کہیں، اشارۃً و کنایتہً ہی یہی ضرور کرتا تھا اور جب کہ دوسرے شعراء نے قصاید لکھے ہیں تو کلیم کے نہ لکھنے میں کونسا امر مانع ہو سکتا تھا بلکہ باریابی و تقرب کا یہ سب سے مناسب موقع ہوتا تھا اور کلیم اس سے استفادہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ لہذا یہ ثابت ہوتا ہے کہ کلیم ۱۰۱۰ھ اور ۱۰۱۳ھ کے درمیان دارو بیجا پور ہوا نہ کہ ۱۰۰۸ھ - ۱۰۱۰ھ کے قریب جیسا کہ "اورینٹل کالج میگزین" کے فاضل مقالہ نگار نے تحریر فرمایا ہے۔

کلیم بیجا پور میں :-

کلیم کے درود دکن وغیرہ کے سنہین و واقعات قلمبند ہو چکے ہیں اور اب یہ دیکھنا ہے کہ اس نے یہاں آنے کے بعد ابتدائی زمانہ کس طرح بسر کیا۔

کلیم نوشق و نو عمر تھا، ملک قحی، ظہوری، سحر کاشی وغیرہ کی سی نچتہ مشق ہستیوں کے آگے اس کا رنگ نہ جھٹا تھا حالات بتاتے ہیں کہ اُسے نہ دربار عادل شاہی میں بارہل سکا اور نہ شاہنواز خان سے حسبِ توقع سرپرستی ملی کیونکہ ایک قصیدہ بھی ایسا نہیں ہے جس میں اس کے نوازے جانے کا اعتراف ہو بلکہ شاہنواز خان کی مروج میں کلیم کا ایک ایسا قصیدہ نظر سے گذرا ہے جس میں ممدوح کی عدم توجہی اور اپنی در بدر کی ٹھوکریں کھانے کی توجیہ یوں کی ہے :-

مراجفائے تو زین شہر پائے رفتن داد زھید گاہت پرواز کردم از پر تیرے
اور پھر اسی قصیدہ میں ممدوح کی ہرم میں بارہا حاصل کرنے کی اجازت پورے عجز کے ساتھ مانگی ہے :-

برم پناہ ز روز سیہ بخورشیدے کنوست عالم اقبال و نجات راتویر
پہر مرتبہ نواب شہنواز کہ ہست بنو در نجات جوان دستگیر عالم پیر
بجلی کہ تو می می کشی ز بدستیت ز تاب بادہ اگر رنگ کس کند تغیر
دھم بہ ہرم وہ دآ نچہ ہست قسمت خاک بمن نشان و مرا خاک رہ گزارت گیر
ملالِ خاطر آمد بہ یاد دلس کردم کہ بہر قافیہ آمد بخاطرم دلگیر

۱ اورینٹل کالج میگزین (اگست ۱۹۵۹ء) ص: ۲۳، ۲۴ (فاضل مقالہ نگار کا ضروری بیان یہ ہے) "کلیم کے ان اشعار سے تقریباً اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اس نے شاہنواز خان کے نئے محل کی مدح میں یہ اشعار نظم کئے ہوں گے۔ ان سے یہ بھی خیال ہوتا ہے کہ کلیم اس محل کے بننے کے قریب ہی زمانے میں ہندوستان آیا ہوگا، اس خیال کی صحت میں اس کے درود بیجا پور کی تاریخ ۱۰۰۸ھ - ۱۰۱۰ھ کے قریب ہوگی۔"

۲ کلیات کلیم، ورق ۳۶، ۳۷، ۳۸

کلیم کے ممدوح شاہنواز خان شیرازی کا انتقال (دس سو بیس) ۱۰۲۰ء میں ہو گیا اور کلیم بے سہارا ہو گیا۔ کسی زمانے میں یعنی ۱۰۲۰ء میں سلطان محمد قلی قطب شاہ کا انتقال ہوا چونکہ سلطان مرحوم لاؤ لد فوت ہوا تھا اس لئے اس کا بھتیجہ سلطان محمد قطب شاہ سربراہ کے سلطنت گو لکنڈہ ہوا۔ قلی قطب شاہ کے عہد کے ایک مدبر امیر میر جملہ شہرستانی متخلص بہ روح الامین کی طبیعت محمد قطب شاہ سے میل نہ کھا سکی اور وہ بیجا پور چلا آیا۔ "ماثر الامراء" کے اس جملہ سے ثبوت بہم پہنچتا ہے۔

"میرازہ گو لکنڈہ بہ بیجا پور پیوست، با عادل شاہ نیز صحبت او در گرفت"

میر جملہ شہرستانی تقریباً ۱۰۲۱ء اور ۱۰۲۲ء کے درمیانی عرصہ میں دربار عادل شاہی میں حاضر ہوا۔ اس وقت ابراہیم عادل شاہ ثانی برسر حکومت تھا۔ ظاہر ہے کہ محمد امین میر جملہ شہرستانی دربار قطب شاہی سے راندہ درگاہ ہو کر نکلا تھا اس لئے اس کو وہاں بار نہ مل سکا اور وہ نا اُمید ہو کر ایران چلا گیا۔ گمان غالب یہ ہے کہ بیجا پور میں کلیم کی ملاقات میر جملہ سے ہوئی ہوگی اور اگر میر جملہ کا ساخن نواز دربار عادل شاہی میں بار پالیتا تو کلیم کو اس کس میر سی کے عالم میں نہ ایران لوٹنے کی ضرورت پیش آتی اور نہ دکن میں بے یار و مددگار رہنا پڑتا۔

میر جملہ شہرستانی کی کلیم سے اس ملاقات کے بارے میں "کلیم کی ہندوستان میں آمد" کے فاضل مقالہ نگار نے ایک بیا خیال پیش کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ میر جملہ شہرستانی سے کلیم گو لکنڈہ میں ملا تھا اور میر جملہ کے خوان احسان سے بہرہ یاب ہوا تھا۔

"در اصل کلیم اپنے سفر اول میں میرزا محمد امین روح الامین سے گو لکنڈہ میں ملا ہے اس قیاس کی وجہ یہ ہیں۔ کلیم کے دوست ناظم تبریزی نے "نظم گزیدہ" میں لکھا ہے کہ شاہنواز خان کے مرنے کے بعد میرزا محمد امین شہرستانی سے کلیم گو لکنڈہ میں ملا تھا۔ خارجی اور داخلی شہادتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ میرزا کے مذکور ۱۰۲۱ء میں گو لکنڈہ سے نکل کر بیجا پور آیا۔ یہاں کچھ دنوں رہ مگر مستقل طور پر قیام کی صورت غالباً نہ نکلی اس بنا پر وہ اصفہان چلا آیا یہاں شاہ عباس صفوی کے ۲۸ ویں سال جلوس یعنی ۱۰۲۳ء میں دربار شاہی میں باریابی ہوئی..... ۱۰۲۷ء میں دربار جہانگیری میں باریاب ہوا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اگر سفر اول میں کلیم میر جملہ سے ملا تو ۱۰۲۰ء کے قبل گو لکنڈہ میں ملا ہو گا۔ موصوف کا ناخذ صاحب نظم گزیدہ کا یہ بیان ہے۔

”در خدمت شاہنواز خان نشو و نمایاں شد، بعد از وفات شاہنواز خان منظور نظر تربیت میرزا محمد

این شہرستانی کہ در گلکندہ میر جملہ بود، گشتہ

مذکورہ عبارت سے کہیں یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ کلیم سفرِ اول میں میر جملہ سے گوگلکندہ میں ۱۰۲۰ء سے قبل ملا تھا۔ ماسم
تربیتی کی مراد سفرِ دوم سے بھی ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں جو بیان ہے وہ بصرِ امت سے نہیں ہے ممکن ہے کہ مولف نے
دو ممدوحین کا ذکر تقدیم و تاخیر کے لحاظ سے کیا ہو۔

خلاصہ یہ کہ فاضل مقالہ نگار کے بیان کی تردید کے لئے ہمارے پاس دو وجہ ہیں۔

- ۱۔ تاریخی شواہد سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ شاہنواز خان کا انتقال ۱۰۲۰ء میں ہوا۔ اس وقت تک تو کلیم اس کے
وابستہ رہا اس کے فوراً بعد یعنی ۱۰۲۱ء میں میرزا امین میر جملہ شہرستانی خود گوگلکندہ سے دستار و آبرو سنبھالتا ہوا عادل
شاہی دربار میں حاضر ہوا۔ اس وقت خود اس کو ایک سہارے کی ضرورت تھی وہ کیسے کلیم کو سہار سکتا تھا۔ اور ۱۰۲۰ء کے بعد
اتحاد وقت ہی نہیں رہا تھا کہ گوگلکندہ جاتا۔ اغلب ہے کہ کلیم کی میر جملہ سے ملاقات اس دوران میں ہوئی ہوگی نہ کہ گوگلکندہ میں
۲۔ دوسرے یہ کہ جب کلیم بیجا پور میں رہ کر شاہنواز خان کے ساتھ ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مدح کر سکتا تھا تو پھر
یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ گوگلکندہ میں نہ کہ اس کا قلم اپنے دلی نعمت کی تعریف کے ساتھ ساتھ قلی قطب شاہ کی مدح سے کیوں
مگریزاں رہا۔ کلیم کا کلیات قلی قطب شاہ کے نام سے یکسر خالی ہے۔ لہذا مندرجہ و لائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ
کلیم محمد امین میر جملہ شہرستانی سے صرف اس کے قیام بیجا پور کے وقت ۱۰۲۱ء اور ۱۰۲۲ء کے درمیان ملا تھا نہ تو تاریخ
سے اس کے قیام گوگلکندہ کا ثبوت ملتا ہے نہ خود اس کے کلام سے۔

میر جملہ کے سے مدبر و شاعر کا حشر کلیم کے سامنے تھا اور ویسے بھی دربارِ عادل شاہی کا ایک ایک اثر و حرکت
کرتا جا رہا تھا اور بہت ممکن تھا کہ ان کی رفاقت و شفقت کے لئے مستقبل میں باعثِ تقویت ثابت ہوتی۔ ۱۰۲۱ء میں
سجڑ کاشی نے اس دارِ فانی سے کوچ کیا۔ ۱۰۲۵ء میں چند ماہ کے وقفہ سے ظہوری و ملک قمی نے وفات پائی۔ ملک قمی کی وفات
کا مستند ثبوت خود کلیم کی اس بیت سے ملتا ہے۔

بجستم سالِ تاریخش ز ایام بجفتا ”اوسر اہل سخن بود“ ۱۰۲۵ء

ان سانحوں کے علاوہ جیسے جیسے دن گزرتے جا رہے تھے، عادل شاہی و قطب شاہی سلطنتیں، مغلیہ حکمرانوں کے

آئے دن کے جہازوں کی زد میں آرہی تھیں۔ گو ملک عنبر کا سا جرنیل پشت پناہی کر رہا تھا تاہم اُسے بھی ۲۶ اپریل میں شہزادہ غم کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے اور اس کا اثر عادل شاہی قطب شاہی اور نام نہاد نظام شاہی سلاطین پر خراج کی شکل میں ظاہر ہوا۔ قدرتی طور پر انتشار کے تانے میں نغمہ و سرور بھی اطمینان قلب کا باعث نہیں ہو سکتے تھے۔ کلیم کی "آوارہ گردی" بڑھی گئی چنانچہ وہ خود کہتا ہے :-

آوارہ گئی کلیم غواہم کز ہند توں باصفہان رشت
کلیم کی مراجعت عراق :-

جب ہر طرف سے توقع اٹھ گئی تو کلیم کو یاد وطن ستلنے لگی اس کے دوشعر سے جذبات کی ترجمانی ہوتی ہے
جنوں خواہد بیاباں سنگی طغلاں ہم ہوں ناز مرالے بخت یارے کن بمیدان صفا ہاں برائے
کلیم اندر غریب آزمودی قیمت خود را کنوں بہت ہرزائیں زیرہ را دیگہ بکراں ہر
اور عراق کو مراجعت کی توجیہ کلیم نے "آہنگ حجاز" کہہ کر کی ہے :-

کلیم از ہند اگر دوستان رفتن می زندایدل ندانی خارج آہنگش کہ آہنگ حجاز است این
تیس کہتا ہے کہ وہ حاجیوں کے قافلہ کے ساتھ ہی رمضان یا شوال ۱۰۲۸ء میں بیجا پور سے اپنے وطن کی طرف کوچ کیا ہوگا۔ اس مراجعت کی تاریخ اس قطعہ میں نکالی ہے :-

طالب ز ہوا پرستی ہند برگشت دسوی مطالب آمد
تاریخ توجہ سرعرا نشین "توفیق رنیتق طالب آمد" (۱۰۲۸)
کلیم حالات سے مجبور ہو کر ہندوستان سے نکل تو پڑا مگر حسرتوں کا پشتار لئے ہوئے تھا اور بچھتا رہا
تھا۔ غالباً راستے ہی میں اُسے ہندوستان چھوڑنے پر افسوس ہوا اور اس نے موثر غزل لکھی جس کے ہر شعر سے حسرت
ٹپکتی ہے اور جو اس کے جذبات کی عکاسی کرتی ہے :-

بہر منزل فزوں دیدم ز ہجران زار دل را خوشحال جس فہیدہ است آرام منزل را
ز شوق ہندواں سان چشم حسرت بر قفا دارم کہ روہم گبرہ آرام نمی بینم مقابل را
چمن را بچہ نشگفتہ بسیار است می ترسم کہ در گلزار ایراں ہم نہ بینم شادواں دل را
ایر ہندم و ذیں رفتن بجایا پیشیا نم گجا خواہد رساندن پر فغانی مرغ بسمل را

اگرچہ ہند گردابست اماں از دی نمی خواہم
 نگیرد دست استغنائی من دامن ساحل را
 بایران می رود اماں کلیم از شوق ہما ہاں
 بہ پایے دیگراں ہچو جس طے کردہ منزل را
 کلیم دو سال تک ایران میں رہا۔ صاحب نظم گزیدہ کا بیان ہے۔

دوسرے ہزار و بیست و ہشت بہ عراق معاودت نمود و دراصفہان فقیر یہ ملاقات ایشاں
 رسیدہ وقت دو سال برفاقت و مصاحبت ایں فقیر قناعت می نمود تا آن کہ دوسرے ہزار و سی آں متوجہ
 ہند و بندہ متوجہ مکہ شد۔

یہ شاہ عباس صفوی کا زمانہ تھا۔ میر جملہ شہرستانی کے سے مدبرا صاحب سخن و منسلک کے حامل شخص کی دہاں خاطر خواہ
 قدر نہ ہو سکی تو کلیم کس شمار میں تھا۔ دو سال گوشہ قناعت میں گزار کر پھر وہ ہندوستان لوٹ آیا۔ قرآن سے یہ پتہ چلتا ہے
 کہ اس کے حالات میں کوئی تغیر نہ ہوا اور جب اس نے اپنی زندگی میں کوئی خوشگوار تبدیلی محسوس نہ کی اور پھر ہندوستان کی
 یاد دہانی لگی تو وہ دوبارہ غالباً تری راستے سے ہندوستان لوٹ آیا اور اس کے مسافر دران ساری سرگرمیوں کی تفسیر اس سفر
 میں ملتی ہے۔

در خاک وطن تخم مرادی نشود سبز
 یہودہ کلیم ایں ہمہ سرگرم سفر نیست
 کلیم کی بازگشت بہ ہندوستان :-

تمام ماخذ اس پر اتفاق کرتے ہیں کہ ۱۰۳۰ء میں کلیم دوبارہ ہندوستان آیا اور وہ سیدھا شاہان مغلیہ کے دربار میں
 رسائی کی غرض سے وارد آگرہ ہوا۔ اس زمانہ میں میر جملہ شہرستانی آگرہ میں مقیم تھا اور اس کی کلیم سے ۱۰۲۱ء اور ۱۰۲۲ء
 کے درمیان ورود و بجا پید کے زمانے میں ملاقات ہوئی ہوگی اور اسی تعارف اور جذبہ ہم وطنی و علم دوستی نے کلیم کو مربوط
 ہونے کے مواقع بہم پہنچائے ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ کلیم بھی اس وقت تک منجھ کر نچتہ کار ہو چکا ہوگا۔ لہذا آگرہ آنے کے بعد
 میر جملہ کی سی سخن نواز شخصیت نے اس کو ہمارا دیا اور وہ شاہجہان کے تخت نشین ہونے تک اسی کی سرپرستی میں اپنے فن کو ترقی
 دیا اور کیونکہ اگر وہ دوبارہ جہانگیری میں بارپانے کی سعی کرتا اور خواہ وہ لاحق ہی ہوتی تب بھی شہنشاہ جہانگیری کی مدح میں

۲ نظم گزیدہ، ورق :

۱ کلیات کلیم، ورق : ۱۲۲

۳ مآثر الامراء جلد سوم، ص : ۲۱۵

۴ کلیات کلیم، ورق : ۱۶۰ اب

۵ خزانہ عامرہ، ص : ۲۹۱ Calcutta India office press, 1755, Vol. II, Col. 728

۶ شعر العجم، جلد سوم، ص : ۲۰۶

لکھے ہوئے قصیدے، قطعات وغیرہ ضرور اس کے کلیات میں دستیاب ہوتے، چونکہ اس قسم کا کوئی ریکارڈ ہمیں نہیں ملتا اور صرف شاہجہان کی مدح ہر جگہ نظر آتی ہے اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ ۱۰۳۰ء اور ۱۰۳۷ء کے درمیانی عرصہ میں کلیم نے بجز میر جملہ شہرستانی کے کسی اور کا دامن نہیں چھوا۔

ان ۷، ۶ سال کے دوران میں کسی وقت اگرہ میں کھجلی کی وبا پھوٹ پڑی تھی اور خود کلیم اس میں مبتلا تھا۔ اس وقت اس نے "درایام جرب" کے عنوان سے ایک قصیدہ لکھا تھا اس کی ایک بیت میں محمد امین شہرستانی متخلص بہ روح الایمن کا ذکر کیا ہے۔

محیط علم، محمد امین کہ پیوستہ فلک بہ گردش گرد و چو دورہ دامن
ایک قصیدہ "تہنیت عمید" کے موقع پر میر جملہ شہرستانی کی مدح میں تحریر کیا تھا جس کے چند شعر یہ ہیں۔
قدسیان گردن دمشق نام آں فرخندہ فال شکی لون بر لوح گردوں بنگر اینک از ہلال
پادشاہ کشور دانشوری روح الایمن آں کہ از ضبطش مزاج دہر دارد اعتدال
چوں بہ بوم دست ز پاش ترا در روز عید می شود زرین لبم زین فیض مانند ہلال
ان قصاید کے سوا کلیم نے اپنی دو غزلوں کے منظموں میں بھی روح الایمن کی عظمتوں کو اجاگر کیا ہے۔
ہر کہ بر روح الایمن شعر نخواست کلیم کہ ہمہ روح ایمن است سخداں نہ شود نہ
عزالت گوش زر روح این گشت کلیم یں بود گر سر تحین طپیدن داری گے

شہنشاہ جہانگیر کا بروز یکشنبہ ۲۸ صفر ۱۰۳۷ء انتقال ہوا۔ شہزادہ شاہجہان کے خسر آصف خان نے اپنے داماد کے لیے راستہ صاف کر دیا تھا چنانچہ روز یکشنبہ ۲۲ جمادی الاول ۱۰۳۷ء شاہجہان کی بادشاہی کا اعلان کر دیا گیا جب آصف جاہ اور شاہزادگان و اہل تبار نے شاہجہان کے دکن سے براہ حجرات دار الخلافہ آنے کی اطلاع پائی تو استقبال کے لیے غزہ رجب ۱۰۳۷ء دار السلطنت لاہور سے آگرہ روانہ ہوئے تھے۔ کلیات کلیم میں اس روانگی کے وقت کا تحریر شدہ قطعہ موجود ہے۔ گمان غالب ہے کہ یہ پہلا قطعہ تھا جو کلیم نے آصف جاہ کی مدح میں سپرد قلم کیا تھا اور اسی امید پر کہ آصف جاہ کے ذریعہ دربار میں رسائی ممکن ہوگی۔ اس قطعہ کا مقطعہ یہ ہے۔ گفتند "بہ صحت و سلامت" (۱۰۳۷ء)

۱۔ کلیات کلیم، ورق ۳۳ ب

۲۔ " " " " ۱۹۴ ب

۳۔ " " " " ۲۹۷ ل

۴۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص ۷۹

۵۔ کلیات کلیم، ورق ۶۸ ب

دربار شاہجہان سے کلیم کی وابستگی

اور

اس کی شاعری کا عروج

۸۔ رجمادی ۱۰۳۷ھ میں شہزادہ خرم شاہ ابوالدین محمد شاہجہاں صاحب قرآن ثانی کے لقب سے سرکارِ سلطنت ہوا اور تاج پوشی کی رسم ادا کی گئی۔ ابوطالب کلیم ہمدانی میر جملہ شہرستانی کی سرپرستی میں اپنے فن کو ارتقائی منازل پر پہنچا رہا تھا۔ اور اب اس کی دیرینہ تمناؤں کی تکمیل کا وقت آپہنچا تھا کیونکہ وہ کہنے مشق ہو چکا تھا۔ آداب شاہانہ زندگی کے نشیب و فراز سے واقفیت ہو چکی تھی، چنانچہ آستانِ معلیٰ کی جبین سائی کے لئے دربار شاہجہانی میں حاضر ہوا۔ اس کی آمد دربار کی توثیق عبدالحمید لاہوری کے ان جملوں سے ہوتی ہے :-

”اما چون طنطنہ اورنگ آرائی حضرت شاہنشاہی (شاہجہان) گوش جہانیاں برافروخت و ہمگی ہمنوران
اقالیم سب سے روی امید بدین درگاہ کہ کعبہ آمال آرزو مندان است نہادند کلیم) آستانِ معلیٰ رسید۔
در زمرہ بندگان درآمد و بگذارش محامد و نگارش مفاخر اس والادولت، ابد مدت دامن آرزو گرانبارے
روائے گردانند“

اکبر و جہانگیر کے عہد میں شاہنشاہ مجبور کہ سے اپنی رعایا کو درشن دیتے تھے اور اس موقع پر حاضرین کے لئے شامیانہ ایسا دہ کیا جاتا تھا۔ شاہجہاں نے تخت نشین ہونے کے فوراً بعد حکم دیا کہ وہاں شامیانے کی بجائے ایک عمارت تعمیر کی جائے چنانچہ ۳۰ گز طول اور ۲۲ گز عرض کا ”ایوان پیش مجبور کہ شاہی“ ۲۵ رذی الحجہ ۱۰۳۷ھ کو مکمل ہوا۔ کلیم نے اس ایوان کی تحریریں میں یہ رباعی لکھی اور صلے سے سرفراز ہوا ہے

کلیم نے رجب ۱۰۳۷ء میں یہاں قطعہ حضور آصف جاہ میں گزارنا تھا اور اس کی دوسری رُباعی معاہدہ تاریخ میں رُج
 ہے جو ذی الحجہ میں تعمیر ہونے والی عمارت کے سلسلہ میں لکھی گئی تھی لہذا اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ۴، ۵۔ پہلے کے عرصہ میں
 کلیم کو دوبارہ میں رُسوخ حاصل ہو گیا تھا۔

۱۰۳۷ء کے اختتام تک شاہجہان کی تخت نشینی کی خبر چاروں طرف پہنچ چکی تھی اور چونکہ ابھی بادشاہ دارالسلطنت کے امور داخلہ میں مصروف تھا اس لیے شمال مغربی سرحد کے سرکش سرداروں نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنی سرحدوں سے قریب کے علاقوں کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ چنانچہ نذر محمد خان والی بلتانے تسخیر کابل کی جدات کی اور اس کی سرکوبی کے لیے شاہجہان نے فوجیں روانہ کیں۔ چنانچہ محرم ۱۰۳۸ء کو لشکر خان کی سرکردگی میں لشکر شاہی کابل میں داخل ہوا۔ افواج کی روانگی کے وقت کلیم نے ایک قطعہ لکھا۔ پادشاہ نامہ لاہوری اور عمل صالح کنبوہ میں صرف "لشکر فتح" درج ہے۔ اشعار نہیں لکھے ہیں مگر دیوان میں یہ پورا قطعہ رقم ہے جس کی آخری بیت سے اس کی وجہ تحریر کی تصدیق ہوتی ہے اور لشکر خان کے نام کی مناسبت لفظی بھی پائی جاتی ہے۔ ۵

ساج اقبال را نهاده بر آن که تاریخ یافت "شکر فستح" (۱۰۳۸)

معاصر تاریخ پادشاہ نامہ لاہوری و عمل صالح سنہ وار مرقوم ہیں۔ اس کے سنہ ۱۰۳۸ھ کے وقایع میں درج ہے کہ ایک سوداگر خواجہ نظام عرصہ سے سُرخنیاں بایل سفید رنگ کے ایک ہاتھی کی پرورش کر رہا تھا کیونکہ اس رنگ کے ہاتھی کیا بھرتے ہیں۔ جب وہ بڑا ہوا تو خواجہ نظام نے اس کو حضور شاہ میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی، اس موقع پر ابوطالب کلیم نے یہ رباعی سپرد قلم کی اور صلیبہ ثانیہ "حاصل کیا سے"

بر فیل سفیدت که بمینا دگزند
پس شاه جهان برو برآمد گوی
شد بخت بلند او دیده نگند
خورشید شد از سپیده صبح بلند

یادشادنامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۲۲۳، عمل صالح، جلد اول، ص: ۳۱۲

۲۵ " " " " ص : ۲۱۵ (طالب کلیم تاریخ نصرت افواج نصرت امتزاج بہاوش اور یکجہ "شکریہ" یافت)

۵۳ عمل صالح، جداول، ص ۳۰۲

۴ کلیاتِ کلیم : ورق : ۵۹ پ

۵۷ یادشاہنامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۲۶۸۔ عمل صالح، جلد اول، ص ۳۴۳

کلیاتِ کلیم کے ایک قطعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ جب لشکر شاہی نذر محمد خان کی سرکوبی کر کے منظرِ منصور پائے
تحت پہنچا تو کلیم نے یہ قطعہ تاریخی لکھا تھا۔ پادشاہ نامہ وغیرہ میں اس کا ذکر نہیں ہے مگر ڈینسن راس (D. Ross)
نے کتب خانہ ہائیک پور کے کٹلاگ میں اس قطعہ کا عنوان "تاریخِ برگشتن لشکر از کابل" دیا ہے۔ اور مقطع سے ۱۰۳۹
لکھا ہے اس لئے اس حوالہ کے ذریعہ اس امر کی توثیق ہوتی ہے کہ کلیم نے اس موقع پر بھی قطعہ تاریخی سپرد قلم کیا تھا جس
چیدہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔

ثانی صاحب قرآن کز ہستیت	فتنہ از سرحدِ امکان بازگشت
دشمنت در گوشہ از مملکت	گرچہ جمع آمد پریشان بازگشت
مگر بادلِ تاخت آخر بخت اُرد	رزم جو آمد گر میزان بازگشت
غنیچہ از گلشنِ کابل پنجید	باری پُر خارِ حیران بازگشت
رایتِ اقبالِ شان انگند و گفت	"دیوانِ ملک سلیمان بازگشت" (۱۰۳۹ء)

سپہ سالار خان جہاں لودی، نظام شاہی سلطنت کی سرکوبی میں جہانگیر کے عہد سے مشغول تھا لیکن شاہجہان
کے ابتدائی زمانہ سے بغاوت کا خیال اس کے سر میں سما گیا تھا چنانچہ ۱۰۳۹ء میں خانِ جہان کے خلاف فوج کشی ہو رہی تھی اور
دریاخانہ و "پیرا" یعنی خانِ جہان مختلف مقامات پر پناہ لیتے پھر رہے تھے اور شاہی افواج اس کے تعقب میں مصروف تھیں
خواجہ ابوالحسن کی سرکردگی میں جنگ ہوئی اور آخر کار ۱۰۴۰ء میں دریاخانہ قتل ہوا۔ اس کے بعد خانِ جہان کو قتل کر کے
دونوں باغیوں کے سر کے بعد دیگرے "خواجہ کارگار" نے "بارگاہِ گردوں جاہ" میں پیش کئے۔ اسی وقت کلیم نے ایک
رباعی تحریر کی جس میں دریا و جناب کی رعایت لفظی ہے۔ عبدالحمید لاہوری نے اس کی وجہ تحریر کو ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

۱۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۸

۲۔ Catal. Bankipore Lib. Pers. MSS. Vol. III. P. 97.

۳۔ کلیاتِ کلیم، ورق: ۶۸ "تاریخِ برگشتن از کابل" دیوانِ ملک سلیمان بازگشت ۱۰۳۹ء

۴۔ ماثرا الامراء جلد اول، ص: ۶۱۷ "خانِ جہاں لودی سپہ سردارِ خانِ لودی شاہِ ہندوستان۔ پیرخان نام داشت در سنہ ۱۰۱۸ء

خانِ جہان را بادوازہ ہزار سوار ہزار ضمیمہ عساکر منصورہ ساختند۔ خانِ جہاں چندی در لاجپی دوم آسایش گزشتہ از را و برابر بولایت نظام شاہیہ
دنامد۔ در ۱۰۴۰ء بزخم تیر زیادہ صدمہ نگریزین انتہا د و عبداللہ خان زخمی سپہ را و را بخنور ارسال داشت"

۵۔ پادشاہ نامہ لاہوری۔ جلد اول، حصہ اول، ص: ۲۷۱

(خواجہ کارگار سرہانی آدنگو نسا راں بہ بارگاہِ گردوں جاہ آورد)

”طالبی کلیم ای رباعی درافسون شعلہ حیات دریا و فرو نشتن حباب زندگانی پیرا منظوم سائنسہ، بمساج
بشایر مجامع رسانید و بصلہ گرامی دامن امیدش گرانبار گردید۔“

ایں شردہ فتح از پئے ہم نہ یسا بود ایں کینت مدبالا چہ نشاط افزا بود
از رفتن ”دریا“ سر ”پیرا“ ہم رفت گویا سر را کہ حبابِ ایں مدیا بود

۱۰۴۰ء سے جلوس شاہجہانی کا چوتھا سال شروع ہوا۔ یہ سال کئی اعتبار سے مغل سلطنت کے لئے تشویشناک تھا۔

- ۱۔ خان جہان لودی کی بغاوت زور پکڑ چکی تھی جس کو شہنشاہ نے خود فرد کیا تھا اس کا ذکر ماقبل چند سطور کیا گیا ہے۔
- ۲۔ بلاد کن دگجرات میں اساک باران کی وجہ سے ایک ہلاکت آفرین قحط پڑا تھا۔

۳۔ مرتضیٰ نظام شاہ والی احمد نگر (متوفی ۱۰۴۰ء) نے خان جہان لودی کو پناہ دی تھی اور یہ حرکت ایک قسم کا اعلانِ بغاوت تھی اور ابھی مغلیہ افواج اس کو کیفر کردار تک پہنچانے کا منصوبہ باندھ ہی رہی تھیں کہ فتح خان پسر ملک غنبر نے اس کو قتل کر دیا۔ والی احمد نگر کے انجام اور قحط کی تفصیلات کو کلیم نے ایک مثنوی میں بیان کیا ہے۔ یہ مثنوی (۱۶۰) اشعار پر مشتمل ہے۔ مثنوی کی ابتداء یوں ہوئی ہے۔

چو اتہال از نظام الملک برگشت بکشت بختِ اوشبم شرر گشت
نظام الملک چوں از بختِ ناساز نمی شد ز آستانِ بوسی سرافراز
عقابِ قہر شاہِ جبرج اورنگ تبارِ ملکِ اودا کرد آہنگ

صاحبِ عمل صالح نے مثنوی کے چند اشعار قحط کی تفصیلات کے ساتھ اس طرح درج کئے ہیں۔

”چنانچہ میزبانِ تہی چشمانِ مایہ کلام ابوطالب کلیم دریں باب می گوید۔“

نشان از ابرو باران آں چنان رفت کہ گفתי برجِ آبی ز آسمان رفت
ز تنگیِ گرفتیر و گر غنی بود بخوانِ رزقِ او غم خوردنی بود
نظرِ باقر صبر را کردہ تا راج بنانِ شبِ فلک ہم گشتہ محتاج

مذکورہ بالا مثنوی کو سپردِ قلم کرنے کا ذکر ابوطالب کلیم نے مثنوی ”شاہنامہ“ میں مندرجہ ذیل اشعار میں کیا ہے۔

۱۔ یاد شاہ نام لاہوری، جلد اول، ص: ۳۵۲۔ عمل صالح، جلد اول، ص: ۲۰۹

۲۔ حدیثۃ العالم، جلد اول، ص: ۳۳۹

۳۔ کلیاتِ کلیم، درق: ۸۳، ج: ۱

۴۔ عمل صالح، جلد اول، ص: ۲۱۸

ولی مائی آخر ازیں خاکسار نہ شہنامہ غم ناستہ یا دنگار
دو آں عہدِ غم پر در جان گسل کہ بدسل بھری ہزار و چہسل
ہو توصیف خشکی و قحط و و با یکی مثنوی کلک دستاں سلا

۴۔ ۱۰۴۰ ہر کاچو تھا المناک واقعہ ممتاز محل کی رحلت تھا۔ ۱۰۴۰ء کو ملکہ دقت نے اس دار
فانی سے کوچ کیا اور شاہجہان پر مصیبت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ کلیم نے جس قطعہ میں تاریخِ وفات کہی ہے اس کا
مدرقہ تاریخِ نبی ہے ہے "صبح دم زین الم نئی خستہ شد" (۱۰۴۰ء)

چونکہ بادشاہ کے لیے یہ سانحہ عظیم تھا معلوم ہوتا ہے کہ کلیم بھی بے حد متاثر ہوا اور ایک رباعی بھی اس کے
قلم سے تراوش پائی جو مثنوی و مثنوی خوبوں کے اعتبار سے قطعہ سے بہتر ہے

از حق چوندا شنیدہ مست از محل زود از ہمگی بریدہ مست از محل
رضوان در خلد بہر تار بخش "فردوس محل گزیدہ مست از محل" (۱۰۴۰ء)

ممتاز محل کی تجسیر و تکفین کے بعد اس کے عارضی روضہ کے اطراف شاہجہان نے ۵ لاکھ کے عرقہ سے کئی مہمان
خانے اور دلکش ایوان تعمیر کروائے جن میں سے دو کے متعلق کلیم نے مثنویاں لکھی تھیں جن کے مقطعہ تاریخ سے مزید
ترتیب ہوتی ہے۔

طاق ایوان بادشاہ جہان "باو محراب انجم و افلاک" (۱۰۴۰ء)
چنین گفت طبع حقایق شناس "سعادت سرائی ہمایوں اسائن" (۱۰۴۰ء)

۵۔ آئین محمد جان قدسی ہندوستان آیا اور دربار شاہجہانی میں بار پانے کے لیے اسے بہت دنوں انتظار
نہ کرنا پڑا۔ اس نے ایک شاندار قصیدہ حضور شاہ میں گزرا نا جس کے جملہ میں بادشاہ نے خلعت اور دو ہزار روپے
انعام عطا کیا۔

۱۔ شاہنامہ کلیم، ورق: ۱۱۴ ۲۔ کلیات کلیم، ورق: ۶۱

۳۔ عمل صالح، جلد اول، ص: ۳۵۲ "وہر یک جانبش مسجدی رفیع بنید و بجانب دیگر قریبہ آل مہمان خانہ عالی نفسا

والہر انش مجرہ ہمایوں لائے دلکش و سر ہائے قرح اخرا بنیاد پر ہر ذمہ"

۴۔ کلیات کلیم، ورق: ۱

۵۔ " " " " " "

۶۔ عمل صالح، جلد اول، ص: ۳۵۲

قدسی پایہ کا شاعر تھا مگر چونکہ بقول صاحب عمل صالح اس وقت تک کلیم ملک الشعراء ہو چکا تھا۔ بنا بریں قدسی کے لئے موقع نہ تھا کہ وہ اس مرتبہ کو پہنچ سکے۔

” بہ تحریک بخت کار فرما چوں گفتارش ہوش فریب و دلاویز و طبعش معنی رس و فیض آمیز بود بخطاب
ملک الشعرائی اقتیازیافت اگرچہ استحقاق آن منصب جلیل القدر حاجی محمد جان قدسی داشت اما ازیں
رو کہ پیش از رسیدن حاجی اوباس خطاب سرافرازی یافتہ بود و تا دم آخر برو بحال ماند و تغیری
راہ نیافت“

کلیم کا ملک الشعراء ہونا تمام اسناد کے نزدیک مسلم ہے اور محمد صالح کنبوہ معاصر مورخ ہونے کی وجہ سے زیادہ مستند ہے اور وہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ قدسی کو اس شرف کا زیادہ مستوجب سمجھتے ہیں لیکن اس سے حقائق نہیں بدل سکتے محمد صالح کی اس خواہش کو تاخرین لے اڑے اور بعضوں نے قدسی کو ملک الشعراء لکھ دیا۔ حالانکہ محمد صالح نے صاف لکھا ہے کہ کلیم آخر وقت تک اس منصب پر فائز رہا اور تاریخ و تذکرے شاہد ہیں کہ قدسی نے ۱۰۵۶ء میں انتقال کیا لہذا وہ ملک الشعراء نہ ہو سکا یہ صرف چند تذکرہ نگاروں کا قیاس ہے۔

۱۰۴۱ء جلوس شاہجہانی کا یہ پانچواں سال تھا اور کلیم اتنے عرصہ تک ۶ قطعے، ۳ رباعیاں، ایک مثنوی نظم کر چکا تھا آصف خان خسر شاہجہان کا دامن تھامے ہوئے وہ دربار شاہی میں داخل ہوا تھا اور ہر موقع پر اس کے خامہ گوہر بارے اشعار تراوش ہوتے رہتے تھے وہ اپنے ماحول سے باخبر رہتا تھا ہر فتح پر اظہار مسرت، دشمن کی موت پر فی البدیہہ مبارکباد ہر وقت اس کے پیش نظر رہتی تھی اس کی شاعری مزاج نا آشنا نہیں تھی۔ اور ۱۰۴۰ء میں آصف جاہ کی بالاکھاٹ کی مہم پر روانگی کے وقت بھی کلیم نے تاریخی قطعہ لکھا تھا۔ اس کے علاوہ بعض تذکروں سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جب قیصر روم نے شاہجہان کو تہنیت نامہ تخت نشینی روانہ کیا تو ساتھ ہی اس کے لقب پر اعتراض کیا کہ وہ تو صرف ہندوستان کا پادشاہ ہے شاہجہان کا لقب کیسے لکھنا چاہیے۔ آصف جاہ سے اس کے جواب کے سلسلے میں صرف گفتگو تھا کہ کلیم کو اطلاع ہوئی اور اسی وقت اس نے ایک قصیدہ نظم کیا جس کے ایک شعر سے شاہجہان کے لقب کی توجیہ ہوتی ہے۔

ہند و جہان ز روی عدد ہر دو چوں یکست
شہ را خطاب شاہجہانی مبرہن است

شاہجہان نے یہ بیت جواب میں لکھ بھیجا اور کلیم کو زریں تلویا اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ جلوس سے قریب ہی کا ہو گا۔ ایک توہمین الدولہ آصف جاہ کی حمایت دوسرے خود اس کے ذاتی کمالات کی وجہ سے قیاس کہتا ہے کہ ۱۰۴۱ء

تمک اُسے ملک الشعرائی کا خطاب مل گیا ہوگا۔

۱۰۳۲ء کی ابتداء میں شاہجہان نے شکار سے فارغ ہو کر برہان پور سے اکبر آباد مراجعت کی۔ اس موقع پر سلیم نے ایک

قطعہ پیش کیا جس کی آخری بیت سے تاریخ کا استخراج کیا ہے۔

"باز آمدن به مرکز خود (۱۹۴۲) تاریخ سعادت ورود است^۲

غزو شعبان ۱۰۴۲ ہر شہزادہ واداشکوہ کی شادی اس کی بہت عم شہزادہ پروین کی لڑکی سے ہوئی اور اکثر شعراء

نے قصیدے لکھے، اماونہیں کہیں، کلیم نے بھی ایک قطعہ میں تاریخ کہی، جس کا مقطع یہ ہے۔

خود بہر تار یخ تزیین گفست "قرآن کردہ سعدین برج جلال" (۱۰۳۳ھ)

شہزادہ دارالشکوہ کی شادی کے ۲۰، ۲۲ دن بعد ۲۲ شعبان ۱۰۲۲ء کو شہزادہ محمد شجاع کی رسم عقد جمیئہ مرزا

شاہنواز خان صنوی کے ساتھ ادا کی گئی اس وقت کلیم کے قلم سے ایک قطعہ صفحہ قرطاس پر ظہور پذیر ہوا جس کے مقطعہ ذیل سے تاریخ

نکلتی ہے۔۔۔ ”مہد بلقیس پیر منتر لکھنؤ جمشید آباد“ (۲۱۰۲۲)

خواجہ ابوالحسن عہد شاہجہانی کے بہت اعلیٰ رتبہ سب سے سالار اور آخر عمر میں وزارت اعلیٰ کے عہدہ پر مامور تھے ظفر خان

احسن سالک کشمیر ان کے لڑکے تھے اور کلیم سے اچھے مراسم ہونے کی وجہ سے جب ۱۹ رمضان ۱۰۴۲ ہجری کو خواجہ نے وفات پائی تو کلیم

نے مرحوم کے اپنے دیرینہ تعلقات کا اظہار ایک قطعہ کی صورت میں کیا جس کے آخری مصرعہ سے تاریخ برآمد ہوتی ہے ۵

”بامير المومنين محشر آباد“ (۱۰۴۲/۱)

اس سال کا ایک یادگار واقعہ شہزادہ اورنگ زیب کا ہاتھی سے مقابلہ ہے۔ ۲۹ ذیقعدہ ۱۰۴۲ھ کو شاہجہان

بطور تفریح ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے میں مشغول تھا۔ اتفاقاً ایک ہاتھی نے اورنگ زیب پر حملہ کر دیا۔ اورنگ زیب نے جس

مردانگی سے ہمتی کا مقابلہ کیا اس کا نقشہ کلیم نے ایک مثنوی میں نہایت واضح انداز میں کھینچا ہے اور اس نے شہزادہ کو افراسیاب

سے بڑھا دیا ہے اور بالکل بجا بڑھایا ہے کیونکہ اس صغیر سنی میں واقعی افراسیاب نے بھی کوئی کارنامہ انجام نہ دیا ہو گا۔

به تکلیف فطرت دلگیری نمود پستی که تکلیف بر دهن نمود

دریں سبق اگر بودے افراسیاب
ہم گشتی از دیدن فیل آب

[illegible]

کلیم نے ایک اور قطعہ لکھا جس میں شہزادہ اورنگ زیب کی بہادری کی تعریف ہے اور اس میں شہزادے کے ہاتھی سے مقابلہ کرنے کی تفصیلات ہیں۔

خیر دل شہزادہ فطرت بلند اورنگ زیب
در حضور ثانی صاحب قرآن شاہجہان
آب شمشیرش آتش دعویٰ پیکار کرد
نیرواش چون از سر آن فیل جوئی خون کشاد
جراتش با فیل مست آہنگ گیر و دار کرد
رخش آن رستم دل از آسیب فیل از پافتاد
سیل گفتمی سوئی دشت آہنگ از کہار کرد
جان فدای شہسوار عرصہ پیکار کرد

۹ رجب الاول ۱۰۴۳ ہر صادق خان میرنجش نے وفات پائی۔ مرحوم آصف جاہ کے بہنوئی ہوتے تھے اور خود شہنشاہ نے تعزیت کی رسم ادا کی تھی اس عزت افزائی کے نتیجہ میں ملک الشعراء کلیم نے بھی اپنا فرض سمجھا کہ قطعہ لکھ کر اظہار تعزیت کرے چونکہ مرحوم کا تعلق شاہی خاندان سے تھا اس لیے غالباً دو تاریخیں اس کے قلم سے تراش ہوئیں، پہلے قطعہ کا مقطع مذکور ہے۔

سال تاریخ این چہنیں ماتم "چلیست غیر از قضیہ جانسوز" (۱۰۴۳)

دوسرے قطعہ کے دو شعر یہ ہیں۔

رفت صادق خان ز دہراں نور چشم مردی
گفتش مارا بما بگذار تاریخ این بسی است
در غمش چو مرد مک خونابہ آشامیم ما
بے وجود صبح صادق تیروایا کلیمیم ما " (۱۰۴۳ ہ)

جلوس کے ساتویں سال موسم گرما کے آغاز پر شاہجہان نے سیر کشمیر کا ارادہ کیا۔ ۳ شعبان ۱۰۴۳ ہ کو سواری شاہانہ ابر آباد سے پنجاب کی طرف روانہ ہوئی۔ کلیم نے اس کی تاریخ کہی ہے۔

شاہ جہان و ثانی صاحب قرآن کہ چرخ
آبد بہ سیر گلشن لاہور چوں بہار
از خاک درگیش بہ جہان آبروی داد
تاریخ این عطیہ کبریٰ سپہر گفت
گہائے خاطر ہمہ رنگ و بوی داد
"پنجاب را سعادت جساوید روی داد"

۱۔ یاد شاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۴۹۱

۲۔ کلیات کلیم، درق: ۶۶ ب۔ شعر العجم، جلد سوم، ص: ۲۱۲۔ اس واقعہ کے متعلق مولانا شبلی کے ایک سہو ہو گیا ہے۔

۳۔ عمل صالح موسم بہ شاہجہان نامہ، جلد اول، ص: ۵۵۲ سے جو حوالہ لیا گیا ہے وہ آغاز سال ششم از جلوس مبارک یعنی ۱۰۴۲ ہ کا ہے اور مولانا

نے شعر العجم میں واقعات ۱۰۴۱ ہ لکھے۔ ممکن ہے یہ کاتب کی غلطی ہو۔

۴۔ ماثرا لامراء، جلد دوم، ص: ۸۲۹۔ "صادق خان پسر آقا طاہر در عہد چہانگیری بہ منصب در خود سر بلندی یافت۔ سال ہشتم جلوس

بخطاب خانی مورد نوازش شد سال نہم بہ تعلقہ بخشگیری و از اصل و افتادہ ناموری افراشت۔ در سال اول جلوس فردوس آشتیانی ہمراہ شاہزادہ

آمدہ دولت باریافت۔ حسب التماس بیکین الدولہ صادق خان بہ بجالی تعلقہ بخشگیری و عطای قلمدان مرصع آب رفتہ بجو آورد و سال ششم، نہم و سیم جلوس

۱۰۴۳ ہ ہزار چہل و سہ ہجری برہمت از دی پیوست۔

۵۔ کلیات کلیم، درق: ۵۹۔ یاد شاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۴۷۲۔ کلیات کلیم، درق: ۵۸، ب

شاہجہان نے دہلی سے نکل کر بمقام پالم "پارکاب" کیا اور وہاں شکار کھیلا۔ ایک دن میں چالیس ہرن شکار کئے بادشاہ کے بہارت نشانہ کا یہ ظالم تھا کہ دوبار گولی چلانے کی نوبت نہ آتی اور دہلہ اول ہی پر ہرن ختم ہو جاتا۔ کلیم نے اس واقعہ سے متعلق جو رباعی رقم کی ہے۔ اس میں مبالغہ انتہا کو پہنچ گیا ہے۔

چوں شاہ جہان پادشہ شیر شکار انگنڈ بہ پالم پئے پنجسیر گزار
روزے بہ تفنگ خاص بان چل آہو انگنڈ کہ نفگنڈ بہ یک صید دوبار لہ

۱۰۴۴ء میں شہنشاہ شاہجہان نے تخت طاؤس تیار کروایا۔ حاجی محمد جان قدسی اور دیگر معاصر شعراء نے

اس کی تاریخیں لکھیں۔ کلیم نے بھی ایک قطعہ سپرد قلم کیا جس کا مطلع ہے۔

پادشاہ! پایہ تخت بود تاج سپہر دولت گردوں نگار کش یکسر و چار افرست^۳

اسی سال یعنی ۱۰۴۴ء میں تین مبارک و مسعود واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ اور کلیم نے ان سب کو ایک قصیدہ میں سمویا

ہے۔ صاحب عمل صالح اس کے متعلق یوں رقمطراز ہیں۔

"یگانہ شاعر نادر سخن، جادو کلام طالبائی کلیم نیز قصیدہ در تہنیت اعیاد ملتہ عید نوروز و عید فطر و عید قدوم

اسعد بہ دار الخلافہ عظمیٰ سمت نظم دادہ و چند بیت در تعریف آن برج شمس و قمر در ضمن آن درج نمودہ و آن

ابیات کہ بادشاہ دقیقہ سنج، ہنر نواز اور اسر بہ زروزن نمودہ بی ملاحظہ ترتیب با مطلع دریں نامہ نامی ایراد یافتہ"

"نخستہ مقدم نوروز و غرہ شوال نشانہ اندگل عیش بر سر مہ و سال"

قصیدہ کافی طویل ہے۔ ۱۶۰ اشعار پر مشتمل ہے اور کلیات میں مکمل درج ہے اس لئے صرف زیر بحث موضوع سے متعلق

چند اہم اشعار یہاں پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

نخستہ مقدم نوروز و غرہ شوال نشانہ اندگل عیش بر سر مہ و سال

بہر مہ عیش و جامست در کف ساتی ضرورت بلبل ایں دو عید را دو ہلال

۱۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۷

۲۔ عمل صالح، جلد دوم، ص: ۸۸۔ تاریخ اتمام (تخت طاؤس) را قدسی اور نگ "شاہنشاہ عالی" یافتہ۔

۳۔ کلیات کلیم، ورق: ۱۵۸

۴۔ مفتاح التواریخ، ص: ۲۳۳، سر و آزاد، ص: ۷۸۔ ان تذکرہ نگاروں نے ۴ واقعات لکھے ہیں، لیکن معاصر تاریخوں اور خود کلام

کلیم کی داخلی شواہد سے ثابت ہوتا ہے کہ تین واقعات ظہور پذیر ہوئے تھے، شعر ملاحظہ ہو۔

ہلالی دلخوشی اہل اکسیر آبادم کہ از سہ عید گرفتہ کام دل امراں

۵۔ عمل صالح، جلد دوم، ص: ۸۸، پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۸۴

ہلالِ دلخوشی اہل اکبر آبادم
پچھم مردم دار الخلافہ عید نویست
شرف پذیرد نوروز در چنین عیدی
بوصف تخت مرصع گہر نشان گشتم

کہ از سہ عید گزنتند کامِ دل امسال
غبار موکبِ شاہِ جہان، جہانِ جلال
کہ بادشاہ نشیند بہ تختِ استقلال
خدا نصیب کند عمرِ خضر و طولِ مقال

۱۰۴۵ء میں پھر چھار سنگہ بندیلہ کی بغاوت نے سر اٹھایا۔ اس کی سرکوبی کے لیے فوج شاہی روانہ کی گئی اور آخر کار خانِ زمان و فیروز جنگ کی سرکردگی میں لشکر شاہی نے گونڈ قبائل کی مدد سے چھار سنگہ کو کیفر کردار تک پہنچایا اور باغیوں کے سروں کو مع مالِ غنیمت کے دار الخلافہ پہنچایا گیا۔ کلیم نے ان احوال پر شتمل (۳۶۱) اشعار کی ایک طویل مثنوی لکھی ہے جس کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

بگویم قصہ چھار مروود
ہمیشہ در دکن تا بود پیکار
اگر گاہی بخود اندر وطن بود
در ایامی کہ سال ہشتمین بود
پسر برگشت و کار او دگر شد
ہمیں اوبا پسر ز اتجا بدر رفت
از واسباب و اسباب و فیل و مالش
سر بے مغز را بالا کشیدن
دو سر بر یک سان یک بار در شد

کہ آغازش چہ و انجام چوں بود
در آں لشکر کم می بود چھار
پسر از جانب او در دکن بود
کہ شہ فرماندہ رؤے زمین بود
بنامے دولتش زیر و زبر شد
دگامی عید بسمل پیشتر رفت
بدست لشکر آمد با عیالش
پو ناخن در عقب دارد بریدن
حاب ہر دو آخر سر بسر شد

۱۰ مائرا لمار، جلد دوم، ص: ۲۱۳، ۲۱۵

”پسر راجہ بر سنگ دیواست۔ بعد فوت پدر بخطاب راجگی و منصب مناسب ترقی کردہ تا آخر عہد جنت مکانی بمنصب چہار ہزاری مرقعی شد، پدر او مال بسیار فراہم کردہ بود۔ بمقتضائی الحاکم خائف و اہمہ بخاطر راہ دادہ۔ پس از چند روز نیم شبی از اکبر آباد فرار نمودہ چوں ایں خبر بہرض پادشاہ رسید ہابت خان خانناں با اکثرے از امرای حضور بر سر اوقین یافت۔ چھار سنگہ ناچار توسل ہابت خان جتہ و خواست صف جہان نمود۔ پادشاہ قبول ایں فرمود۔ مشارالہ بخطاب راجگی نامہ گویید۔ پس از رسیدن بوطن سال ہشتم باغوائی طبیعت فادسرت بحیم نرائن زمیندار چوراکٹھ قتل رسانید۔ طائفہ گونڈاں ہر دو را مطابق سنہ ۱۰۴۴ء قتل رسانیدند۔ خاندوران سرای ہر دو ابریدہ نزد فیروز جنگ آورد۔“

۱۰ نکات کلیم، جلد ۱، ص: ۱۱۵ - ۱۱۶

۲۲ رذی الحجہ ۱۰۴۶ء کو شہزادہ اورنگ زیب کی رسم شادی دختر شاہنواز خان بن مرزا رستم صفوی کے ساتھ منعقد ہوئی اور کلیم نے یہ تہنیتی قطعہ تحریر کیا جس کے دو شعر یہ ہیں۔

فلک رقبہ اورنگ زیب آنکھ ایند کہ اقبال در سایہ اش آرمیدہ
خود بہر تاریخ تہذیب گفتا "دو گوہر یک عقد دوران کشیدہ" (۱۰۴۶ء)
شکر شاہی نے سال کے اختتام پر بہر چور موقوفہ صوبہ بہار اور دوسرے گیارہ قلعہ جات فتح کئے۔ کسی تذکرہ میں اس رباعی کا حوالہ نہیں جس سے تاریخ نکلتی ہے لیکن کلیات میں ملتی ہے جو یہاں درج کی جاتی ہے۔
از جلوہ شاہدان فرخ پئے فتح داد از پئے ہم ساقی دوران مئی فتح
تاریخ فتوحات شہنشاہ جہاں کلیم بہ نوشت آمدہ "فتح از پئے فتح" (۱۰۴۶ء)
۱۰۴۶ء میں شاہجہان نے "قصر آگرہ" کی تعمیر کا حکم صادر فرمایا اور اس کے ساتھ بہت سی عمارتیں تعمیر ہوئیں مثلاً ایران، حمام شاہی اور چند مٹمن عمارات، ہر ایک پر کلیم نے قلعہ یا مثنوی ضرور لکھی ہے۔ تفصیلات کی مطابقت کے لئے اس کے کلیات سے دستیاب ہونے والے قطعات کے چیدہ چیدہ اشعار پیش کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ اس عظیم شانِ قصر کے متعلق دو اشعار یہ ہیں۔

رُشانِ تست گر چو تخت بہ بالاست نطلِ معز بالا پست راجاست
نمود از رفعتِ شانت عیان است مگر خشتِ ز خاک سرکشانت
دولت خانہ خاص کے مقابل ایک ایوان تعمیر ہوا جو ۵۱/۲ مربع گز رقبہ زمین پر مشتمل تھا۔ اس کے متعلق کلیم نے جو مثنوی تحریر کی اس کے چند بیت یہ ہیں۔
بہ رفعت چوں کنم تعمیر لیلِ ایوان گذار قافیرِ استبداد کیوان
دروشاں جہاں مسند نشین است کہ امین سر بلندی بیش ازین است
صاحبِ پادشاہ نامہ لاہوری اسی ایوان کے متعلق ایک مہم کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

- ۱۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۶، علی صالچ، جلد دوم، ص: ۲۲۳
۲۔ "نخست حصہ بہر چور را کہ حاکم نشین آن سرزمین است ویرتاب، دارون طالع در انجا مستحق گشتہ بود محاصرہ نمود۔۔۔۔۔" دیانہ قلعہ دیو کہ وہاں نزدیکی بود مفتوح شد۔
۳۔ کلیات کلیم، درج: ۲۱۱ ب۔ کلیات کلیم، ورق: ۵۹۵۔
۴۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۲۳۔ کلیات کلیم، ورق: ۹۵۔

”متصل آن (ایوان) حمامی مشتمل بر منازل متعدده کہ بردریائے چون آں طرف
آب اشرف دارد“

اس حمام کی تکمیل پر کلیم نے یہ اشعار سپردِ قلم کئے تھے ۵

زہی از توروی طراوت سفید	صفارا ز تو گرم پشت آمید
سرورِ دل و راحتِ جاں توئی	بعالم قدم گاہِ پا کان توئی
وزد بادِ قہر شش چو بر روزگار	ز حمام بر رو نشیند غبار
بود آتش و آب راتا فروغ	ز رویش بود مہر و مہ با فروغ ۶

دوسری عمارت جو سنگ مرمر سے مشتمل شکل میں بنائی گئی تھی اس کا قطر ۸ گز تھا۔ اس میں تین شہ نشین بھی تھے۔ کلیم نے دو چھوٹی مثنویاں ان کی تعمیر کے بعد لکھی تھیں، جن کے چیدہ اشعار درج ذیل کے جلتے ہیں

ندارد شش جہت چون ایں مہن	کہ باشد ہفت چرخش زیرِ دامن
طایک چوں کبوتر در رواقش	شریا کوزہ نرگس بہ طاقش
سرت فزا، دلکش، دل نشین	غبار در شش آبروئے زمین
ز نور و فضا در نظر آئینہ است	برو نقش چین رنگ بر آئینہ است ۷

اپنے اسلاف کی طرح شاہجہان کو شکار کا بہت شوق تھا اور ضرورتاً دورانِ شکار میں شاہ کو چند دنوں شکار کے لئے قیام بھی کرنا پڑتا تھا۔ ۱۰۴۶ء میں حکم شاہی سے ”صید گاہ باری“ میں تالاب باری کے کنارے دو سال کے عرصہ میں ایک لاکھ چالیس ہزار روپے کے صرفہ سے سنگِ سرخ سے ایک محل تعمیر ہوا جو ”بلال محل“ کے نام سے موسوم ہوا۔ اس تعمیر کی توثیق کلیم کے مندرجہ ذیل اشعار سے ہوتی ہے ۵

پادشاہِ زمانہ شاہجہاں	شد بعہدش شگفتہ گلشنِ عیش
نذرِ صاحبقرانِ ثانی کرد	دہر کشتِ مراد و خرمینِ عیش
طرح در ”صید گاہِ بارے“ کرد	ایں بنا را کہ شد نشینِ عیش

۱۵ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۳۸ ۱۶ کلیاتِ کلیم نسخہ ب، ورق: ۱۴۶، ب

۱۷ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۳۹ -

۱۸ کلیاتِ کلیم، ورق: ۹۷ ب

۱۹ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۳۴

گشت تاریخ سال اتماش "علید گاہ نشاط و مسکن عیش" (۱۰۲۶)

افسوس کہ صید گاہ باری کا محل وقوع ہمارے مستعملہ کسی ماخذ سے متعین نہ ہو سکا البتہ پادشاہ نامہ لاہوری میں اس شکار گاہ کا ذکر اکثر جگہ آیا ہے جس سے اس بات کی تصدیق تو ہوتی ہے کہ اس نام کی کوئی شکار گاہ تھی۔

۱۰۲۶ء میں ایک مسجد اجیر میں زیر تعمیر تھی، شاہجہان نے اسی نامکمل مسجد میں نماز ادا کی چنانچہ ۱۰۲۶ء میں وہ پایہ تکمیل کو پہنچی اور بے بدل خان گیلانی داروغہ زرگر خانہ اور ابوطالب کلیم نے ایک ایک قطعہ لکھا جس سے تاریخ اتمام نکلتی ہے۔ عبد الحمید لاہوری نے صرف بے بدل خان کا مصرعہ "قبلہ اہل زمان شد مسجد شاہ جہان" ہی درج کیا ہے، کلیم کی تاریخ نہیں دی ہے مگر کلیات کلیم میں مکمل قطعہ موجود ہے۔ جو اسی مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں لکھا گیا ہے۔ اس کی تین وجوہ ہیں۔

۱۔ اس کے مقطعہ تاریخی سے سنہ ۱۰۲۶ء کا استخراج ہوتا ہے۔

۲۔ ایک شعر سے داخلی شہادت ملتی ہے۔

دادہ ایمن حرمت اجیر را فیض حرم
مروشت ساکنانش نیت جز خط امان
۳۔ کلیم نے سعیدائے گیلانی کے بعد یہ قطعہ تحریر کیا ہے اور اس کے اس مصرعہ میں تحریر ہے کہ
من نگویم کعبہ لیک این قدر گویم کہ ہست

سعیدائے گیلانی نے "قبلہ اہل زمان" کہا ہے اور کلیم نے "کعبہ حاجات دنیا" کہہ کر شعر کو بہتر بنا دیا ہے۔ وہ اس کے محرابوں کو "قبلہ گاہ آرزو" کہہ سکتا ہے۔ "کعبہ ثانی" کہتا ہے لیکن "کعبہ" کہنے کو تیار نہیں کیونکہ مبالغہ میں بھی وہ تقدیس تحریم کعبہ برقرار رکھنا چاہتا ہے۔

اس قطعہ کے سلسلہ میں صاحب عمل صالح سے ایک اختلاف ہو رہا ہے۔

۱۔ کلیات کلیم، ورق: ۶۸ ب

۲۔ مآثر الامراء، جلد اول، ص: ۴۰۵۔ "بے بدل خان سعیدائے گیلانی در عہد جنّت مسکنی بہ ہندوستان آمدہ در ملک طرازمان پادشاہی انتظام یافت۔ در عہد فردوس، شیان فی بوسیلة معاملہ نہیں و کار دانی بظاہر بے بدل خان اقیانوس گرفتہ۔ مہتابہ داروغگی زرگر خانہ سرکار والا اختصاص داشت در سریر مرصع ذکر موسوم بہ تخت طاؤس بود) باہتمام اُرد در مدت ہفت سال صورت اتمام یافت۔ در جلد وی آن اور ابونہضند

۳۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۲۲۵

۴۔ عمل صالح، جلد سوم، ص: ۵۵

۵۔ کلیات کلیم، ورق: ۴۴

۱۔ سنہ ۱۰۵۷ء کے وقایع میں تعمیر شاہجہان آباد کی جو تفصیلات درج ہیں اس قطعہ کو انہوں نے اسی سلسلہ میں تفسیر ہونے والی جامع مسجد سے متعلق کیا ہے جو صحیح نہیں ہے کیونکہ مسجد کی تعمیر ۱۰۴۷ء میں اجمیر میں ہوئی اور ثبوت کے لیے قطعہ مذکورہ کے دو شعر دوبارہ پیش کئے جاتے ہیں۔

دادہ ایمن حرمت اجمیر را فیض حسرم سر نوشت ساکنانش نیست جز خط امان
مسجدش کان کعبہ ثنائیت تاریخیش بود ”کعبہ حاجات دنیا مسجد شاہجہان“ ۱۰۴۷ء

۲۔ مفتاح التواریخ میں اس مسجد کی تعمیر کا ذکر ۱۰۴۷ء میں ہے اور یہی مقطعہ پیش کیا گیا ہے جو صحیح ہے۔

۳۔ صاحب عمل صالح نے جو مقطعہ تاریخ دیا ہے اس سے ۱۰۶۷ء نکلتا ہے۔ ”قبلہ حاجات آمد مسجد شاہجہان“ ۱۰۶۷ء
اس لحاظ سے اس واقعہ کا ذکر ۱۰۵۷ء کے وقایع میں نہیں ہونا چاہیے تھا کیونکہ جو مقطعہ دیا گیا ہے اس سے ۱۰۵۷ء نہیں
۱۰۶۷ء نکلتا ہے۔ عمل صالح کے پورے مقطعہ تاریخی میں تعمیر و تخریب بھی نہیں ہے اور کوئی طریقہ اس پر منطبق نہیں ہوتا۔

۴۔ عمل صالح میں مذکورہ قطعہ کے شعر نقل ہیں اور من جملہ اور اختلافات کے مقطعہ میں بھی اختلاف ہے اور تذکروں
وغنی کا شیری کا قطعہ تاریخی شاہد ہیں کہ کلیم ۱۰۶۱ء میں انتقال کر چکا تھا شاید فاضل مورخ کو غلط فہمی ہو گئی ہے یا قطعہ کے
نقل کرتے وقت شاید تاریخ کی طرف خیال نہیں گیا۔ دوسرا خیال یہ بھی آتا ہے کہ کلیم کا وہ قطعہ جو اس نے مسجد اجمیر کی تعمیر کے
بعد لکھا تھا اس کا آخر مصرعہ تاریخ محمد صالح کو یاد نہیں رہا اور نہ سنہ و وجہ تحریر اور ایک مصرعہ جو کسی اور شاعر کا تھا اور کسی
اور مسجد سے متعلق تھا موصوف نے ایک دوسرے سے مخلوط کر کے اپنی مطلوبہ تاریخ نکال لی کیونکہ مسجد اجمیر والے قطعہ کے مصرعہ
”تاریخی میں ۲ افطوں“ ”قبلہ“ ”کی بجائے“ ”کعبہ“ ”اور“ ”آمد“ ”کی بجائے“ ”دنیا“ کے تغیر سے ۱۰۴۷ء کی بجائے ۱۰۶۷ء آ جاتا ہے۔
۱۰۴۷ء تک کلیم نے ”شاہنامہ شاہجہانی“ قلمبند کرنا شروع کر دیا تھا جس کا ثبوت محمد امین قزوینی کے ان جملوں سے
ہوتا ہے۔

”در اوقات اُونیز لالی مضمون مشون“ ”پادشاہنامہ“ را بہ رشتہ نظم می کند و این دو کتاب کہ او د کلیم، و

حاجی محمد جان قدسی نظم می کند، بعد از اتمام مقبول خاص و عام خواہند بود۔“

کلیات کلیم میں دو قطعے موجود ہیں جن میں سے ایک قطعہ تاریخی ہے اور اس کے مقطعہ سے ۱۰۴۷ء نکلتا ہے۔ ان کے
عنوانات اور اشعار کے بغور مطالعہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ اس سال ایک ”مرقع گلشن“ تیار ہوا تھا جو جنت
مکانی (شہنشاہ جہانگیر) کے عہد میں شروع ہوا تھا اور صاحبقران ثانی شاہجہان کی ”حسن حسنی“ سے اختتام کو پہنچا ہے۔

کلم نے دو مثنویاں سپرد قلم کیں۔ مثنوی کے اشعار اور پادشاہ نامہ لاہوری کی تفصیلات ایک دوسرے کی موافقت کرتے ہیں۔

زہی عرش بنیاد دولت اساس
چو نورشید در آسماں روشناس
کند نقش گلزار جزو آشکار
کشدرگلی می نماید بہار
بر آوازہ خوبیت روم و چین
ہرے شہنشاہ باید چنین
رقم دید آخر یہ لوح ازل
سرے شہنشاہ والا محل ۱۰۳۸
دوسری مثنوی کے تین شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

دیدہ نظارہ وقف حیرت است
زین بنا کار آگاہ دولت است
چوں تمامی یافت این رشک بہار
گوہر تاریخ ہا کردم نشار
لیک تاریخی کہ لایق شہر تست
"قصر اقبال و محل دولت است" ۱۰۳۸
"گوہر تاریخ ہا کردم نشار" اور "لیک تاریخی کہ لایق شہر تست" سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کئی تاریخیں نکالی تھیں لیکن مندرجہ بالا شاید زیادہ پسند آئیں جنہیں اس نے "لایق شہر تست" سمجھ کر پیش کیا ہے۔

شاہجہان ۱۰۲۳ء میں جب سیر کشمیر کے لئے گئے تھے، اس وقت مناسب مقامات پر عارضی قیام کی غرض سے چند عمارتیں تعمیر کرنے کا حکم صادر کیا تھا، چنانچہ ان ہی عمارتوں میں ایک ایوان بھی تھا جو ایک حوض کے درمیان تعمیر ہو رہا تھا۔ ۱۰۲۹ء میں وہ مکمل ہوا۔ کلم اس زمانہ میں شاہنامہ نظم کرنے کے سلسلہ میں مقیم کشمیر تھا ممکن ہے اس نے خود مشاہدہ کیا ہو چنانچہ یہ رباعی اس عمارت کی تاریخ اتمام پر تحریر کی ہے۔

ایں خانہ نگاہ را عنان گیر بود
حوض مرآت مہر تنویر بود
تاریخ بنائی این ز معمار خسرد
جسم گفتا "زینت کشمیر بود" ۱۰۲۹

۱۔ کلیات کلم، ورق: ۱۳۹ ب تا ۱۴۰ ا، ب

۲۔ *Mughal poetry* (By) Dr. Hadi Hasan. P. 38 پر ان مثنویوں کی وجہ تحریر "تعمیر قصر آگرہ" لکھی ہوئی ہے

لیکن تاریخی مواد کی رو سے تعمیر قصر آگرہ ۱۰۳۶ء میں ہوئی اور مثنویوں کے اشعار و پادشاہ نامہ لاہوری کی عبارت کو بغور پڑھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنویاں "دولت خانہ سہرند میں تعمیر ہونے والے" محل مقدس و "دولت خانہ خاص" کے متعلق لکھی گئی ہیں، تعمیر آگرہ کے بارے میں نہیں۔

۳۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۲۶ "میان حوض عمارتی طبعی دہ گز در پشت گز طولانی آن دو ایوان سنگین بنا ہند"

۴۔ کلیات کلم، نسخہ ب، ورق: ۱۳۴

زہے دکش بنائے چرخ پایہ
صفا پوراز تو زیب روزگار است
از ان منظور فیض آسمانے

جہاں از آب و رنگت برد مایہ
بہار از پہاری گل نامدار است
کہ عشرت خانہ شاہجہانی

۲۷ محرم ۱۰۵۳ء شہزادی جہاں آراء بیگم بنت شاہجہان اپنی خواہگاہ میں جا رہی تھیں کہ اتفاقاً شمع کی
لو سے ان کے دامن میں آگ لگ گئی اور شاہزادی بڑی طرح زخمی ہو گئیں۔ ۱۰۵۴ء تک ان کا علاج ہوتا رہا چونکہ
شہزادی سے بادشاہ کو بہت محبت تھی بنا بریں اس حادثہ نے شاہجہان کو بہت متاثر کیا۔ آخر کار شوال ۱۰۵۴ء میں
صحت یابی کے بعد جشنِ صحت منایا گیا اور شہزادی کو مرنے اور چاندی میں تو لا گیا اس جشن کے موقعہ پر کلیم کے خاتمہ
گوہر بارے جو قصیدہ صفحہ قرطاس پر نمودار ہوا اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ای عیدِ صحت تو جهان را به از بهار
کوتاه باد دستِ حوادث ز دامنِ
تا که ده شعله کس شرافت ز دامنِ
بس گنجِ لاکه از زرد گوهر تهی نمود
یارب همیشه تخم بیفتانده سبز باد
سر سبزی تو زینتِ بستانِ روزگار
ای آبِ زندگی تو کجای و کجای غبار
زیبداگر فرشته کند سجده را مشرار
بهر تصدق تو شهنشاهِ کامگار
در مزرعِ اُمید شهنشاهِ کامگار

میر بخشی صلابت خان، میر بخشی صادق خان مرحوم کے دوسرے لڑکے تھے گزشتہ صفحات پر مرحوم کے شاہی خاندان سے تعلقات کا ذکر کر دیا گیا ہے اس لیے مزید تفصیل تکرار کا باعث ہوگی۔

صلابت خانؒ ۳۰ جمادی الاول ۱۰۵۴ھ کو نماز مغرب ادا کر کے تخت شاہی کے سیدھے طرف کھڑے

۲۰۰۰ء پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۴۰۰

۱۴۲ کلیاتِ سلیم، نسخہ ب، ورق: ۱۴۲

عمل صالح، جلد دوم، ص: ۳۹۹

۲۶ " " " ورق: ۳۳ باب

۵۷ ماث‌الامراء، جلد دوم، ص ۴۳۱ — «صلايت خان روشن ضمير، پسر دوم صادق ميرنجي است. سال پنجم جلوس فردوس آشتياني از اسل و اضافت بمصب
هزاري دوليت سوار خدمت قديميكي از تغير سردارخان سر بلندگرديد. سال هشتم باضافه پانصد سوار بمصب و هزاري هشت صد سوار افتخار اندوخت و بشير
بخطاب صلايت خان بلند آوازه گرديد. در سال سلخ جهادي الاول مطابق ۱۰۵۳ هزار و پنجاه و چهار هجري بنغم جبهه روانه سنگه جهان فاني را پيرو نمود»

سرگرم گفتگو تھے کہ راؤ امر سنگھ جو صلابت خان کے بڑھتے ہوئے اقتدار سے خد کرنے لگا تھا ایک ایک ان پر حملہ آور ہوا اور اس کے جملہ سر کی نوک صلابت خان کے سینے کے پار ہو گئی۔ اس زخم سے وہ جانبر نہ ہو سکے اور انتقال کر گئے۔ کلیم نے ان کی تاریخ وفات ایک قطعہ میں لکھی ہے جس کے دو اہم شعر یہ ہیں ۵

صلابت خان عزیز مصر دولت
کہ رویش بود عید دیدہ و رما
بود تاریخ سال این شہادت
”کباب از مہاتم اوشد جگر لہ“ ۱۰۵۲

۱۰۵۵ میں شاہجہان نے پھر عزم کشمیر کیا۔ کلیم نے اس خوشی میں ایک قصیدہ لکھا اور انعام سے سرفراز ہوا۔ تمام تذکرہ نویس مورخ اس قصیدہ کا ذکر کرتے ہیں مگر اس کے دو چار شعر بھی پیش نہیں کرتے۔ پادشاہ نامہ لاہوری میں اس طرح لکھا ہے ۵

”طالب کلیم کہ در کشمیر نظر بہ نظم ماثرو مفاخر این دولت خداداد ابد میاومی پردازد، قصیدہ در تہنیت مقدم مقدس اقدس رسانید و بہرکت خلعت و انعام دو لیست مہر مباہی گردید۔“

کلیات کلیم میں کشمیر سے متعلق ایک مثنوی و دو قصیدے ہیں ان کو بہ نظر تعمق پڑھنے پر دونوں قصیدوں میں ”مقدم شاہ“ کا تذکرہ ملتا ہے یہاں مثنوی تو خارج از بحث ہے کیونکہ مذکورہ بالا حوالہ میں قصیدہ کا ذکر ہے۔ دونوں قصائد میں سے ایک میں تو موسم زمستان کا نقشہ صاف طور پر کھینچا ہوا ہے جسے چند صفحات قبل ہم نے پیش کیا ہے۔ اس لحاظ سے ایک ہی قصیدہ باقی رہ جاتا ہے اور اس قصیدے کے محاسن کلام و حسنِ طلب وغیرہ پر غور کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسی قصیدہ پر کلیم انعام و خلعت کا مستحق گردانا گیا ہوگا۔ بنابرین اس کے چند شعر یہاں درج کئے جاتے ہیں مکمل قصیدہ کلیات میں درج ہے۔

اے بخت ثرودہ گز افق کبریا رسید
خورشید رحمتی کہ بہ ہر ذرہ وار رسید
از گرد موبکی کہ بہ از ابر رحمت
کشمیر را بہار دگر از قفار رسید
شکر خدا کہ دیدہ امید خلق را
از گرد راہ شاہ جہاں تو تیار رسید
صاحبقران ثانی کز خاک پای او
لب نشہ اُمید بہ آب بقا رسید
جاوید باد دولت شاہنشہ جہاں
کز وی بہ نیک و بد ہمہ برگ زار رسید

کلیم کے ہم عصر و عزیز دوست محمد جان قدسی نے ۱۲ سال کی رفاقت کے بعد ۱۰۵۶ء میں انتقال کیا تو کلیم نے ۹ بند کا

۱۔ کلیات کلیم، نسخہ ب، ورق: ۷۲، ب: ۷۳۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد دوم، ص: ۲۲۰، ۲۔ کلیات کلیم، نسخہ ب، ورق: ۳۵، ۳۔ ماثرا الکلام، ص: ۶۲، ۴۔ کلیم در مرثیہ، ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چنین یافتہ ۵۔ ”دور از ان بیل قدسی چہم زندان شد“ (۱۰۵۶)

(۱۔ بہارِ بخت، ص: ۹۹۰) ”ترکیب بندے کہتے ہیں کہ ایک غزل کے طور پر کچھ اشعار مع مطلع کے لکھ کر اس کے بعد ایک اور بیت متفقہ یعنی ایک مطلع بطور عروکہ لکھتے ہیں پھر دوسرے بند میں دوسری غزل بند اول ہی کے وزن پر مذکور کرس اور اس کے بعد بھی ایک اور مطلع سے گرہ لگاتے ہیں ایسے ہی جتنے چاہیں بند لکھیں اور ہر بند مطلع یعنی وہ غزل لکھتے ہیں کہ اگر ایک ہی مطلع کی ہر گرہ میں تکرار ہوگی تو اس کو ترجیع بند کہیں گے۔“ کلیم نے بھی ہر بند میں ”اشعر نظم کہتے ہیں۔ ہر بند کے اختتام پر بارہواں شعر مختلف ہے اس حساب سے ۱۰۸۵۹۸۱۲ شعر کا ترکیب بند کلیات کلیم، نسخہ ب، ورق: ۶۲، پر ملتا ہے۔“

ایک طویل مرثیہ لکھ کر حق دوستی ادا کیا اور یہ اس کا واحد مرثیہ ہے ورنہ عموماً اس نے تاریخ وفات قطعات میں نکالی ہے
۱۰۸ اشعار کا طویل مرثیہ لکھنے سے قدسی کے ساتھ کلیم کی گہری محبت کا ثبوت ملتا ہے۔

شعر موزوں نتواں کرد کہ از نظم فتاد
کشور معنی از رفتن سلطان سخن
بوی گلزار تقدس بہ دماغش چو رسید
بلبل قدسی ازیں گلشن دلگیر پرید
جان معنی بہ تن شعر از دمی آید
ز آسماں نامش از ایں روی محمد جاں شد
بچہ تاریخ برون قدسی ازیں قباں شد
گل ز شبنم ہمہ تن اشک مصیبت شد و گفت
"دور از ایں بلبل قدسی چمنم زنداں شد" ۱۰۵۶

شہنشاہ اکبر و جہانگیر کے عہد سے کابل، بلخ، اور ہندوستان کے درمیان متنازعہ فیہ تھا اور شاہ جہان کے عہد میں
۱۰۳۸ آئے نذر محمد خان اس پر مسلسل حملے کر رہا تھا اور ہر مرتبہ شکست کھا کر خاموش ہو جاتا تھا۔ شہنشاہ نے آخر کار شہزادہ
اورنگ زیب کو اس مہم پر روانہ کیا اور خاطر خواہ مدد دی چنانچہ ۱۰۵۶ آ میں بلخ فتح ہوا۔ اس عظیم اٹان خوشی کے موقع پر کلیم نے
ایک قطعہ میں تاریخ کہی اور صلہ سے سرفراز ہوا۔ اس کے چند اشعار یہ ہیں۔

ایں شرده فتی کہ شہنشاہ جہاں گرد
کردست ز شادی فرخ آباد جہان را
آورد ز میخانہ کابل می و پیمود
قاصد ز رہ گوش بہار طبل گران را
ایں بلخ و بدخشان ز تلک محضری بود
مہمانی اقبال شہنشہ جہان را
جاگیر گزفتی بدل بلخ و بدخشان
ملکی کہ بہ توران ندید یک رہ آن را
۱۰۵۶ "ایزد دو جہان داد باد بلخ چہ باشد" تاریخ بود فتح شہنشاہ جہاں را

نذر محمد خان والی بلخ نے معافی چاہی اور شہنشاہ خطا بخش نے ۱۰۵۷ء میں بلخ پھر اسی کو واپس کر دیا۔
صاحب عمل صالح نے اس واقعہ کو اس طرح صفحہ قرطاس پر قلمبند کیا ہے۔

"از کمال عنایت و مہربانی و پایہ شناسی و مرتبہ دانی باز (بلخ) بہ نذر محمد خان مرحمت فرمایند۔"

مگر باکی پر کٹاگ میں ۱۰۵۷ء والے قطعہ کو تسخیر بلخ سے منسوب کیا گیا ہے۔ لیکن معاصر تاریخ عمل صالح و قایع ۱۰۵۷ء
اور قطعہ کے اشعار سے اس بیان کی تردید ہوتی ہے لہذا یہ دونوں سنیں اور تاریخی شواہد کو سامنے رکھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ
۱۰۵۶ء تاریخ فتح بلخ ہے اور ۱۰۵۷ء والی بلخ کو بلخ واپس کرنے کی تاریخ۔ ۱۰۵۷ء میں تحریر ہونے والے مذکورہ قطعہ کے چند
اشعار درج ذیل ہیں۔

شکر خدائے را کہ یک توجہ اقبال
ہمچو خدنگی کہ بگذرد زود و منچیر
از پئے تاریخ فتح قبتہ الاسلام
رایت والی ملک پست شد و گفت

زود و گل فتح تازہ بر سر دوران
گشت بیک دفع فتح بلخ و بدخشان
برو چو خواص فسر سر بہ گریبان
"بلخ مبارک بود بہ سایہ زوان" ۱۰۵۴

۱۰۵۶ میں بلخ کی جنگ جاری تھی اور فتح کے لیے بہت تاخیر ہو رہی تھی اس وقت موقع کی نزاکت کا اندازہ کر کے شاہجہان نے شہزادہ مراد بخش کو مزید فوج دیکر تسخیر بلخ کی مہم پر روانہ ہونے کا حکم صادر فرمایا مگر اسی اثناء میں فتح کی اطلاع آگئی اور شہزادہ کو ارادہ ملتوی کرنا پڑا۔ اس کے بعد ارجحادی الآخر ۱۰۵۴ شہزادہ مراد حکم شاہی سے عازم کشمیر ہوا۔ "مقدم شہزادہ مراد کی مرت میں کلیم نے درج ذیل دو قطعے لکھے ہیں جن سے تاریخ و رد و نقلی ہے۔

ہزار شکو کہ ایند بروی اتلیمی
شد ابر رحمت بر فرق ملک سایہ سگن
زہی کریم کہ فیض مراد بخش سی او
ز عقل جسم تاریخ مقدس گفت

ز یک عطیہ در صد نہر ار کام کشاد
ز گرد و موبد اقبال شاہزادہ مراد
بہ ہر کہ بود دلی جمع داد و خاطر شاد
"دمید از افق مطلب آفتاب مراد" ۱۰۵۴

قصیدہ دیگرت شعر نقل کئے جاتے ہیں۔

ساکنان گلشن کشمیر را از لطف حق
سایہ شہزادہ والا گھر سلطان مراد
"دیدہ باید سرمہ از گرد ہمایوں موبکش"

طرزہ فیضی از سائے آسمان نازل شدہ
ہمچو فیض ابر رحمت بر ہمہ شامل شدہ
بہر تاریخ قدوش ز آسمان نازل شدہ

۱۰۵۴ میں شاہجہاں آباد کی تعمیر کا آغاز ہوا۔ کلیم نے اس کی ہر عمارت کی تکمیل پر ایک ایک مثنوی لکھی ہے۔ ایک مثنوی ایسی بھی دستیاب ہوئی ہے جس میں شاہجہاں آباد کی کل عمارات کا ذکر ہے اس لیے آخر الذکر مثنوی کے چند اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں۔

زہی قصر والای گردون اساس
ز میں گشت از سایہ اش روشننام

۱۰۵۴ مصلح جلد سوم، ص ۲۰

۱۰۵۴ مصلح، نسخہ، ورق: ۸۲ ب

۱۰۵۴ مصلح، نسخہ، ورق: ۸۶ ب

۱۰۵۴ مصلح، نسخہ، ورق: ۸۲ ب

۱۰۵۴ مصلح، جلد سوم، ص ۳۲ تا ۵۵۔ "لہذا کلیم طرد معنی طالب دریں مقام کہ پانچراندیشہ نمود پیشہ است چندان ایستادگی کہ در خود این مقام باشد بجایا مدہ آن جا کہ می گوید۔"

دریں آستانِ سلاطین پناہ در ہر کراخت و اتسبال راہ
چو کعبہ شہنشاہ صاحبِ تران نہ ہر نا ملایم بود در امان
سوی درگہش روی اُمید باد راسخ فیض عاشر چو خورشید باد

حکیم صدر المسیح الزماں شیرازی جو عہدِ شاہجہانی کی ابتداء سے طیب شاہی تھے۔ ۱۰۶۰ھ میں رحلت کر گئے۔
تو کلیم نے ان کی تاریخ وفات پر حسب ذیل قطعہ سپرد قلم کیا جو مرحوم اور کلیم کے قریبی تعلقات کا مظہر ہے اور اس مصرعہ
سے تاریخ برآمد ہوتی ہے۔ ”طیب در دہا از میان رفت“ ۱۰۶۰ھ

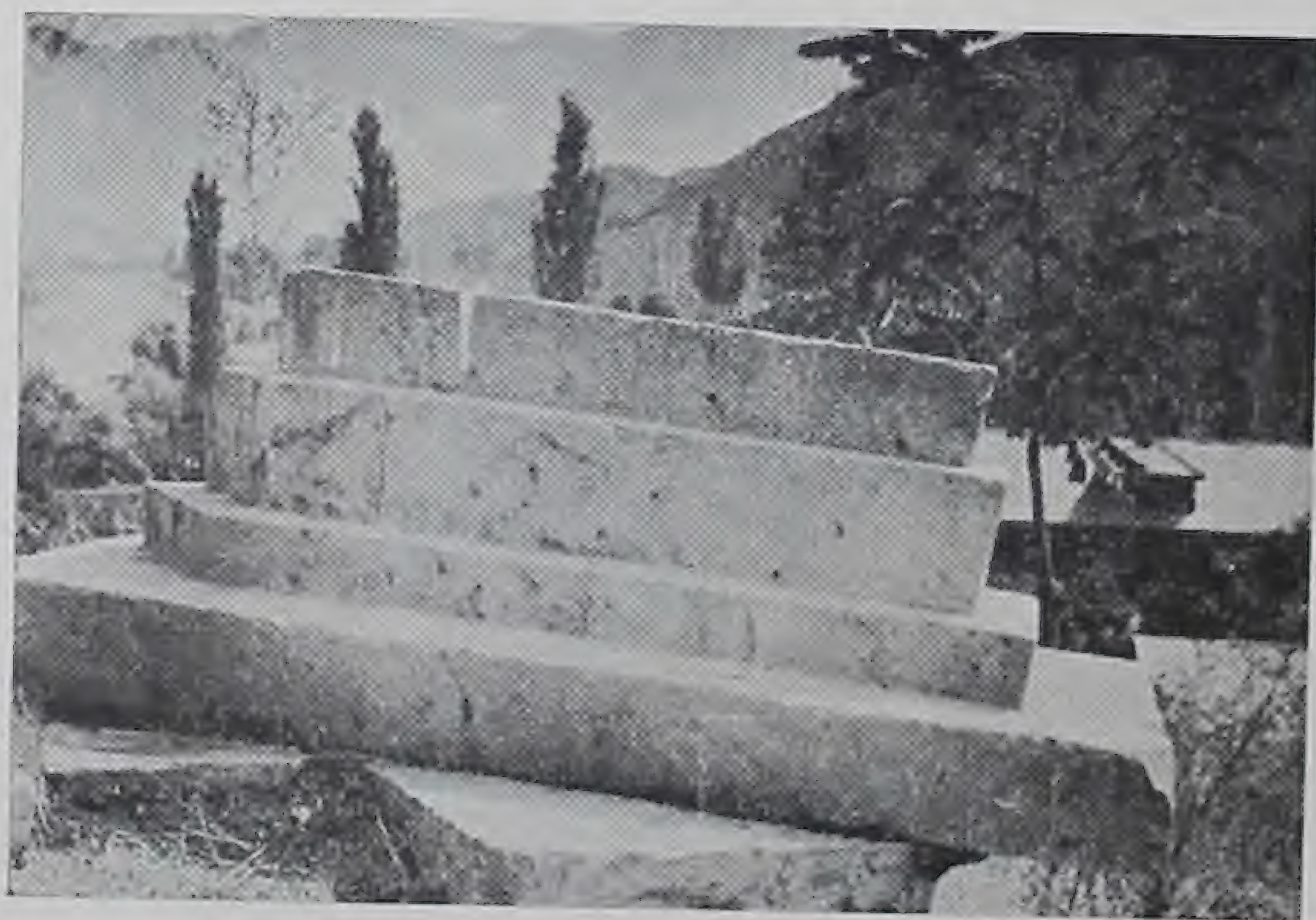
وفات

۱۰۶۰ کلیم کے قطعاتِ تاریخی کا آخری سنہ ہے۔ تاریخ و مہینہ باوجود تلاش کے نہ مل سکا جس کے اندراج سے
سنہ کی توثیق کی جاسکے۔ اگر اس سنہ کے بعد بھی کلیم بقیدِ حیات ہوتا تو کسی نہ کسی موقع پر ضرور طبع آزمائی کرتا اور
تاریخ نکالتا جس طرح اس کی حیات کے دیگر مسائل یعنی ”تاریخ پیدائش“ آمد ہند وغیرہ پر بھی اختلاف تھا اسی
طرح تاریخ وفات میں بھی ہوتا ہے۔ کلیم کی معاصر تاریخین ”پادشاہ نامہ لاہوری“ ”پادشاہ نامہ قزوینی“ ”پادشاہ نامہ
علامہ الملک توینی“ ”پادشاہ نامہ ملاحمد وارث“ اور ”شاہجہان نامہ موسوم بہ عمل صالح کنوہ“ ہیں۔
۱۔ ان پانچ مورخین میں سے تین تاریخ وفات کے متعلق خاموش ہیں۔ محمد وارث تاریخ وفات کلیم ۵ اردی الحجہ

۱۔ حیاتِ کلیم، نسخہ ب، ورق: ۱۳۶ ب

۲۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول حصہ دوم، ص: ۳۴۷، ۳۴۸ — ”حکیم صدر الخلف حکیم فخر الدین شیرازی محمد است کہ شاہ طہماپ نالی
ایران اورا حکیم میرزا محمد موسوم گر دانیہ بود۔ در سنہ ہزار و یازدہ بہ ہندوستان آمدہ در ملک بندہائی حضرت عرش آشیانی انساک یافت
وہ مسیح الزمان نامور بود۔ طبیعت مودون دارد و بالائی تخلص است“

۳۔ مآثر الامراء، جلد اول، ص: ۵۷۷، پر شاہنواز خان سے حکیم صدر المسیح الزماں کی تاریخ وفات میں ایک ہجو ہو گیا ہے۔ انہوں نے مرحوم کی تاریخ وفات
”ان الفنا میں لکھی ہے“ ”در سال بیست و چہا ۱۰۶۱ ہزار و شصت و یک در کثیر رفت ہستی ازین جہاں بہشت“ ”جلوس شاہجہانی کا چوبیسواں سال ۱۰۶۰
ہجری ہے اور سنہ دہائی میں اس مطابقت کی تصدیق ”مآثر الامراء“ ہی کی جلد اول، ص: ۱۵۸ ”حالاتِ آصفیاء“ سے ہوتی ہے۔ جس میں شاہنواز خان
نے آصفیاء کا سنہ وفات ”سال پانزدہم سنہ ہزار و پنجاہ و یک“ لکھا ہے لہذا اس حساب سے سال بیست و چہارم میں سنہ ۱۰۶۰ آتا ہے اور کلیم کے مرقومہ
قطعہ تاریخی سے بھی یہی سنہ نکلتا ہے۔ ”طیب در دہا از میان رفت“ (۱۰۶۰)
۴۔ حیاتِ کلیم (نسخہ سالار جنگ) مؤرخ: ۱۲۸۱ (۱۹۶۱) ورق: ۱۹۱



مزار میرزا ابو طالب کلیم ہمدانی
(برکنارہ تالاب بال، سری نگر، کشمیر)

LIBRARY. UNIVERSITY

DATE LOANED

Class No. 954 Book No. H4

Vol. _____ Copy _____

Accession No. 26467

--	--	--

سنہ بیست و شش " لکھتے ہیں۔ اور علامہ الملک توینی بھی اسی تاریخ کے حامی ہیں۔ وہ کلیم اور اس کے معاصر شاعر میر تقی کی تاریخ وفات ان الفاظ میں رقم کرتے ہیں۔

"طالب کلیم و میر تقی، تختی از احوال اینها، برخی از اشعار و جداول و دوم" مرقوم قلم حقایق رقم گشتہ۔
نخستین، یازدهم ذی الحجہ سنہ بیست و شش (از جلوس شاہجہان) در کشمیر و دومین، یازدهم محرم سنہ بیست و ہفت (از جلوس شاہجہان) در شاہجہان آباد بساط حیات در نور وید۔"

۱۔ علامہ الملک نے کلیم کا سنہ وفات "۱۵۰۵ ذی الحجہ سال بیست و شش" لکھا ہے جو ۱۶۲۰ء سے مطابق اور میر تقی کا سنہ وفات "یازدهم محرم سال بیست و ہفت" جو ۱۶۳۰ء سے مطابق ہوتا ہے۔۔۔۔۔ تمام تذکرہ نگار اس پر متفق ہیں کہ میر تقی کی تاریخ وفات ۱۶۲۰ء ہے اور اس کے ثبوت میں یہ مقطوعہ تاریخی ہے "ایسا سخن چو کردی بجای جان داد" ۱۶۲۰ء۔ بھی پیش کرتے ہیں۔ لہذا علامہ الملک کے بیان کی رو سے میر تقی کے سنہ وفات میں ایک سال کی کمی اور کلیم کی تاریخ وفات میں ایک سال کی زیادتی ہو گئی ہے، چونکہ دیگر معلومات کی رو سے ایک ہی تاریخ میں نہیں دونوں میں بھی افراط و تفریط ہے قطعیت کسی میں بھی نہیں، اس لئے یہ قابل قبول نہیں ہے۔

۲۔ علامہ الملک توینی، وارث کے علاوہ ۱۶۲۰ء کے حامی شیر علی خان لودی ہیں اور ان الفاظ میں کلیم کی وفات کا ذکر کرتے ہیں "وفات او در سنہ الف و اشنی و ستین بودہ و مرقدش در یکی از دھات، لاہور واقع است"
کیونکہ ۱۶۰۴ء سے وہ نظم شاہنامہ کے سلسلہ میں کشمیر میں مقیم تھا اور دیگر معاصر کتب و تاریخ و تذکرے اس کے دارالسلطنت میں آنے کا ثبوت نہیں ملتا لہذا یہ امر مسلمہ ہے کہ کلیم نے کشمیر میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوا۔ ایسی صورت میں شیر علی خان کے اس بیان کی کثرت آراء سے صریح تردید ہوتی ہے اور تحقیقات کے بعد بیان کا دوسرا حصہ بھی صحیح ثابت نہیں ہوتا ہے۔

۳۔ غنی کشمیری جو کلیم کا معاصر تھا اور متوطن کشمیر ہونے کے سبب کلیم کے آخری ایام حیات میں اس سے بہت قریب ہو چکا تھا۔ اس نے کلیم کی وفات پر ایک قطعہ تاریخی سپرد قلم کیا تھا جس سے ۱۶۰۱ء تکلت ہے چنانچہ توثیق کے لئے غنی کا پورا قطعہ یہاں درج کیا جاتا ہے۔

طالب آں تبیلِ بارغِ نصیم
شد سخن از مُردنِ طالبِ نصیم
خاک بر سر کرد قدسی و سلیم

حیف کز دیوارِ این گلشن پرید
اشکِ حسرت چوں نمی ریزد و تسلیم
عمر بے دریاد او زیرِ زمین

رفت و آخر خامہ را از دست داد
 ہر دم از شوقش دل اہل سخن
 بے عصا طے کرد این رہ را کلیم
 چوں زبان خامہ می گردد و نسیم
 گشت اندایں ہر سہ در یکجا مقیم
 ”طور معنی بود روشن از کلیم“ ۱۰۶۱

متوطن کشمیر و قربت کی وجہ سے غنی کی تحریر کردہ تاریخ بہ نسبت دیگر افراد کے بیان کے زیادہ مستند تصور ہو سکتی ہے۔
 ۴۔ علاوہ انہی دو تین تذکروں کے سوا تمام تذکرہ نگار ۱۰۶۱ کے حامی ہیں۔

لہذا داخلی اور خارجی شہادت کے مدنظر ہماری رائے میں کلیم کا صحیح سنہ وفات ۱۰۶۱ ہجری قرار پاتا ہے۔

کلیم کے اخلاق و عادات

ہر بڑی شخصیت پر تنقید کے لیے قلم اٹھاتے وقت اس کے ماحول کا اندازہ لگانا ضروری ہے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ کن حالات نے اُسے اتنا بڑا بنایا۔ کسی شخصیت کی عظمتوں کا اندازہ لگانے کے لیے ماحول کے علاوہ اس کے ذاتی و خاندانی حالات اور اس کے افکار و آثار کو مشعلِ راہ بنانا ضروری ہوتا ہے لیکن ستم ظریفی یہ ہے کہ کلیم کے اسلاف کے متعلق تاریخ ادب فارسی بالکل خاموش ہے اور اس کے عہد طفلی و مابعد کی زندگی کے عام حالات کی کوئی تفصیل نہیں ملتی۔ اب صرف اس کے افکار اور چند تذکرہ نگاروں کے بیانات ہمارے سامنے ہیں، جن کی رہنمائی میں اس کے اخلاق و عادات وغیرہ کو قلمبند کیا جاسکتا۔ جیسا کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں لکھا ہے کہ کلیم نے آغاز شباب ہی میں اپنے وطن ایران کو الوداع کہی اور روزگار کی الجھنوں میں پھنس کر شیراز سے ہندوستان چلا آیا۔ پردیس میں غربت کی صعوبتیں جھیلیں، اجنبیوں کو اپنانے کی سعی کی، نوعمری کے عالم میں کشمکشِ حیات کے اتنے کمٹھن دور سے گزرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔ غریب الوطنی کی محرومیوں نے آخر کار اسے مجبور کر دیا دست و دل تنگ و جہان تنگ خدا یا چکنم من و یک حوصلہ تنگ خدا یا چکنم تے اس کے پاس ایک قطعہ تھا ہے جس سے اس کا اظہار ہوتا ہے کہ ایک دفعہ وہ مقروض ہو گیا اور قرض کا بارجبِ ناقابلِ برداشت

۱۔ دیوان غنی، ص: ۱۳۲

۲۔ Encyclopaedia of Islam, vol. II. P. 698.

”He (Kāfir) died in Kashmir in 1062 (1652);

۳۔ بحیاتِ کلیم، ورق: ۱۵۳ ب: THE DATE 1062 (1652) HAS LESS AUTHORITY: (تقریباً حاشیہ ۴۹)

ہو گیا تو ایک قطعہ تحریر کیا جس میں قرض کی دشواریوں کو گہرا گہرا کر قلمبند کیا ہے اور اختتام حُسن طلب پر کیا ہے، مگر اس خوبی دے ساختگی ہے کہ "امان" دینے والے نے ضرور امان دے دی ہوگی۔

کام بخش! از ہجوم قرض خواہاں می کشم
من کہ چوں عیسیٰ مجرد گشتہ ام از مفلسی
آں پریشانی کہ زہ از دست صاحب ہمتاں
تانیہ گر شایگان افتاد عیب من ممکن
می گریم از کف ایشاں کنوں بر آساں
مردمان گویند مفلس در امان حق بود
شایگان بندم بھی برباد گنج شایگان
سایہ حق چو قوی زان از قوی خواہم امان
ای کشمکش حیات نے کلیم کو غنیمت کردار عطا کی تھی۔ جب وہ دکن میں سرفراز ہوا تو بڑے دلکش انداز میں اعتراف احسان کیا ہے۔

درد دل بدل حب وطن مہر غوی است
کلیم کی ہندوستان سے محبت :-
خوش وقت کلیم اب بہشت دکن افتد

ایک طرف صفوی خاندان کی بے اقدائی اور دوسری طرف شاہان ہند کی فیاضیاں، ایران کے اکثر صاحب فن اشخاص اور خصوصاً شعرا کو کشاں کشاں ہجوم شوق لیے وار ہندوستان ہونے پر مجبور کر رہی تھیں۔ اس کا اعتراف صائب سلیم، دانش، مشہدی نے اس طرح کیا ہے۔

دقیقہ حاشیہ ص ۶۸

مواقع الخيال، ص: ۱۳۳ "وفات دی در سنہ الف و اثنی و ستین برودہ"

بہارستان سخن، ورق: ۲۱۵ و

"در سنہ یک ہزار و شصت و دو در خط کشید وفات یافت"

"Die Gedichtsammlung Vondem in J 1061 (1651)

gestorbenen Talib Kalavius Handan."

خزانہ عامہ، ص: ۳۹۱ پانزدہم ذی الحجہ سنہ اصدی و ستین و الف کلیم در آسایش کہ خلوشان شافت و دو کشمیر قریب محمد

قلی سلیم با خواب گسترده گفت تاریخ وفات او غنی ہے "طہر معنی بود روشن از کلیم" ۱۰۹۱

دیوان غنی، ص: ۱۳۳ ۱۰۹۱

مفتاح التواریخ، ص: ۲۵۸ ۱۰۹۱

سروآزاد، ص: ۷۷ ۱۰۹۱

ریاض الشعراء، ص: ۷۱۹ ۱۰۹۱

کلمات الشعراء غرض، ص: ۳۴، ۱۰۹۱

یو بیضا، ص: ۲۰۶ ۱۰۹۱

کلیات کلیم، ورق: ۶۲، باب ۱
کلیات کلیم، ورق: ۱۹۹، باب ۱

ہنچو عزم سفر ہند کہ در ہر سر بہت
 رقص سودائے تو در پہنچ مرنے نیت نیت (صائب)
 علی قلی سلیم یوں نطق ریز ہیں
 نیت در ایران زمین سامان تحصیل کمال
 دانش مہدی اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں
 راہ دور ہند پابست وطن دارد مرا
 چوں خاشب درمیاں رفتن بہ ہندوستان خوش است
 کلیم نے ہندوستان کو اپنا یا اور دم آخر تک اسی سرزمین کو سراہا رہا کبھی اس کی نوک خامہ پر حرف مخالفت نہ آیا
 بقول غالب سے وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے ۔

چنانچہ کہتا ہے

تو ان شب دوم گفتش بایں حسنی کہ ہر کہ رفت ازین بوستان پشیمانست

اسیر کشور ہندم کہ از وفور سرور
 گدا بدست گرفتت کاس طبعیہ
 بہ ہر کجا لگنی چشم چوں حباب قدح
 بغیر مایہ عشرت نمی شود منظور

احساس تنہائی، شعور بیکسی اور محبت عزیز و اقارب، کلیم کو وطن لوٹنے پر مجبور کرتے ہیں اور وہ محبت کے
 س دھارے کے بہاؤ میں بہتا ہوا ۱۰۲۸ آئین ایران مراجعت کرتا ہے "مگر شوق ہند" "چشم حسرت" کو پیچھے مڑ مڑ کر
 دیکھنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ وہ پشیمانی کا اظہار یوں کرتا ہے

اسیر ہندم وزین رفتن بیجا پشیمانم
 بایران می رود ناالاں کلیم از شوق ہمایاں
 کجا خواہد رساندن پریشانی مرغِ بسل را
 بیاسے دیگراں ہچو جس طے کردہ منزل را

کلیم کے معاصر مورخ محمد امین قزوینی "پادشاہ نامہ" میں اس کے اخلاق و عادات پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں
 "کلیم، بغایت بے تعلق و مہذب الاخلاق و خوش صحبت است"
 صاحب کلمات الشراہ لکھتے ہیں ۔

"میرزا محمد علی ماہر نقل می کرد کہ عجیب مرد خلیق، خوش محاورہ بود، ہر کہ در صحبتش می رسید فیض یاب

۱۵۱۹

۱۰۰ شعر العجم جلد سوم، ص

۱۵۱۹ کلیات کلیم، ورق : ۱۳۲

۱۰۱ کلیات کلیم، ورق : ۱۱۹

۱۵۱۹ پادشاہ نامہ قزوینی، ورق : ۴۷۶ ب

۱۵۱۹ میرزا محمد علی ماہر کلیم کے ہمعصر شاعر تھے۔ دونوں میں پُر خلوص دوستی تھی۔

کلام اور تاریخ و تذکروں کی روشنی میں یہ امر منکشف ہوتا ہے کہ کلیم متاہل نہ تھا اور نہ اس کے کوئی عزیز و اقارب
ہندوستان میں مقیم تھے۔ عنایات شاہانہ سے وقتاً فوقتاً فیض یاب ہوتا رہتا تھا اور آخراً یہ زندگی میں تو ۳۰ ہزار
روپیہ سالیانہ بھی مقرر ہو گیا تھا۔ اس لیے سرمایہ حیات کو وہ یا تو اہل کمال و فقر پر خرچ کر دیتا ہو گا یا پھر انتہائی
مصرف واقع ہوا ہو گا۔ جس کی وجہ سے اس نے کوئی یادگار نہیں چھوڑی، نہ عمارت کا پتہ ملتا ہے نہ کسی سرمایہ کا نشان۔
کلیم کے تعلقات معصروں کے ساتھ

کلیم اپنے معاصرین کے ساتھ محبت و رافت سے اور بزرگوں سے احترام و ادب سے پیش آتا تھا۔ کبھی کسی کی
ہجو بھی نہیں کہی۔ اس کا کلام ان بدنام دجوں سے بالکل پاک ہے۔ صاحب کا شعر اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ کلیم اپنے
معاصر و حریف شعراء سے ہمیشہ پر خلوص برتاؤ کرتا تھا۔

بغیر مناسب و معصوم نکتہ سنج و کلیم و گر کہ زابل سخن مہربان یک دگر اند
میرزا جلال اسیر (متوفی ۱۰۴۹) کلیم کے معاصر تھے مگر چونکہ کلیم ان کا متبع کرتا تھا انہیں اپنا استاد مانتا
تھا، اس لیے کہتا ہے۔

میرزائے جلال الدین بس است از سخن سخنان طلب گار سخن

راستی طبعش استاد من است گنج ہم بر فرق دستار سخن

کلیم ہر ایک کے غم کا ساتھی اور خوشی میں شریک رہتا تھا۔ جب ملک قمی شاعر شہیر و بار بار ابراہیم عادل شاہ
و معاصر کلیم نے وفات پائی تو اس کو بہت رنج ہوا اور اس نے تاریخ وفات اس شعر میں لکھی ہے۔
بحسب سال تاریخش ز ایام بجفتا "اوسر اہل سخن بود" ۱۰۲۵

کلیم قدسی دونوں درباری شاعر تھے اور دونوں نے حکم شاہی سے دو مثنویاں لکھیں۔ کلیم نے اپنی مثنوی
میں قدسی کا ذکر احترام سے کیا ہے مگر قدسی نے ایک شعر بھی کلیم کے متعلق نہیں لکھا لیکن کلیم کے خلوق و فراخ دلی
کا یہ عالم تھا کہ اس کے برتاؤ میں کسی قسم کا فرق نہ آیا اور جب قدسی نے ۱۰۵۶ میں انتقال کیا تو کلیم نے ۹ بند کا
لوبل مرثیہ لکھ کر حق دوستی ادا کیا۔ اس کے معاصر شاعر سلیم قدسی سے اس کی محبت و رفاقت کا نقش غنی کشمیری
کے درج ذیل اشعار میں ملتا ہے۔

عمر یاد را و زیر زمیں خاک بر سر کرد قدسی و سلیم

انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ ہر بڑے سے بڑے آدمی میں ایک نہ ایک کمزوری ضرور ہوتی ہے
 کلیم کا بھی ایک عام شخص کی سی عادتوں کا حامل ہونا بعید از فہم نہ تھا چنانچہ اس میں مذہبی تعصب بہت زیادہ تھا۔ اور
 یہ خاصہ اہل کاشان بھی تھا "مردم انجاشیعہ آشتی عشری اندہ بغایت متعصب"۔ منقبت حضرت علیؑ میں ایک قصیدہ
 دستیاب ہوا ہے جس کے چند اشعار سے یہ کمزوری جھلک رہی ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ ہندوستان کے
 ماحول نے اسے فراخ دل بنا دیا تھا کیونکہ اس قصیدہ میں شیخین پر تہمتیں نہیں ہے جس سے اس کے خیالات معلوم ہوتے ہیں کہ
 اُسے دوسروں کے جذبات کا احترام کرنا بھی آتا تھا۔

خبر علیؑ ہر کس ندارد در رہ دیں رہنا راہ و گور پست و آں رہبر حمادی چوں عصا
 دیگرے راجز علیؑ گفتن امیر المؤمنین آں چنان باشد کہ کس گو سالہ را گوید خدا
 پیش سنیاں بہم چشمی کجا باشد حساب گر سگی روباہ بازی کرد با شیر خدا
 پیش بے باکی کہ قرآن سوختن جسا نبرد سہل باشد آتش انگذدن بدین مصطفیٰؐ
 ہر شخص میں کچھ نہ کچھ نقائص اور کمزوریاں ہوتی ہی ہیں ورنہ انسان و فرشتے میں فرق ہی کیا ہوتا اور فرشتوں کی
 سی مصوئیت کے ساتھ اس کرہ ارض پر رہ بھی تو نہیں جاسکتا۔ مذکورہ بالا تفصیلات اس امر کی شاہد ہیں کہ مجموعی طور پر
 کلیم ایک مہذب الاخلاق، مستقل کردار اور غنی طبیعت کا مالک تھا جس کی تعریف میں نہ صرف دوست بلکہ حریف بھی
 رطب اللسان تھے۔

حیاتِ کلیم کی تفصیلات تشنہ رہ جائیں گی اگر ہم اس کے قلم کی اس خصوصیت کو اجاگر نہ کریں جس سے قطعات
 تاریخی، مرصع قصیدے اور مثنویاں تراشش ہوتی تھیں اور جن کے سلسلہ میں "شاہ لک نجش" نے کلیم کو بے دریغ نوازا
 تھا۔ ان کی تفصیل بلحاظ سند درج کی جاتی ہے۔

- | | | |
|-----------------|--------------------------------|---|
| ۱۔ ۱۰۳۷ (رباعی) | "تعمیر پیش جبر کو کہ شامی" | مدہ شایستہ سے سرفراز ہوا |
| ۲۔ ۱۰۳۸ (رباعی) | "نذر فیل سفید بہ باد شاہ جہان" | " |
| ۳۔ ۱۰۴۰ (رباعی) | "بر قتل خان جہان لودی" | " |
| ۴۔ ۱۰۴۳ (رباعی) | "بر شکار آہو" | " |
| ۵۔ ۱۰۴۴ (قصیدہ) | "جشن تخت طاؤس" | زین طویا گیا ادب پانچ ہزار پان سو روپیہ |
| ۶۔ ۱۰۴۸ (قصیدہ) | "جشن وزن" | ہزار روپیہ |
| ۷۔ ۱۰۵۵ (قصیدہ) | "مقدم شاہ در کشمیر" | ۲۰۰ روپیہ |

۸۔ ۱۰۵۵ (قصیدہ)

”مراجعت شاہ ازگشیر“

۹۔ نامعلوم (قصیدہ)

”قیصر روم کے جواب کے لیے کلیم نے قصیدہ لکھا“
زمین ٹکوا یا گیا۔

۲۰۰ مہر
زمین ٹکوا یا گیا اور اندازاً پانچ ہزار پانسو
روپیہ ۷۰۔

۳۰ ہزار سالیانہ

۱۰۔ ۱۰۴۸ تا ۱۰۶۱

۱۵ × ۲۰۰۰۰ = ۳۰۰۰۰ + ۴۵۰۰۰۰ + ۱۰۰۰ + ۱۱۰۰۰ = ۴۷۱۰۰۰ لاکھ ۲۰۰۰ ہزار

ان قدر دانیوں کی تفصیلات ہمارے ذہن کو کلیم کی اس بے نوائی کی طرف منطقت کرتی ہیں جب وہ اور آخری زندگی
دونا تجربہ کار لڑکے، آرزوؤں کے محل تعمیر کرتے ہوئے شیراز سے بیجا پور کی طرف روانہ ہوئے تھے کیونکہ انہیں
یقین تھا کہ ان کا قلم ایران میں ”سامانِ تحفیل کمال“ کا باعث نہیں ہوگا۔ شوق کے غلبہ سے معمور دل یہ کہتا ہوا
منزل کی طرف روانی دواں ہے ۵

نہ رہی رونہ رفیق و نہ منزلت مرا براہِ شوقِ عمان بر عمان سیلا بم

بیجا پور پہنچتا ہے۔ حبِ دلخواہ قدردانی نہیں ہوتی۔ ۱۰۲۰ میں ممدوح فواب شاہنواز خان راہی عدم
ہو جاتا ہے اور کلیم ۱۰۲۸ میں ایران لوٹ جاتا ہے لیکن وہاں کسی قسم کی پذیرائی نہیں ہوتی ہے۔ تو پھر ہندوستان
کی طرف گامزن ہو جاتا ہے اور آخر کار دربار شاہجہانی میں بارپاک ملک الشعراء کے ممتاز عہدہ پر فائز ہوتا ہے
شہرت و عزت قدم چومتی ہے، دولت فرش راہ ہوتی ہے۔ شاعری اپنی معراج پر پہنچتی ہے اور یہ عزت
افزائی، رفعتیں اُسے اس لیے نصیب ہوئیں کہ وہ اہل قلم تھا۔ فنون لطیفہ میں شاعری کو جو درجہ حاصل ہے وہ
کسی اور آرٹ کو حاصل نہیں، کیونکہ مصور کی نقاشی، بُت تراشی کا مجسمہ، موسیقار کا نغمہ، رنگ و پرش،
تیمشہ اور ساز کا محتاج ہے اور اس پر بھی امتدادِ زمانہ کے اثرات مرتب ہوتے رہتے ہیں اور وہ لازوال نہیں
ہو سکتا مگر شاعر کی زبان سے نکلے ہوئے اشعار اکثر اوقات قلم و قریطاس کے احسان اٹھائے بغیر سینہ بہ سینہ
منتقل ہوتے رہتے ہیں اور رہتی دنیا تک ان کے زبانِ زوِ خاص و عام ہونے کا یقین رہتا ہے۔ یہ شاہکار
لافانی ہو سکتے ہیں۔ سماج محل، ایورہ و ایجنٹ کے غار، تان سین کا دیمک راگ، جاوداں ہونے کا کوئی یقین
نہیں دے سکتا۔ اسی لیے تاریخ شاہد ہے کہ شاہانِ سخن نواز نے کسی رقاصہ، کسی مصور، کسی سنگ تراش کو ذریعہ
نہیں ٹکوا یا، لیکن شاعر ہر وقت نواز آگیا ہے۔

کلیم کی زندگی میں بہت سے ایسے مواقع آئے جب کہ اُس نے اپنی شاعری کے جوہر دکھائے لیکن تاریخوں میں
اس کا ذکر نہیں ہے کہ اُسے ہر وقت معاوضہ ملا۔ اس کے باوجود کلیم کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ عہدِ شاہجہانی میں
دومرتبہ زمیں ٹکوا یا گیا اور ۴۶ لاکھ ۲۰۰۰ ہزار روپیہ، ۲۰۰ مہر اور متعدد خطوں سے سرفراز کیا گیا اور اس کے معارف
میں بہت کم شعراء کو یہ اعزاز نصیب ہوا تھا کہ انہیں ان کی محنتوں کا پورا ثمر حاصل ہوا ہو۔

باب دوم

ابوطالب کلیم کے معاصر شعراء

معاصرین شمالی ہند

ابو طالب کلیم ملک الشعراء دربار شاہجہانی کے یوں تو بہت سے معاصرین تھے لیکن ان میں سے چند ہی سے اس کا قویٰ ربط و تعلق تھا۔

- ۱۔ امرا و وزراء سے اس کے انسلاک و تعلق خاطر کا ذکر باب اول میں ہو چکا ہے۔
- ۲۔ یہاں ہم صرف اُن شعراء کا ذکر کریں گے جن کا تعلق کلیم سے متعین طور پر معلوم ہوتا ہے اور ان شعراء کے صرف اتنے ہی حالات قلمبند کیے جائیں گے جن کا بیان ناگزیر ہے۔ تفصیل کے لئے قارئین متداولہ تذکروں سے استفادہ کر سکتے ہیں۔

میر معصوم (متوفی ۱۰۵۳ھ)

میر معصوم (شاعر بزرگ عہد عادل شاہی) کے بھائی میر سبیر کاشی بھی کلیم کے ہم عصر تھے۔ صائب کے اشعار اس امر کے شاہد ہیں کہ وہ صائب اور کلیم کے مخلص دوست تھے لیکن کلیم کے کلام میں ان کا ذکر نہیں ملتا۔ میر معصوم ابتداء میں کئی سال تک حسن خان حاکم ہرات کی سلک مداحان میں منسلک رہے اس کے بعد عہد شاہجہانی میں ہندوستان آکر اعظم خان نایب نگار کے زیر سرپرستی زندگی کے دن پورے کئے۔ میرزا محمد علی ماہرنے تاریخِ دہلیت اس مصرع میں کہی ہے:

”معصوم نزد حیدر و سبیر قدم نہاد“ (۱۰۵۳)

قدسی امتونی ۱۰۵۶

محمد جان قدسی الہیاء مشہد سے تھا۔ شاہجہان کے تخت نشین ہونے کے ۳ سال بعد یعنی ۱۰۴۱ میں ہندوستان آیا اور شاہجہان کے دربار میں حاضر ہونے کا شرف حاصل کیا۔ روزِ اول ہی ایک قصیدہ حضورِ شاہ میں گزرا جس پر شاہ نے خلعت اور دو ہزار روپیہ انعام عطا کیا۔ اس قصیدہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

لے قلم بر خود ببال از شادی و بکشا زبان
در شنائے قبلہ دین ثانی صاحبِ قرآن
جو ہر اول شہاب الدین محمد کنزِ ازل
از برائے خدمتش زوچرخ دامن ہریان
شہرت آثارِ مدتش زود بر خواہد گرفت
تہمت ز بخیرِ عدل از گردن نوشیروان
۱۰۴۴ میں شہنشاہ شاہجہان نے تختِ طاؤس تیار کروایا تو اس نادر روزگار تخت کے لیے قدسی نے ایک مثنوی پڑھ کر قلم کی جس کو حکم شاہی سے مینائے سبز میں تخت کے اطراف منقش کیا گیا۔ جس کا مطلع درج کیا جاتا ہے۔

زہی فرخندہ تختِ پادشاہی کہ شد سامان بستایدِ الہی
اس موقع پر کلیم نے بھی ایک قصیدہ نظم کیا جس کے صللہ میں شہنشاہ سخن نواز نے اسے زریں تلوایا۔
۱۰۴۵ کے جشنِ نوروز میں "وزن مبارک" کے موقع پر قدسی نے ایک قصیدہ غزا حضورِ شاہ میں پیش کیا اور اس کے صللہ میں قدردانی شاہانہ سے زریں تلوایا گیا۔ جس کی رقم پانچ ہزار پانسو ہوئی۔ صاحبِ عمل صالح کی عبارت ملاحظہ ہو۔
"شانزدہ (شوال) حاجی محمد جان قدسی رادر جلدوی قصیدہ کہ بمدح پادشاہ فلک پایگاہ محلی ساختہ بود بزرگشیدہ مبلغ وزن را کہ پنج ہزار و پانصد روپیہ شد با و مرحمت گردید۔"

اور ۱۰۴۴ میں جب کلیم تولا گیا تھا تو اس کے ہم وزن بھی اتنی ہی رقم ہوئی تھی۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قدسی و کلیم نہ صرف ہم عصر تھے بلکہ اتفاق کی بات ہے کہ ہم وزن بھی تھے۔

۱۔ علی صالح جلد اول، ص: ۵۰۸

۲۔ "جلد دوم، ص: ۸۷؛ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۸۰

۳۔ "جلد اول، ص: ۸۸

۴۔ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، حصہ دوم، ص: ۱۳۲

۵۔ علی صالح جلد دوم، ص:

دوسرے شعراء کے ہمراہ قدسی بھی کشمیر چلا گیا اور وہاں ہر موقع پر قصاید وغیرہ قلمبند کرتا رہا۔ اُسی زمانے میں حکم شاہی صادر ہوا کہ شعراء اپنے تخت حکمران منلیہ کے با عظمت و جلال کا زناموں کو منظوم تاریخ کی شکل میں قلمبند کریں۔ کلیم قدسی نے تعمیل حکم کی اور دو مثنویاں نظم کیں۔ قدسی نے اپنی مثنوی شروع تو کی لیکن اس کو پایہ تکمیل کو پہنچا نہ سکا اور کلیم اپنے فرض سے بڑی طرح عہدہ برا ہوا۔ قدسی کی مثنوی آج "نظر نامہ شاہجہانی" کے نام سے یاد کی جاتی ہے اور کلیم کی مثنوی "شاہنامہ" کے نام سے معروف ہے۔

قدسی نے ۱۰۵۹ میں اس جہان فانی سے کوچ کیا تو کلیم نے اس سانحہ عظیم سے متاثر ہو کر ۹ بند کا ایک طویل مرثیہ لکھا جس کا مطلع درج ذیل ہے۔

چوں منالم کہ خزاں کرد گستانِ سخن رفت در موسم گلِ دہنِ بستانِ سخن

سلیم (متوفی ۱۰۵۷)

میرزا محمد قلی نام سلیم تخلص کرتا تھا ۱۰ ابتداء میں میرزا عبداللہ وزیر لائیبجان کی مداحی کرتا رہا۔ وہاں سے ہندوستان آیا۔ لائیبجان کی تعریف میں جو مثنوی لکھی تھی اس کا عنوان بدل کر "در تعریف کشمیر" کر دیا۔ فہرست کتب خانہ

۱۰ Catal. Bankipore. Per. Mss., Vol. III, P. 97

۱۱ کلياتِ سلیم نسوبہ، ورق: ۶۳؛ سوزاوا، ص: ۶۲

۱۲ کلیم در مرثیہ او ترکیب بندے گفتہ و تاریخ چین یافتہ۔ ۵

دورانِ بیل قدسی چیم زندان شد (۱۰۵۷)

Catal. Bankipore Lib. per. Mss., Vol. III, P. 88

"Salim's biographers relate that when the poet tried to get access to the Imperial Court with a Masnawi in praise of Kashmir, his contemporary, Kalim, who was then a favourite poet of the Imperial thrones, maliciously

(بقیہ حاشیہ ص ۷۹)

بانگی پور میں لکھا ہے کہ

"کلیم نے توجہ شاہانہ کو اس مثنوی کی طرف مبذول کرایا۔ بندہ بریں سلیم عنایت شاہانہ سے محروم رہا۔"
مذکورہ بالا واقعہ کا ذکر اس پہنچ دانداز میں کہیں اور نہیں ہے، ممکن ہے کہ کلیم نے حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہو کیونکہ
حالات بتاتے ہیں کہ سلیم کے بارپانے سے کلیم کے مرتبہ کو کوئی دھکا نہیں پہنچ سکتا تھا۔ کیونکہ کلیم تو ۱۰۴۲ء سے قبل ہی
ملک الشعرا بن چکا تھا۔

دوسرے یہ کہ غنی کشمیری نے وفات کلیم پر جو قطعہ لکھا ہے اس کو پڑھ کر یہ امر اچھی طرح واضح ہوتا ہے کہ قدسی
کلیم و سلیم میں بے حد محبت و یگانگی تھی۔ غنی کا کہا ہوا مستند اور قابل قبول بھی ہے کیونکہ غنی کشمیری ہم عصر تھا۔ اگر یہ
بیان صحیح ہو تا تو اس کا اثر یقیناً رہتا اور سلیم و سلیم میں اتنے مراسم نہ رہتے جتنے کہ غنی کے بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔
اس لئے فہرست نگار بانگی پور کے اس بیان کی تردید معاصر شاعروں کے اشعار اور حالات سے خود ہوتی ہے۔

سلیم نے ہندوستان میں اسلام خان ناظم بنگالہ کی ندیمی اختیار کی اور ہمیشہ اس کے ہمراہ رہا۔ اتفاق
کی بات ہے کہ ۱۰۵۷ء میں اسلام خان نے انتقال کیا اور اسی سال سلیم نے بھی کشمیر میں وفات پائی اور تخت سلیمان
کے پاس مدفون ہوا۔

(بقیہ حاشیہ ۵۷)

brought to the notice of the Emperor that the masnawi
brought by Salim for the perusal of the Emperor was
originally composed by him in praise of Lâhijan,
and subsequently he changed the heading of Masnawi
into "در تعریف کشمیر" in praise of Kashmir. This made a
very bad impression securing the royal
favour."

۱۔ محل صالح، جلد سوم، ص: ۴۴

۲۔ محل رضا، ص: ۷۸

"میر عبد السلام مشہدی کہ اکوڑ مخاطب باسلام خان وزیر ہندوستان است، مقرب آن درگاہ

بخشتی سپاہ نظر پناہ بود"

ظفر خان حسن (متوفی ۱۰۷۳)

میرزا حسن اللہ ظفر خان، خواجہ ابوالحسن تربتی کا لڑکا تھا۔ اعلیٰ تربیت نے ذوقِ شعری کو اور بھی متجلا کر دیا تھا۔
مگو صاحبِ سیف ہونے کی وجہ سے صفحہ قرطاس پر اپنے ذوق کے نقوش چھوڑنے کا موقع کم ملتا تھا۔ اس لیے وہ
ایک سو سالار تو بن گیا لیکن ہجومِ مصروفیات نے اسے ضخیم دیوان کا مالک نہ بننے دیا۔ پھر بھی صاحب کے بغفلت
شاعر سے قریبی ربط ہونے کی وجہ سے تاریخ ادبیاتِ فارسی کے صفحات ہمیشہ ظفر خان کے نام سے فرین رہیں گے۔
۱۰۲۳ میں اسے کابل پر بحیثیت صوبہ دار مامور کیا گیا اور اس کی سپاہیانہ زندگی کا باضابطہ آغاز یہیں سے
ہوتا ہے۔ ۱۰۴۲ میں کشمیر اس کے سپرد ہوا اور بہت دنوں یہاں مقیم رہا۔ چونکہ دربارِ شاہجہانی کے بہت سے شعراء
شاہجہان کے ساتھ یہاں آکر قیام پذیر ہو گئے تھے اور کارنامہ ہائے شاہانِ مغلیہ کو نظم کرنے میں مصروف تھے اس لیے
ظفر خان کو بھی اپنے ذوقِ شعری کے پورا کرنے کا بہترین موقع مل گیا۔ کلیم نے ایک "ساتی نامہ" بصورتِ ترجیح بند ظفر خان
کے حکم سے نظم کیا تھا جو اب بند پر مشتمل ہے اور اس کے ایک شعر سے ظفر خان کا حوالہ ملتا ہے۔
ہر خند غزل گوئی و مستی فنِ مانیست چوں طرح غزل کرد ظفر خان چہ توان کرد

کلیم کی ایک غزل ملتی ہے جس کے ایک شعر سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کشمیر میں "طرحِ شاعرے" اور بزمِ شاعری
کی "جمیعت" ظفر خان ہی کے دم سے تھی۔ غزل درج ذیل ہے۔

نکوۂ درو ترا کے پیش درباں می کنم	تشنہ می میریم و مشک آبِ حواں می کنم
بے توتار کیست کشمیرے چہ ابرغ دید ہا	ماسیہ روزیم در شب سیرستان می کنم
گل اگر تاسینہ در کشمیری آید چہ سود	ماکہ گل از آشکِ خونیں در گریبان می کنم
ماجرے دیدہ می گویم پیشِ سیلِ ہاشک	اہلی بین شکوہ کشتی بہ طوفان می کنم
از ظفر خان بوداں جمیعت و طرح غزل	باکہ دیگر زلفِ معنی را پریشان می کنم
تا تورفتی دل بفرخِ خویشتن افتادہ است	سرچو می بازیم آنکہ فکرِ سامان می کنم
بادہ کشمیر از بزم تو صاحب نشہ بود	بے تو ما خاطر نشانِ مئی پرستان می کنم
داغ می ماند کلیم از لالہ زار از دست رفت	ہر چہ دشوارست ما بر خویشتن آسان می کنم

صائب اور ظفر خان کے تعلقات کی تفصیلات نیچے درج ہیں۔

آخر عمر میں ظفر خان دارالسلطنت لاہور میں فروکش ہو گیا تھا اور ۱۰۷۳ میں اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔

غنی کشمیری متوفی ۱۰۷۹ھ

علامہ طاہر غنی اہل لیاں کشمیر سے تھا۔ غلام علی آزاد لکھتے ہیں کہ وہ علامہ حسن فانی کا شاگرد تھا۔ غنی کشمیری ظفر خان کی صوبیداری کے زمانے میں آفت شاعری پر طلوع ہوا۔ اور بہت شہرت حاصل کی۔ نواب وحید الزماں طاہر وحید کی مداحی بھی کی۔ وہ کلیم صاحب اور قدسی کا ہم عصر تھا۔ اس نے کلیم کی وفات پر ایک قطعہ تاریخی لکھا ہے۔

صائب نے اس کی غزل پر تفسیر کی ہے۔

یاد ایامی کہ دیگب شوقی ماسر پوش داشت
ایں جواب آں غزل صائب کی گوید غنی

غنی نے نہ صرف فارسی زبان پر عبور رکھنے کی وجہ سے شہرت حاصل کی بلکہ ایک اچھے شاعر کی حیثیت سے اس کا نام حیریدہ ادب پر ثبت ہے۔

محمد علی تاہر نے اس کے دیوان کو مدون کیا تھا جو طبع ہو چکا ہے۔ ۱۰۷۹ میں غنی نے اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔

صائب متوفی ۱۰۸۰ھ

فخر غزل گوئے شعرائے متاخرین میرزا محمد علی صائب تبریزی کی ولادت تبریز میں اور نشوونما اصفہان میں ہوئی آغاز شباب میں حرمین کا سفر کیا۔ شاعری کی تربیت حکیم رکن کاشی اور حکیم شفا فی سے حاصل کی۔ ہندوستان کی فیاضیاں اس کو ہندوستان کھینچ لائیں۔ چنانچہ کہتا ہے۔

ہمچو عزم سفر ہند کہ در ہر دل ہست
رقص سودائی تو در ہج سری نیست کہ نیست

شاعری کو ذریعہ معاش بنانے میں صائب اس فن کی عظمتوں کی توہین سمجھتے تھے، اس لیے تجارت کے سلسلہ میں دہلی آئے۔ دربار شاہجہان میں باریاب ہو کر مستعد خان کے خطاب سے سرفراز ہوئے۔ یہیں ظفر خان صوبہ دار دکن و کشمیر سے ملاقات ہوئی تعلقات اس مدت تک بڑھے کہ آج تک صائب و ظفر خان دو قالب ایک روح کی طرح مشہور ہیں۔

تھوڑے دنوں بعد صائب اپنے ضعیف باپ کے اصرار پر وطن واپس چلے گئے۔ مدد و مدد سے جس عجز و نیاز سے رخصت مانگی ہے اس کی ایک جھلک ان اشعار میں ہے۔

شش سال پیش رفت کہ از اصفہان بہ ہند
آوردہ است جذبہ گستاخ شوق من
ہفتاد سالہ والد پیرست بندہ را
دارم امید رخصتی از آستان تو
مقصود از آمدنش بردن منت
باجبہ کشادہ تر از آفتاب صبح

افتادہ است تو سن عزم مرا گذار
از اصفہان باگرہ و لاہور شش اشکبار
کز تربیت بود بہمنش حق بے شمار
لے استانت کعبہ امید روزگار
لب را بحر رخصت من گن گھر نثار
دست دعا بیدرقہ راہ من بر آرد

صائب نے کلیم کا ذکر بڑے خلوص سے اپنی غزل میں کیا ہے جس کے چند اشعار یہاں درج کیے

جاتے ہیں ۷

خوش آن گروہ کہ مست بیان یک دگرند
نمی زند بہ سنگ شکست گوہر ہم
زند بر سر ہم گل زمصرع رنگین
سخن تراش چو کردند تیغ الماس اند
بغیر صائب و معصوم نکتہ سنج و کلیم

ز جوش نکر می ارغوان یکٹ دگرند
پے رواج متاع دکان یکٹ دگرند
ز فکھ تازہ گل بوستان یکٹ دگرند
زند چو طبع بہ کندی فان یکٹ دگرند
دگر کہ ز اہل سخن مہربان یکٹ دگرند

ہندوستان سے واپس جانے کے بعد سلاطین صفویہ نے بھی صائب کی قدر و منزلت کی۔ آخر کار انہوں نے
اصفہان میں ۱۰۸۰ میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔

شیدا

فتح پور اکبر آباد میں شیدا کی ولادت ہوئی اور وہ دربار شاہجہانی سے فیض یاب ہوا۔ شیدا کے
کلیات میں یوں تو بہت سے قصائد، غزلیات و رباعیات ہیں لیکن جن سے کلیم کے کلام کا مقابلہ مقصود ہے وہی
پہلے پیش کیے جاتے ہیں۔ شیدانے بھی ایسے قصائد لکھے ہیں جن میں تاریخی واقعات منظر ہوں ہیں مثلاً شہزادہ
داراشکوہ کے جشن عروسی پر اس نے جو قطعہ لکھا تھا وہ یہاں درج کیا جاتا ہے ۷

شاہ والاہمت آن شاہ جہاں
انکہ از خورشید تابان ہر سر
داد پیوندی بہ فرزند خلف
کز شرف صاحبقران ثانی است
خواند از دانش خط پیشانی است
باعر و سی کوز بخت ارزانی است

برکف دارالشکوہ جم منشس
کو زکان شاہ لعل کافی است

"بادروز افزوں شکوہ شاہ ما"
سال تاریخش "معنی دانی" است

کلیم نے اسی "جشن عوسی" کے موقع پر درج ذیل قطعہ تاریخی پیر قلم کیا تھا جو شیدا کے مقابلہ میں زیادہ
مرصع ہے جسکی بحر زیادہ مترنم ہے اور الفاظ کی شوکت شاہی شکوہ و جلال کے شایان شان ہے۔

ازیں دلکش جشن وافر سرور
ہمہ عید شد سر بسر ماہ و سال

زماں را گرفت امتداد فرح
چو تاری کہ پنہاں شود در لال

دو سعد انصت بر برج شاہنشہی
بر برج شرف یافتند اتصال

ز آمیزش زہرہ و مشتری
سعادت گرفتند اوج کمال

خود بہر تاریخ این سود گفت
"قرآن کردہ سعدین برج جلال" ۱۰۲۲

شیدانے "جلوس تحت طاؤس" کے موقع پر (۱۱۰۱) اشعار کا قصیدہ حضور شاہ میں گزرانا تھا، جس کے
چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔ شیدا کا یہ قصیدہ اس کی قدرت قلم کا بہترین ثبوت ہے۔

شاہ باد آمدن جشن جم و عید صیام
کز عجم تا عرب امروز نشاط آمدہ عام

چوں دو دمساز موافق ز سر مہر وفا
بستہ پیمان بدل و دسرت بآئین کرام

جشن جم عہد نشاط است کہ شاہان عجم
لازم عیش شناسند بنا موس و بنام

تخت اینست کہ آرامت شہشاہ جہاں
کہ براں تخت نشیناد ہمہ عمر بکام کہ

کلیم نے اس وقت جو قصیدہ تحریر کیا تھا اس کے چند اشعار بغرض موازنہ یہاں درج کیے جاتے ہیں۔

نحستہ مقدم نوروز و غرہ شوال
نشانہ اند گل عیش بر سر مہ و سال

شرف پذیرد نوروز در چنیں عیدی
کہ بادشاہ نشیند بہ تخت استقلال

بوصف تخت مرصع گہر نشان گشتم
خدا نصیب کند عمر خضر و طول مقال

بہ تخت پادشہی ہمو قطب ثابت باشش
نہ بید انصت سر جاہت تغیر احوال

شیدانے "مخزن اسرار" کی بھر میں "دولت بیدار" کے نام سے ۱۲ ہزار اشعار کی ایک مثنوی لکھی ہے جسکی
مطلع یہ ہے۔

۱۰ کلیات شیدا، ورق: ۲۸۱ ۱۱ کلیات شیدا، ورق: ۱۶۰ ۱۲ علی صالح، جلد سوم، ص: ۴۰۵

"(شیدا) قریب بہ ہزار بیت مثنوی منظم ساختہ شمل بر سخاں حکمت آمیز و معانی دلانیزہ و آں را "دولت بیدار" نام نہادہ و

بر آغا زان این بیت است۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم۔"

آئندہ سرچشمہ فیض عظیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شیدانے حاجی محمد جان قدسی کے ایک قصیدہ پر جس کا مطلع درج ذیل ہے۔ بطور اعتراض ایک قصیدہ لکھا تھا جو بہت مشہور ہوا ہے

عالم از قائل من بے تو چنان تنگ فضاست کہ پسند از سر آتش نتواند برخاست

صاحب سر و آزاد لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ شیدانے ایک قصیدہ کہا۔ جب اس قصیدہ کا درج ذیل مطلع صاحب قرآن ثانی شہنشاہ شاہجہان کے گوش گزار ہوا تو بہت برہم ہوئے اور اس کو شہر بدر کرنے کا حکم صادر فرمایا۔

چیت دانی بادہ گلگون مصفا جوہرے حسن را پروردگارے عشق را پیغمبرے

بجڑے حالات کا خطرناک انجام دیکھ کر شاعر نے معذرت چاہی اور مولانا جامی کا یہ شعر جوازیں پیش کیا ہے

از صراحی دوبار قلمتسل مے پیش جامی بہ از چہار قل است

آخر کار شاہ خطاب نے اسے معاف کر دیا اور اس واقعہ کے بعد شیدانے کشمیر میں گوشہ نشینی اختیار کر لی اور تاحیات وہیں مقیم رہا۔

سعدائے گیلانی

یہ شاعر شہنشاہ جہانگیر کے عہد حکومت میں گیلان سے ہندوستان آیا۔ شہنشاہ نے اسے بے بدل خان کے خطاب سے سرفراز کیا اور زرگر خانہ کی داروغہ گری پر مامور کیا۔ چونکہ صاحب قلم بھی تھا اس لیے موقع بہ موقع اس کے قلم گوہر بارے اشعار نکلتے رہے۔

عبد الحمید لاہوری نے "پادشاہ نامہ" میں اس کے جن اولین اشعار کا حوالہ دیا ہے اُن سے تہنیت جلوس کی تاریخ نکلتی ہے۔

"جلوس شاہجہان دادہ زیب ملت و دیں" ۱۰۳۷ھ

۱۰۳۷ھ سرقا زاد، ص: ۸۳

۱۰۳۷ھ غل صالح، جلد سوم، ص: ۴۰۵

۱۰۳۷ھ چہار قل سے مراد قرآن مجید کی مندرجہ ذیل چار سورۃ مراد ہیں،

چونکہ ان سورتوں کا آغاز صیغہ امر واحد مذکر "قل" سے ہوتا ہے اس لیے ان کو چہار قل کہا جاتا ہے۔

سورۃ الکافرون ۱۰۹
سورۃ الاخلاص ۱۱۲
سورۃ الفلق ۱۱۳
سورۃ الناس ۱۱۴

۱۰۳۷ھ پادشاہ نامہ لاہوری، جلد اول، ص: ۹۵

۱۰۴۴ میں جب شاہجہان تخت طاؤس پر جلوہ افروز ہوا اور قدسی، کلیم و دیگر شعرا کے پارے تخت نے تصاید غرا پیش کر کے گراں بہا میلہ حاصل کئے اس وقت سعیدائے گیلانی نے بھی ۱۲۴۰ اشعار کا ایک قصیدہ غرا لکھا جس میں ولادت شاہجہان سے ۱۰۴۴ تک کی تفصیلات منظم ہیں۔

۱۰۴۵ میں شاہجہان نے چالیس ہزار کے مصارف سے اجیر میں ایک مسجد تعمیر کرائی جس کی تاریخ بے بدل خان گیلانی نے لکھی ہے۔

”قبلہ اہل زماں شد مسجد شاہ جہان“ ۱۰۴۵

کلیم کے کلیات میں بھی ایک قطعہ اس مسجد کی تعمیر سے متعلق نظر سے گذرا ہے جس کا ذکر باب اول میں تفصیل سے کیا جا چکا ہے۔ چونکہ بے بدل خان کا قطعہ ہی دستیاب ہوا ہے۔ اس لیے کلیم کے قطعہ کا مقطع ہی درج کیا جاتا ہے۔

”کعبہ حاجات و نیا مسجد شاہ جہان“ ۱۰۴۵

سعیدائے گیلانی کی تاریخ وفات پر کسی مورخ، شاعر یا تذکرہ نویس نے روشنی نہیں ڈالی۔ سب کے سب اس واقعہ کے متعلق خاموش ہیں۔

مقام کلیم

یہاں تک ہم نے اکثر معاصر شعرا کے حالات، ان کے کلام اور ان کے ساتھ کلیم کے تعلقات کا تفصیلی جائزہ لیا، لیکن ہمارا عنوان تشنہ رہ جائے گا اگر ہم اس باب کے دوسرے پہلو یعنی معاصر شعرا میں کلیم کے مقام کا تعین نہ کریں۔ اس کے کلام کے سوا دیگر معاصر و متاخر تذکرہ نگار و مورخین کی رائیں بھی کافی اہمیت رکھتی ہیں۔ بنابرین اس عنوان کے متعلق بحث کرنے کے لیے اب ہم ان کے بیانات درج کرتے ہیں۔

معاصر مورخ محمد صالح کنبوه، کلیم کے کلام پر ان الفاظ میں روشنی ڈالتے ہیں:-
 ”چوں گفتارش ہوش فریب و دلاویز و طبعش معنی رس و فیض آمیز بود، بخطاب ملک الشعراء
 امتیاز یافت۔ بالجمہلہ شاعر جاد و فن، تازہ گفتار است و بنائے سخن از مقامات فکر و فکر و اندکشاہنگش
 مستحکم و استوار۔ سخنانش پختہ است و بمیزان اندیشہ برنخستہ۔ ہر چہ گفتہ ہمہ متین و دلنشین و

عبارتش صاف و معنیٰ رنگین ہے۔

قدرت اللہ گویا موی یوں رقمطراز ہیں :-

”رنگ بخش گلستانِ سخن و عندلیب چمنستانِ دین، فن طبع بلندش طالبِ مضامین رنگین و فکرِ نزاکت پسندش متلاشی خیالات و نشین وادی اقسامِ نظم را بگام فصاحت طی نمودہ و در مراتبِ سخن به خوش کلامی سبقت ربودہ“

صاحبِ خزائنِ عامرہ اس طرح نطق ریز ہیں :-

”کلیم ابو طالب استادِ قیامت کا راست و تختہ کن و کانِ فصحاء و زکوارِ خامہ سحر شکن اود عصا است بلکہ آستینِ یدِ بیضا، جمیع اقسامِ سخن را در کمالِ خوبی بکری نشان دے“

افضل خان سرخوش لکھتے ہیں :-

”شاعر عمدہ پلے تخت، قدرت معنی یاب، تاریخ گو، در جمیع فنونِ سخن سنجی و سخنوری طاق و در ہمہ کمالاتِ خوش گوی و نکتہ وری شہرہ آفاق بود“

کلیم کے متعلق تذکرہ یدِ بیضا میں یہ عبارت ملتی ہے :-

”عمدہ سخن سنجانِ بلاغت نظام و قدوۃ زبان آورانِ براعت انتظام بودہ زادۃ طبع روشنش یدِ بیضا است و خامہ سحر شکنش ہمدست عصا و در جمیع اسالیب نظم یدِ طولی دارد، ہمہ جا دادِ سخنوری میدے“

کشن چندا خلاص مدحِ کلیم میں یوں گویا ہیں :-

”شاعرِ اعجازِ رقم میتواں گفت ہر چہ گفتہ ہمہ متین و دلتشین عبارتِ روشن و معنیٰ رنگین“

صاحبِ بہارستانِ سخن، کلیم کے متعلق اس طرح اظہارِ خیال کرتے ہیں :-

”بہ صفائی ذہن و ذکاوتی طبع و فطرت رسا و استعداد بلند اقرانِ رجحان داشت۔ اور اخلاق المعانی ثانی گفتہ اند“

معاصر مورخ محمد امین قرظی کلیم کے مرتبہ کو ان الفاظ میں معراجِ کمال پر پہنچاتے ہیں :-

”الحق شاعرِ یست جا دو فن و نکتہ پرداز، شیرین سخن کہ رنگینی جواہرِ الفاظش دلِ جگر گوشگان

معدن دکان خون کردہ و سیرابی لالی معاشیش آب مروارید عمانی بردہ دریں عصر مشہل این
 (دو حاجی محمد جان قدسی و کلیم) شاعر درجہان نیا بست

مندرجہ بالا بیانات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ادباً و شعراً کی نظروں میں کلیم کو کس قدر اعلیٰ مرتبہ حاصل تھا۔ گو مورو زمانہ
 سے اُس کا نام تاریکیوں میں جا پڑا تھا لیکن اس کے آثار میں اتنی جان تھی کہ وہ شاہ شمع کی طرح اپنے معاصرین میں سے
 زیادہ منور ہوا اور کلیم کے محاسن کلام نے شاہ "لک نجش" و "ستارہ حشمت" کو آتما متاثر کیا کہ اس نے کلیم کو ملک الشعراء
 کے عہدہ پر فائزہ کیا اور وہ عہدہ شاہجہانی کا گُل سرسبد سمجھا جانے لگا۔

معاصرین دکن

سنجہ:

برترتیب زمانی معاصر شعراء میں سب سے پہلا نام میر سنجہ کاشی کا آتا ہے۔

محمد ہاشم سنجہ ۹۸۰ بمقام کاشان پیدا ہوئے۔ ۹۹۸ء وہاں سے اصفہان آئے اور دو سال بعد ہندوستان
 روانہ ہوئے۔ سندھ میں کچھ دن قیام کیا۔ ۱۰۰۶ء دربار اکبری میں بارپایا اور ۱۰۱۱ء تک وہاں رہے۔ دربار اکبری سے
 احکامات نافذ ہوئے کہ انہیں گجرات میں قید کر دیا جائے اتفاق کی بات ہے کہ ایک سال بعد ہی دہلی مل گئی اور وہ ۱۰۱۲ء
 کے قریب بیجاپور پہنچے اور عادل شاہی حکمران ابراہیم عادل شاہ ثانی کے دامن عاطفت میں پناہ لی۔ ۱۰۲۱ء میں وفات پائی۔
 "افگند بادشاہ سخن میر سنجہ" سے تاریخ کا استخراج کیا گیا ہے مگر ۲۰۰۰ کا تخمینہ ہے۔ اور تاحیات یہیں مقیم رہے۔

ملک قمی:

ملک قمی کی قوم میں ولادت ہوئی۔ صغیر سنی ہی سے شقی سخن کرنی شروع کی۔ قہرے کاشان آئے اور وہاں بھٹل شعر و سخن
 آراستہ کی بعد ازاں قزوین چلے آئے اور چار سال تک شہر کے نامور کی مصاحبت کا شرف حاصل کیا۔ آخر کار رمضان ۹۸۷ء قزوین سے دکن کا
 رخ کیا اور تفضی نظام شاہ والی احمد نگر اور ان کے بعد برہان نظام شاہ کے دربار سے منسلک ہوئے یہاں سے ملک قمی ابراہیم عادل شاہ کی قیادت میں
 کے چپے سنکر وارد بیجاپور ہوئے اور دربار سے توسل حاصل کیا۔ کلیم جس وقت شاہنواز خان سے فیض یاب ہوئے کیلئے بیجاپور پہنچا تھا
 ملک قمی کا وہاں رنگ جما ہوا تھا اور اس استاد سخن کے آگے کسی کی نہیں چلتی تھی۔ ۱۰۲۵ء میں انتقال کیا۔ کلیم نے ان کی تاریخ وفات ایک

تطور میں نکالی ہے۔ جگمگا "اوسرہا لکھن بود" (۱۰۲۵) سے تاریخ کا استخراج کیا ہے۔

ظہوری

نور الدین ظہوری کی ترشینوں ولادت ہوئی۔ علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد شعر و سخن کی طرف مائل ہوئے۔ اور اپنی مشق بہم پہنچائی کہ معاصرین ان کے کلام کی داد دینے لگے۔ صائب ان کے کلام سے فیضیابی کا اعتراف اس شعر میں کرتے ہیں۔

صائب نہ اشتیم سرو برگِ این غمزل ایں فیض از کلامِ ظہوری بہار سید
انہیں ملا وحشی یزدی سے تلمذ حاصل تھا۔ ہندوستان آئے تو پہلے احمد نگر پہنچے۔ ملک قمی سے ان کی ملاقات یہیں ہوئی اور یہ تعلقات اس حد تک بڑھے کہ ملک قمی نے اپنی لڑکی ظہوری سے بیاہ کر رشتہ مصاہرت قائم کر لیا۔ یہ دونوں شاعر شہر بیجا پور پہنچے اور عادل شاہی دربار میں بہت قدر و منزلت حاصل کی۔

ظہوری کی تصانیف میں سرمایہ شعر کے سوا "خوان خلیل و گلزار ابراہیم" بھی مشہور ہوئیں اور سب سے زیادہ البرہم عادل شاہ ثانی کی کتاب "نورس" پر لکھا ہوا مقدمہ مشہور ہوا جو سبک ہندی کا بہترین نمونہ شمار کیا جاتا ہے۔ ظہوری نے ایک "ساتی نامہ" برہان نظام شاہ بھری کے نام معنون کیا ہے۔ قلم سے اس وقت تک جتنے ساتی نامے پُر و قلم ہوئے تھے ان میں سے اکثر ظہوری کے مقابلہ میں پورے نہ اتر سکے۔

ظہوری نے ملک قمی کی وفات کے چند ماہ بعد ۱۰۲۵ھ ہی میں وفات پائی۔

بَابُ سُوم

شَاهِنشَاهِ الْبُوطَالِي كَلِيم

شاہنامہ ابوطالب کلیم اور اس کی اہمیت

صنفِ مثنوی کی ابتداء اور ارتقاء فارسی شاعری کے لیے طرہ امتیاز ہے۔ یوں تو ابتداء ہی سے زبان فارسی میں بہت مثنویاں لکھی گئیں۔ بعض رزم کے ہولناک مناظر اور شمشیروں کی جھنکار سے معمور ہیں، بعض محفلِ رقص و سرود کی کیفیات سے مملو، بعض میں الہیات کے اہم اور بلند مضامین پنہاں ہیں اور بعض سے شاہانِ سلف کی عظمتِ رفتہ ہویدا ہے۔

شہنشاہِ شاہجہان کے حکم سے پیشِ نظر عہد میں بھی دو مثنویاں تصنیف ہوئیں۔ ایک کو محمد جان قدسی نے سپردِ قلم کیا اور دوسری کو ابوطالب کلیم ہمدانی نے لکھا۔ قدسی کی وفات کی وجہ سے اس کی مثنوی نامکمل رہ گئی اور کلیم اپنی مثنوی کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکا۔ جس میں عہدِ شاہجہانی کے ابتدائی دس سالہ واقعات قلمبند ہیں۔ دونوں مثنویوں کا نام محمد امین قزوینی "پادشاہ نامہ" لکھتے ہیں لیکن فہرست نگار قدسی کی مثنوی کو "نظیر نامہ" کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اور خود قدسی نے بھی اس کو نظیر نامہ ہی لکھا ہے۔

۱۔ پادشاہ نامہ قزوینی، درق ۱۲۷۶

۲۔ Catal Brit. Mus. per. Mss., Vol. II., P. 685.

"The poem was left unfinished. The present copy contains a confused series of detached fragments."

۳۔ پادشاہ نامہ قزوینی، درق ۱۲۷۶

"ذرا اوقاتِ اد کلیم، نیز کافی مضمون صدق مشون "پادشاہ نامہ" را بر رشتہ نظم می کشد و این دو کتاب کہ از محمد جان قدسی نظم می کنند بوزارت تمام مقبول خاص و عام خواهند بود"

مذکورہ بالا حوالہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ محمد امین قزوینی نے مثنویوں کے نام اس وقت لکھے تھے جب کہ وہ لکھی جا رہی تھیں اس لیے ان کے اصلی نام جو غالباً بعد تکمیل رکھے گئے تھے۔ محمد امین ان کا ذکر نہ کر سکے، اس موضوع کے متعلق ہم آئندہ صفحات میں بحث کریں گے۔

Catal. Bankipore Lib. Per. Mss. Vol. III. P. 77

۴۔

تلم چوں "ظفر نامہ" راتما زہ کرد عروس سخن را چہیں غازہ کردہ
اور کلیم نے بھی قدسی کی مثنوی کا نام اس شعر میں ظفر نامہ ہی لکھا ہے۔

موافق بقولی کہ کہ دم رقص بود در کتاب "ظفر نامہ" ہم
قدسی اور اس کے ہم عصر شاعر کلیم کے اشعار کی روشنی میں یہ ثابت ہوتا ہے کہ قدسی کی مثنوی کا نام۔
"ظفر نامہ" ہے نہ کہ "پادشاہ نامہ" جیسا کہ محمد امین قزوینی نے لکھا ہے۔

عبد شہا بہجانی کی دوسری مثنوی کلیم کی تخلیق ہے۔ اس مثنوی کے نام کے متعلق فہرست نگاروں میں
اختلاف ہے۔ اسپرنگر، برٹش میوزیم۔ انڈیا آفس اور بانکی پور کی فہرستوں میں اس کے مختلف نام ملتے ہیں۔ مثلاً
"شاہنامہ"، "پادشاہ نامہ"، "پادشاہ نامہ" اور "پادشاہ نامہ"۔ لیکن مثنوی کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ کلیم نے اشعار میں بعض جگہ مثنوی کا نام "شہنامہ" تحریر کیا ہے۔ جب ذیل اشعار اس کے منظر ہیں۔

شوم روشنی بخش ہنگامہ اش	وہم رست از یاد "شہنامہ" اش
ولے باندی آخر ازیں خاکار	نہ "شہنامہ" غم نامہ یادگار
دریں راہ گر پیشتر می روم	ز "شہنامہ" گفتن بدر می روم
بگفتن در آمد بفرض محال	شود "شاہنامہ" کتاب رجال

مندرجہ بالا اشعار کے سوا کلیم نے ایک قلمحہ اور نظم کیا ہے۔ جس کے مطلع میں اُس نے مثنوی کا نام
"شاہنامہ" باندھا ہے۔

۱۰ کلیات قدسی، ورق : ۱۲۵ ۱۱ شاہنامہ کلیم، ورق : ۸۴

۱۲ Catal. India off. Lib. Per. Mss., vol. I No.: 1570

۱۳ The "پادشاہنامہ" (as it is styled on fol. ۱) also called شاہنامہ or
شاہنامہ, The Imperial Book; also see, Bankipore. Lib. Catal, vol. II

p. 97; Catal. Brit. Mus. Per. Mss. vol. II. col. 686;

Catal. Per. Mss, Sprenger. vol. I. P. 454.

۱۴ شاہنامہ کلیم، ورق : ۱۹ ۱۵ شاہنامہ کلیم، ورق : ۷۷

۱۶ ۱۳۵ : " " " " ۱۱۳ : " " " "

پچشم ہوش دریں جلد "شاہنامہ" نگو کہ بزم و از مش سر مشق پادشاہ نست
کلیاتِ کلیم کے تمام مخطوطات میں مذکورہ شعر میں "پادشاہنامہ" درج ہے یعنی یہ
پچشم ہوش دریں پادشاہنامہ نگو ہے

دونوں مصرعوں کی تقطیع کرنے سے وزن میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مفاعلن مفاعلتن مفاعلن فعلن کی بحر پر دونوں
شعر کی تقطیع ہوتی ہے اور خود مثنوی کے چار شعر اس کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ شاعر نے کہیں "شہنامہ" اور کہیں "شاہنامہ"
لکھا ہے۔ "شہنامہ" تو ظاہر ہے کہ ضرورتِ شعری کی وجہ سے لکھا گیا ہے۔ لہذا موزوں لفظ "شاہنامہ" ہی ہے۔ پنا
بریں کلیم کی مثنوی کا نام "شاہنامہ" ہی ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے آئندہ سے ہم اسی نام سے اس کا ذکر کریں گے۔

شاہنامہ کا تجزیہ

شاہنامہ کلیم دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول کا حجم ورق : اب تا ۷۷ ب ہے اور حصہ دوم ورق
۱۷۶ تا ۲۲۰ اور تعداد اشعار ۱۲۸۴۰ ہے۔
بحر : فعولن - فعولن - فعولن - فعول (بحر متقارب مثنیٰ سالم مقصود)

حصہ اول شاہنامہ

شاہنامہ کلیم کا آغاز حمد سے ہوتا ہے جس کا مطلع ہے :-
بنامِ خدای کہ از شوقِ جود دو عالم عطا کرد و سایل بنود
حکیمی کہ شمعِ زباں در دہن فروزاں نماید بہ یاد سخن
شاعر نے حمد، نعت اور تعریف سخن کے بعد ورق ۱۹ تا ۳۶ ب شاہانِ مغلیہ کی عظمتوں کو اجاگر
کرنے کے لیے بابر، ہمایوں، اکبر و جہانگیر کے حالات تفصیل سے تحریر کئے ہیں اور تمام واقعات تاریخی بڑی
احتیاط سے قلمبند کرنے کی پوری کوشش کی ہے اور اس میں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوا ہے۔ ورق : ۳۶ تا ۷۷

۱۔ دیوانِ کلیم، نسخہ جامعہ عثمانیہ، نمبر ۱۸۳۱۸۳۔ ورق : ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ کلیاتِ کلیم نسخہ ۱ ب، ج، ع
۲۔ نسخہ ۱۰ x ۶ سائز کے (۲۲۰) اوراق پر مشتمل ہے۔ کتابت کی قطع ۴ ۱/۲ x ۶ ۱/۲ ہے۔ سطر : ۱۷۔ اہم سطر میں دو شعر
(پارہ ص ۷) کتابت خوش خط نستعلیق ہے۔ متن کتاب سیاہی اور عنوانات سُرخ روشنائی سے لکھے ہوئے ہیں۔ ہر مصرعہ طلا کی لکیر
جدا ہوتا ہے اور آخر میں حاشیہ کے اطراف شگرفی لکیر ہے۔ نسخہ گرم خوردہ دآب رسیدہ ہے، اس لیے اس پر سفوف چڑھا دیا گیا ہے۔
جس کی وجہ سے استفادہ میں دقت ہوتی ہے۔

ولادت شاہجہان، اس کی تربیت، شہزادگی کے زمانے کی فتوحات، شادی، ولادت شاہزادگان اور اسکے
تحت نشین ہونے تک کے واقعات نہایت تفصیل سے نظم کئے ہیں اور اس شعر پر مثنوی کے حصہ اول کا اختتام
ہوتا ہے۔

بایں لطف اُمید وارم کلیم کہ ناقص نزیب کرم از کریم

حصہ دوم

شاہنامہ کے دوسرے حصہ کی ابتدا واقعاتِ جلوس شاہجہان سے ہوتی ہے جس کا آغاز ان
اشعار سے ہوتا ہے۔

سخن آن شہنشاہِ فرماں روا کہ نہ تختِ چرخش بود زیرِ پا
بہ تختِ زماں آمدہ جلوہ گر سرآید ز اسرارِ غیبِ این خبر
اس کے بعد مسلسل تاریخی واقعات اور اہم تفصیلات ملتے ہیں۔ اور آخر میں طفہ خان
کے کشمیر پر تقرر اور اُس کی مہمِ تبت پر روانگی کا حال لکھ کر اس شعر پر مثنوی کو ختم کیا ہے۔
چو اقبالِ آن شاہِ گردوں میر نہ بنید دگر درجہاں قلعہ گیر
اور مثنوی کی کتابت کا اختتام اس عبارت پر ہوا ہے۔

”تمت تمام شد بعون اللہ تعالیٰ شاہجہان نامہ از تصنیفاتِ مرزا طالبِ اکلم تاریخِ دوازدہم
شہرِ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق بیست و یکم ماہِ دسمبر ۱۸۳۹ء موافق ۱۲۵۵ھ جلوسِ میمنت
حضرت ابو ظفر سراج الدین علی بہادر شاہ غازی خلد اللہ ملکہ و سلطانہ، بروزِ جشنِ مبارک
حضورِ انور وقتِ بیکِ پاسِ روزِ برآمدہ بروزِ پنجشنبہ زیورِ اتمام و پیرایہ اختتام پوشیدہ
شاہنامہ کا تجزیہ نامکمل رہ جائے گا اگر تاریخی تفصیلات بصورتِ عنوانات و تعدادِ اشعار پیش
نہ کئے جائیں۔

تعدادِ اشعار

۸۳

۴۶

۱۰۵

۶۳

عنوان

حمد

نعتِ حضرت سید المرسلین

در صفتِ شبِ معراجِ حضرت سید کائنات

در مدحِ حضرت پادشاہ

تعداد اشعار	عنوان
۵۳	خطاب پادشاه فلک قدرجم جاه
۱۳۳	در تعریف سخن
۶۰	آغاز داستان و گذارش احوال حضرت صاحب قران
۱۸۲	فوت شدن پادشاه خلد آرامگاه گیتیستان حضرت بابر پادشاه
۲۱۶	جلوس مہمیت مانوس پادشاه حضرت ہمایوں پادشاه
	رسیدن خبر سوار شدن حضرت جهان بانی ہمایوں پادشاه
۶۰۶	در جلوس جلال الدین اکبر پادشاه
۸۵	ولادت پادشاه عالم شاہ جهان پادشاه
۲۵۸	ہمکتب دادن شاہ بلند اقبال را
۵۷	برادران شاہ صاحب قران
۷۴	در بیان جشن کدخدائی شاہ صاحبقران
۹۴	در بیان شیر بہ شمشیر زدن صاحبقران در شکار بازی
۴۷۷	رفتن شاہ جنت مکان بہ اجمیر و فرستادن بلند اقبال بہ تسخیر دکن
۲۱۲	آغاز سال نہم جہانگیری و اذن یافتن جشن نوروزی شاہ بلند اقبال در ولایت رانا
۲۲	ولادت نواب مہد علیا بیگم صاحب
۶۰	در ولادت شاہزادہ بلند اقبال دارالشکوہ
۲۷	در ولادت شاہزادہ شاہ شجاع
۱۱۷	رفتن شاہ بلند اقبال بہ فتح دکن
۱۶۱	رفتن حضرت جنت مکان و فتح جام و بادہ باقبال صاحبقران
۶۶	فتح قلعہ نگر کوٹ و تہنہ سورج مل
۱۱۶	ولادت شاہزادہ اورنگ زیب
۴۱	رفتن شاہزادہ صاحبقران نوبت دوم بدکن
۵۵۱	در بیان توبہ شاہنشہ توفیق بار
۹۱	ولادت شاہزادہ عالمیان سلطان مراد بخش

حصہ دوم

۱۹۶	ابتداء جلد ثانی جلوس مبارک اعلیٰ حضرت خلافت پناہی ظل الہی بر تخت شاہنشاهی
۹۶	آمدن شاہزادہ بے عظام باصف خان از لاہور و ملازمت نمودن اعلیٰ حضرت
۲۵۵	تعریف جشن نوروز کہ بعد جلوس مبارک بر تخت شاہنشاهی عالم افروزی نمود
۱۱۹	تحریف دار الخلافہ اگرہ
۲۶۲	لشکر کشیدن نذر محمد خان بہ تسخیر کابل و بانجام پر گشتن اوزان
۱۹۶	گریختن جہا رسنگہ بندیلہ از درگاہ معلیٰ و سزایافتن او
۶۹	آمدن رسول شاہ عباس والی ایران بدرگاہ خلایق پستہ
۹۶۰	فرار نمودن خان جہاں لودی از درگاہ معلیٰ
۸۶	توجہ رایات اقبال صاحبقرانی بدکن و تنبیہ یافتن نظام
۱۲۶	جشن نوروز سوم از جلوس مبارک بر تخت شاہنشاهی
۸۶	رسیدن جادوئے حرام نمک بہ تیغ انتقام علی نظام
۷۵	توجہ لشکر منصور از ہر طرف بہ تنبیہ مخالفان
۲۱۲	تعیین شدنی بمین الدولہ آصف خان بسر داری لشکر دکن
۲۵۸	رفتن دریا و پیر از ملک علی نظام بجانب مالوہ و قتل دریا
۱۸۹	کیفیت کشتہ شدن پیرا و بیان عاقبت حال او
۱۲۱	تعریف قحط دکن
۱۰۰	آغاز سال چہارم از دور اول جلوس و آمدن بہار عالم
۱۱۷	فتح قلعہ قندھار
۱۵۶	فوت ممتاز محل و بنائے عمارت مقبرہ مومی الہا
۵۷	بیان عاقبت کار بے نظام
۲۸۷	رفتن بمین الدولہ آصف خان خانانان بہ تادیب بیجا پوریان

تعداد اشعار	عنوان
۲۹	آغاز سال پنجم از دور اول بهار عالم افروز
۱۰۵	مراجعت نمودن شهنشاه گیتی شان از دکن بمستقر اکبر آباد
۱۲۱	فتح بندر بهنگلی
۳۱	جشن وزن اعظم حضرت ظل الهی
۳۵	فتح قلعه کانسر
۶۵	تمهید کدخدائی شاهزاده عالی قدر
۲۰۵	جشن دامادی شاهزاده دارالشکوه
۵۲	تمهید کدخدائی شاهزاده شاه شجاع
۷۵	آغاز سال ششم از جلوس همایون
۸۸	در تعریف رزم آوری شاهزاده ادرنگ زیب باقیل
۲۹	رفتن صفدر خان بر سالت جانب ایران
۲۵۹	فتح قلعه دولت آباد
۸۰	توجه ریایات جهانکشابه دار الخلافه اکبر آباد بصوب دار الخلافه لاهور
۲۲۵	آغاز سال هفتم از جلوس میمنت اثر ظل الله بر تخت شاهنشاهی
۲۱۱	در تعریف کشمیر
۱۸۰	تعریف فرح بخش و فیض بخش کشمیر
۱۷	ظهور کرامت اعلی حضرت شاهنشاهی
۲۵۷	توجه ریایات حضرت شاهنشاهی بجانب هندوستان
۲۸۵	توجه ریایات کشور کشابوسی دار الخلافه اکبر آباد
۱۷۰	آغاز سال هشتم
۱۳۱	بعثی در زیدن چهار سنگه بندیده
۲۹	توجه ریایات شاهنشاهی بصوب دکن
۲۵۵	فتح سایر قلاع چهار سنگه
۱۷۹	تمهید حال خسران مال چهار سنگه

تعداد اشعار

۱۰۱

فرستادن رسولان نزد سلاطین دکن

۱۰۹

فرستادن افواج کینه خواه بتاریب ساہو و تخریب ملک عادل خان

۹۲۵

آمدن بہار عالم افروز آغاز سال نهم ز جلوس مبارک

۱۲۵

مراجعت نمودن ریایات اقبال شاہنشاهی بمستقر دولت

۲۸۳

مضایافتن بایسقر جعلی بہ تیغ سیاست

۲۱۳

دگر بعض از فتوحات خان دوران بعد از تسخیر اودگیر داریہ

۲۳

آمدن شاہزادہ عالمیان اورنگ زیب بدرگاہ معلی

۲۶۲

دربیان کتخدائی شاہزادہ اورنگ زیب

۱۵۲

فتح ملک تہت باقبال شاہنشاهی از حسن سخی مرزبان

دیگر نسخہ ہائے شاہنامہ کلیم

I. Catal. of the ara, Per & Hin, Sprenger. Vol. I. No: 305

شاہنامہ کلیم

The Imperial Book, by Kalim, being an epic poem on the exploits of Shahjahan.

Beg: بنام خدا یکے از شوق جو دہ و دالم عطا کرد و سائل بنود

2. The British Museum Catal of the pension Mss: Vol. II.

Col. 686.

”پادشاہ نامہ“

Five fragments of a poetical record of the life of Shahjahan, by Kalim as follows:-

1) Early life of Shahjahan, concluding with the death of Jahangir, Fol. 1.

11) part of the prologue, and account of the Emperor's fore fathers from Timur to Humayun, fol. 48^a.

- iii) Early part of Shahjahan's reign, from his accession to Zafar Khan's expedition to Tibet (A.H. 1046-7) fol. 72^a.
- iv) Another part of the introduction, beginning with the Miraj, and ending with the birth of Shahjahan, fol. 198.
- v) Description of Kashmir, fol. 205.

The same work is mentioned in the Ouducot, P. 454, under the title of شاهنامہ

3. Catal. of Persian Mss. in the library of the India office Vol. 1. No. 1570.

Two Mathnawis by Kalim.

Both these Mathnawis celebrate the exploits of the Emperor Shahjahan and are very likely parts of one and the same epic poem, viz. the پادشاهنامہ (as it is styled on fol. 1.), also called شاهنامہ or شہنشاہنامہ, the imperial book, the first beginning, fol. 1^b.

بنام خدائی کہ از شوقِ جود دو عالم عطا کرد و سایل بود

The second, with the special heading, as it seems, of اتہال شایعہان (see fol. 118^b, begins on fol. 105^b: سخن آن شہنشاہِ نیرازا؛ کہ نہ تختِ چرخ بود زیر پا

The poets takhallus Kalim appears several times, for instance,

on fol. 104^a, margin column, 1. 15, بایں لطفِ امید وارم کلیم
 and on fol. 113^a, 104: کلیم ارچہ قادر الخ

According to the colophon, on fol. 104^a.

نقل خط مرزا کلیم کہ بدست خود نوشتہ بودند نمودہ شد

This copy appears to have been made from the poet's autograph, the first seven leaves seem to be supplied by author's hand.

4) Catal. of the Ara & Per. Mss. in the Oriental public library at Bankipore. Vol. III. No: 316.

Padshah namah پادشاهنامه

A poetical account of Shahjahan's reign, by Talib Katring. The title padishah namah is given in the colophon. It is also called shahnamah, شاهنامه, or shah in shahnamah.

Beg: بنام خدائی که از شوقِ جود پادشاه عالم عطا کرد و سایل بنود

It contains the account of Shahjahan's ancestors from Timur to Humayun, his accession to the throne down to the tenth year of his reign and ends with the account of Zafar Khan's expedition to Tibet (A.H. 1046-7 = A.D. 1636-7)

The concluding verse runs thus:-

چو اقبال این شاهِ گرد و سریر نه بیند دگر در جهان قلعه گیر

The colophon runs thus:-

تمت الکتاب پادشاهنامه من مصنفات طالب کلیم رحمته الله روحه "فی تاریخ ۹ شهر ربیع الاول سنة الف و مائة و تسعة

That is, the 9th of Rabi, 1109 A.H. for other copies of padishahnamah see, Sprenger. P. 454.

Another copy of The same پادشاهنامه beginning as above with a slight alteration. بنام کریمی که از سر طرب جود پادشاه عالم عطا کرد و سایل بنود on comparing with the preceding copy it is found that this copy wants thirty six lines after the initial line, while the third and fourth verses of this copy are not found in the preceding one. Again, the last three verses of the preceding

Copy are wanting here, and it breaks up with the following line:-

ظفرخان ز فتح و طفئ شادمان بکثیر ازان مملکت شد روان

fol. 1, Supplied in a later hand, contains the signature of Sir Gore Ouseley.

Written in an ordinary Nastaliq, not dated, apparently 17th century.

شاہنامہ کی ادبی اہمیت

مذکورہ بالا تفصیلات مشنوی شاہنامہ کی ہیئت سے متعلق تھیں۔ اب ہم اس کے مواد سے متعلق بحث کریں گے۔ چونکہ یہ مشنوی حکم شاہی سے تصنیف ہوئی تھی اور اس میں اس عہد کے تاریخی حالات قلمبند کئے گئے ہیں، اس لیے اس کی تاریخی اہمیت معنوی خوبیوں پر غالب نظر آتی ہے۔ مگر ادبی حیثیت سے اس کو نظر انداز بھی نہیں کیا جاسکتا لہذا ہم یہاں اجمالاً اس پر پہلے روشنی ڈالتے ہیں اور بعد ازاں تاریخی اہمیت تفصیلی طور پر بیان کریں گے۔

ادبی خصوصیات

تاریخی مشنویوں میں رزم کا عنصر سلاجقہ سے قبل اپنے پورے عروج پر تھا۔ نظامی گنجوی نے بزمیہ مشنویاں تحریر کر کے تلوار کی جھنکار کو نعمت چنگ و نئے میں بدل دیا۔ اس تبکہ کے پہلے آذر نظامی ہی تھے اور یہ رنگ گہرا ہوتے ہوتے شاہان مغلیہ کے عہد تک اس منزل پر پہنچ گیا تھا کہ میدان کارزار کی ہولناک صدائیں بزم مرود کی موسیقی میں بدل ہو کر رہ گئی تھیں۔ کہاں فردوسی کی وہ گھن گرج لکار ہے

اگر جز بکام من آمد جواب — من و گرز و میدان و افراسیاب

اور کہاں کلیم کا رزم و نازک لہجہ ہے

دو دستی شکستی ز گرز گراں — جمیعت نہ دید آں کشیدی کسان

زور شدید جوشن زلبس تاب دید ز چار آئینہ عکس بسیردن دید
سپاہ مخالف بہ راہ فرار چنان رفت کز پیش صرصر غبار

شاعر اپنے وقت کی آواز ہوتا ہے۔ اس میں صرف کلیم ہی کا کیا وکش تھا۔ اس نے اپنے عہد کے تقاضوں کو پورا کیا اور اُسے کرنا بھی یہی چاہیے تھا۔ یہی وجہ ہے کہ مثنوی کی زبان اتنی ادق نہیں ہے کہ خاقانی و انوری کے قصاید کی طرح اس کی شرحیں لکھی جائیں۔ درباری نازک مزاجیوں کے باوجود اس میں سادگی پائی جاتی ہے۔ البتہ اس نے اپنے اشہب قلم کو حسن تعلیل و تشبیہ، استعارہ اور مضمون افزائی کے میدان میں بے دریغ دوڑایا۔ ضائع بدایع جو شاعری کی جان تصور کئے جاتے ہیں مثنوی میں ہر جگہ دستیاب ہوتے ہیں۔

بہاریہ انداز :

مثنوی میں مختلف موسموں میں مناظر کشمیر کی جو عکاسی کی گئی ہے۔ وہ یہاں درج کی جاتی ہے تاکہ اس خصوصیت کا اندازہ بخوبی ہو سکے۔

عملداری لشکر نو بہار گرفت از ریا جہنم نرگس قسرار
بر قصد گر از شوق نرگس بجاست دف عیش اودخیزش از کلن طہاست
بنفشہ سرا فلکندہ ز اندازہ بیش چو شاعر کہ از فکر پیچد بخوبیش
شگوفہ چنان شد نزاکت مآب کہ چوں برفت گشت آب از آفتاب

بہار آمد و یک چمن شد جہاں زمیں نسخہ شد ز حال ز مان
چو پیراہن شمع گل بر شجر بیک نسبت آمد ز پاتاب سر
تو گرتی عروس نہال از جہاں بچادر نہاں گشتہ تاپشت پا
بخاک چمن گل نشانہ ورق در آئینہ افتاد عکس شفق
بصحن گلستان شگوفہ چوسیم پریشان شد از باد دست نسیم

ز ابرے بہارے جہاں تازہ شد ز ہڈی شہنشاہ جاں تازہ شد

شکوہ چہ آورد بر دوسے کار
بر آوردہ یک طشت آتش ز آب
ہلے بود در شفق نا پدید

چہ حاجت بگفتی کہ در نو بہار
کول آن دویم پنجہ آفتاب
بجوش کوہا چو کشتی رسید

تشبیہ و استعارہ :

کلیم کے یہاں استعارہ و تشبیہیں بعید از فہم نہیں ہیں اور اکثر جگہ نادرا اور اچھوتی ہیں۔ ”نئے“ کی تشبیہ مختلف شعراء نے مختلف انداز میں دی ہے مگر کلیم نے ”نئے نیزہ“ کہہ کر ایک ندرت پیدا کی ہے۔
چو تادیبِ ایں چرخِ گمرہ کند نئے نیزہ در ناخنِ مہ کند
”دستِ اہل ہنر“ کی تنگی کی شکایت تو ہر ایک کرتا ہے لیکن کلیم نے جس طرز سے کی ہے وہ قابلِ دید ہے۔
رہی تنگ چوں دستِ اہل ہنر زلفتِ دو کس پہلوئے یک گدگر
سپاہی کے شوقِ شہادت و اخلاص کو تشبیہ کے پردے میں کتنے اچھے پیرایہ میں بیان کیا ہے۔
بشوقی کہ اوداد ز اخلاص جان کسی گُلِ بمعشوق نہ ہد چُنان
زرق ز جاطِ صبحِ رزمِ آوراں چو عاشق ز حرفِ نصیحتِ گراں
بجولانِ گہ نہ فلکِ تاخستہ سبک خیز چوں آہِ دلِ باخستہ

تجنیس :

رد متجانس الفاظ جو حروف و حرکات میں تو یکساں ہوں لیکن معنی میں مختلف ہوں تو یہ صنعتِ تجنیس نام کہلاتی ہے۔ کلیم صنعتِ تجنیس کو اس خوبی سے اشعار میں سموتا ہے کہ جس میں نام کا نام اور حُن کا حُن برقرار رہتا ہے شعر اول میں مصرعہ اول کا لفظ ”خرم نام“ کے لئے اور مصرعہ ثانی کا خرم خوشی کے معنوں میں شامل ہے۔ شعر دوم میں مصرعہ اول میں لفظ ”مراد“ بطور صفت اور مصرعہ ثانی میں بطور نام لایا گیا ہے۔

چو خرم شدش نام از آسمان از خرم آباد شد ایں جہاں نام

۱۰۱ شاہنامہ کلیم : ورق : ۵ ب

۱۰۲ " " " : ۱۹۶

۱۰۳ " " " : ۲۲

۱۰۴ شاہنامہ کلیم : ورق : ۱۵۱ ا

۱۰۵ " " " : ۱۲۶ ب

۱۰۶ " " " : ۱۲۳ ب

۱۰۷ " " " : ۲۸

حُسنِ تعلیل، ایہام، تضاد، تنسیق، الصفات وغیرہ کے بہترین اشعار یہاں درج کئے جاتے ہیں تاکہ مثنوی کی ادبی حیثیت کا علم ہو سکے۔

حُسنِ تعلیل:

کسی چیز کی علت دوسری ہو لیکن شاعر کوئی حین سی علت نکالے تو وہ صنعتِ حُسنِ تعلیل کہلاتی ہے چنانچہ یہاں بھی ماہِ نوا اپنی نظری گردش کی وجہ سے نہیں بلکہ غیرت کی وجہ سے گھٹا ہوا دیکھلایا گیا ہے۔

کہ برتنِ زر آن دیگر آراستہ کہ ماہِ نواز غیبتِ کش کا ستہ

ایہام:-

وہم سے مشتق ہے۔ معنی قریب و معنی بعید میں قاری کا ذہن معنی قریب کی طرف رجوع کرتا ہے اور مراد شاعر بعید سے ہوتی ہے۔ مندرجہ ذیل اشعار میں آب سے مراد ابرو، چمک اور بادم و جام اسم مقام ہے۔

دُرِ اشک را آبِ اقبال داد بماءِ سحر گہ پرو بال داد گہ
باو آبِ شمشیر را سر دہیم وجودش ببادِ فنا در دہیم گہ
سوئی باد و جامِ شکر کشید رُخِ فتح شد ز آبِ تیغش سفید گہ

تضاد:

دو متضاد معنی الفاظ ایک جملہ یا شعر میں جمع کرنے کو صنعتِ تضاد کہتے ہیں۔ اشعار ذیل میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

ازیں بزمِ مستان چہ ہشیار رفت بخوابِ عدم سخت بیدار رفت گہ
چنان فقر را از قناعت نواخت کہ شہ را بہ درویش محتاج خست گہ

بود مسیح شمشیر صاحب قرآن رواہیت وہ شام کفر از جہان
 ازین راہ عیب و ہنس رہا ہمت کہ در خانہ ہم سود و ہم مانت
 کلیم آتنا قادر الکلام تھا کہ جو تاریخی قطعہ لکھتا تھا اگر اس کے کچھ اشعار کہیں دوسری جگہ لانا ہوتا تو ایک نئے
 انداز کے ساتھ انہیں وہاں سموتا تھا۔ چنانچہ ۱۰۲۲ھ میں شہزادہ دارالشکوہ کی رسم شادی پر جو قطعہ مبارکباد کے لیے
 عرض کیا تھا اس کو اس مثنوی میں اس طرح ضبط تحریر میں لایا ہے۔

در آن وقت این بندہ جانشار شد از بہر تاریخ قطعہ بکار
 بیاں کرد از بہر تاریخ سال "قرآن کردہ سعدین برج جلال ۱۰۲۲
 چو ایں قطعہ در ہزم اقدس گذشت بہ تحسین و احسان سرا فر از گشت"

شاہنامہ کی تاریخی اہمیت

عہد شاہجہان میں بہت سے مصنفین و شعراء نے کتب تواریخ اور تاریخی مثنویاں قصاید و قطعات وغیرہ
 لکھے ہیں جن سے ہمیں اس عہد کے واقعات ملتے ہیں مگر بجز شاہنامہ کے کوئی ایسی منظوم تاریخ ہمدست نہیں ہوتی
 جس میں اتنا تسلسل و تفصیلات درج ہوں۔

اب ہم شاہنامہ کلیم کی تاریخی اہمیت واضح کرنے کے لیے اس کا مقابلہ اس عہد کی کتب تواریخ مثلاً عمل صالح کنو
 اور "پادشاہنامہ عبدالحمید لاہوری" سے کریں گے۔

کلیم نے سین و زن و قافیہ کی دشواریوں کے باوجود نہایت واضح اور تفصیلی طور پر نظم کئے ہیں۔ اس بیان کی تائید
 کے لیے چند مثالیں درج ذیل کی جاتی ہیں مثلاً یابر کی تاریخ وفات کلیم نے اس طرح تحریر کی ہے۔

شہنشاہ در نہصد و سیا و ہفت بہ دادائی عالم قدس رفت
 ز سال آنچہ بر عقد نہصد فروز ہماں مدت بادشاہیش بود
 بہ ہندوستان کس مبارک دال بہ شاہی سر بردتا پنج سال
 ز سال حیاتش چو در رفتہ اند ز پنجاہ یک سال کم گفتہ اند

”ارتحال آں برگزیدہ رحمت و در روز دوشنبہ ششم جمادی الاول نہصد و سی ہفت روی داد“
 کلیم نے اکبر کی تاریخ وفات کو اس طرح قلمبند کیا ہے۔

بفرود چوں چار ده برهنزار
چو پنجاه و یکسال فرمان براند
سین حیات شیر نامدار

فتاد آں مه چار ده از مدار
بدار البقار خش همت جهاندار
بگذشت از هر سال شصت و چهار

عمل صالح سے اس کی تصدیق ان الفاظ میں ہوتی ہے ۔

چون سن آن دالاجاه به شصت و چار سال و یازده ماه و هفت روز قمری و شصت و سه سال شمسی رسید از شب چهارشنبه جمادی الثانیه سه هزار و چارده مطابق دوم آبان گشته ازین وحشت
سرای بیسراستان ریاض قدس آهنگ فرمود:

کلم نے تاریخ ولادت شاہجہان مندرجہ ذیل اشعار میں کس قدر تفصیل کے ساتھ بیان کی ہے۔

ز تاریخ هجری گذشته هزار
شبِ آخری بود ز اول ربیع
که شد عالم افروزیش آشکار
که شد پایۀ دولت از وی رفیع
ز دوران اکبر شهر کامگار

مندرجہ بالا تفصیلات کی عمل صالح کی اس عبارت سے تصدیق ہوتی ہے۔

ولادت شاه جهان از شب پنجشنبه سلخ ربیع الاول از شهر سنه هزار و هجری در دار السلطنت
 مایور وقوع یافت

جب شہنشاہ جہانگیر شہزادہ شاہجہان کو اس سنگھ کی سرکوبی کے لیے روانہ کرتا ہے تو اس واقعہ کی واضح

قطعی تاریخ کلیم ان اشعار میں نظم کرتا ہے ۔

که آهنگ تا دیوبند رانما نمود
گرفته بر او زنگ دولست مکان

ششم ہوازدی کہ آن سرفراز
ز اقبال گردید دشمن گدا از
ز ذیقعدہ یک دست بد چار^{۱۲} دہ
کہ صاحب قرآن برو بیرون سپہ
ولادت شہزادہ دارالشکوہ^{۱۳} - ولادت شہزادہ شجاع^{۱۴} - اورنگ زیب^{۱۵} - وفات جہانگیر و ممتاز محل وغیرہ
میں بمقابلہ دیگر کتب تواریخ ذرا سا بھی اختلاف نہیں ہے۔

۱۰۳۷ تا ۱۰۴۷ جو واقعات ملتے ہیں وہ کہیں بھی تاریخی معلومات سے مختلف نہیں ہیں۔ ۱۰۴۷ میں ظفر خان کو کشمیر کا گورنر بنانے اور مہتمم تبت پر روانہ کرنے کا ذکر بہت تفصیل سے مندرج ہے اور آخر میں یہ دس سالہ حالات کی حامل مثنوی درج ذیل شعر پر ختم ہوتی ہے۔

چو اقبال آں شاہ گردوں سریر
نہ بیند و گر در جہاں قلعه گسیر

۱۷ شاهنامه کلیم، ورق: ۱۲۸

٥٢: ١ ٢ ٣ ٤ ٥ ٦ ٧ ٨ ٩ ١٠ ١١ ١٢ ١٣ ١٤ ١٥ ١٦ ١٧ ١٨ ١٩ ٢٠ ٢١ ٢٢ ٢٣ ٢٤ ٢٥ ٢٦ ٢٧ ٢٨ ٢٩ ٣٠ ٣١ ٣٢ ٣٣ ٣٤ ٣٥ ٣٦ ٣٧ ٣٨ ٣٩ ٤٠ ٤١ ٤٢ ٤٣ ٤٤ ٤٥ ٤٦ ٤٧ ٤٨ ٤٩ ٥٠ ٥١ ٥٢ ٥٣ ٥٤ ٥٥ ٥٦ ٥٧ ٥٨ ٥٩ ٦٠ ٦١ ٦٢ ٦٣ ٦٤ ٦٥ ٦٦ ٦٧ ٦٨ ٦٩ ٧٠ ٧١ ٧٢ ٧٣ ٧٤ ٧٥ ٧٦ ٧٧ ٧٨ ٧٩ ٨٠ ٨١ ٨٢ ٨٣ ٨٤ ٨٥ ٨٦ ٨٧ ٨٨ ٨٩ ٩٠ ٩١ ٩٢ ٩٣ ٩٤ ٩٥ ٩٦ ٩٧ ٩٨ ٩٩ ١٠٠

ولادت داراشکوہ کی تاریخ ان اشعار میں ملتی ہے۔

چنین گفت خاقانِ دریا شکوه که زید بر دنایم دارا شکوه
چو بگذشت بر سالِ هجرت هزار بران بیت افزود بر بیت چار (۱۰۲۴)
شد این تازه در زیب ملک وجود درو زینتِ تاجِ شاهِ قنود

۵۳ شاهنامہ کلیم، ورق: ۵۲ ب

ولادتِ شجاع کی تاریخ یہ ہے ۵

یک سال بعد از نخستین پیر
 شد اقبال مندی دگر جلوه گر
 ازاں بادشاہ فلک ارتفاع
 مقرر شدش نام سلطان شجاع

۵۹ شاہنامہ کلیم، درق: ۵۹ ب

ولادت اور نگ ذیب کی تفصیلات یہ ہیں۔

زبان توے ممتاز دولت سرا
جہاں تاب شد گوہری بے ہوا

دل و دیدہ را روشنائی فرود
ز شہزادۂ زیب بخت و جود

۵۰ شاهنامه کلیم، ورق: ۵۳۶

وفات جہانگیر ان اشعار میں مندرج ہے ۔

شاہنامہ کلیم و ظفر نامہ فردوسی کا مقابلہ

تاریخ ادبیات کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائاً تاریخ سے آج تک بہت سے عہد ایسے گزرے ہیں جن کا ریکارڈ نظم کی شکل میں دستیاب ہوا ہے اور ان مثنویوں میں مستند واقعات تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔ شاہنامہ فردوسی اس کی ابتدا ہے پتہ نہیں انتہا کس کتاب پر ہو۔

بعض بادشاہوں کے عہد میں ”شاہنامہ“ اور بعض ادوار میں ”ظفرنامہ“ نظم ہوئے تھے، جیسے ایلخانی و تیموری دور کی دو تین منظوم تاریخیں دستیاب ہوتی ہیں جنہیں لوگ ”ظفرنامہ“ کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مثلاً ظفرنامہ حمد اللہ مستوفی جو ایلخانی عہد کے آخری فرمانروا ابوسعید ایلخانی (۱۳۱۷ تا ۱۳۳۴ء) کے دور حکومت میں۔ ۱۷۲۵ء مطابق ۱۳۳۳ء میں تالیف ہوا۔

اس کے بعد ۸۰۶ء م ۴۰۴ء شاہ تیمور (۱۳۶۰ء تا ۱۴۰۴ء) کے حکم سے ایک ”ظفرنامہ“ تصنیف ہوا۔ جس کا مصنف نظامی شامی تھا۔
تیسرا ظفرنامہ شرف الدین علی یزدی ۸۲۸ء م ۴۲۴ء ہے جو تیمور اور شاہ رخ (۱۴۰۴ء تا ۱۴۴۷ء) کے

(بقیہ حاشیہ ص ۱۰۶)

سفر کرد ازیں عالم پُر خطیر بہماہ صفر ہم بوقت سحر

بسی ہفت انزودوسی برہنزار کہ رفت از جہاں آں شہ نامدار

بر اورنگ شاہی دو بیت سال بسر برد بی بیچ جنگ و جدال

چو سالِ حیات شہ نامدار در آورد خامہ بہ ضبط شمار

کم از شصت آمد و پی چند روز کہ آں شمع شد بزم عقبی فرور

۱۰ شاہنامہ کلیم، ورق: ۱۱۱ اب (وفات ممتاز محل اس طرح سپرد قلم کی گئی ہے)

بہ ذیقعدہ سال ہزار و چہل شد این واقعہ آفتِ مبرودل

زنہ شانزدہ روز بگذشتہ بود شب ہمد ہم این قضا رونود

1. A literary History of persia, Vol. III. P. 95.

2. " " " " " " " " P. 183, 361.

اسی طرح عہد شاہ جہان میں ایک "ظفرنامہ" کا ذکر دیکھ کر قاری کے ذہن میں یہ خیال مستحکم ہونے لگتا ہے کہ غالباً یہ "ظفرنامہ" بھی مذکورہ بالا ظفرناموں کی تقلید میں لکھا گیا ہوگا۔ "ظفرنامہ قدسی" کے نام وغیرہ کے متعلق گذشتہ صفحات میں تفصیلات لکھی جا چکی ہیں۔

"ظفرنامہ قدسی" اور "شاہنامہ کلیم" کے مقابلہ کے لیے انوس ہے کہ ظفرنامہ مکمل صورت میں دستیاب نہ ہو سکا سنٹرل ریکارڈ آفس حیدرآباد میں "ظفرنامہ قدسی" کا ایک نسخہ ہمہ دست تو ہوا ہے، مگر وہ ناقص الاول ہے اور اس کے ابتدائی (۳۷) اوراق امتداد زمانہ کی نذر ہو چکے ہیں۔

دوسرا نسخہ کتب خانہ آصفیہ میں موجود ہے لیکن وہ برٹش میوزیم کے نسخہ کی طرح منتشر و پچیدہ، چیدہ حالات پر مشتمل ہے۔ اس لیے ہمیں مجبوراً فہرست بانکی پور لائبریری کے نسخہ سے استفادہ کرنا پڑ رہا ہے اور آئندہ کی ساری بحث اسی نسخہ کی روشنی میں کی جائے گی۔

فہرست بانکی پور میں ریاض الشعراء و مخزن الغرائب کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ "قدسی نے ظفرنامہ کو نامکمل چھوڑا تھا اور ابوطالب کلیم نے اس کی تکمیل کی تھی۔"

والہ داعستانی (متوفی ۱۱۶۹ھ) کے جس متن سے یہ حوالہ لیا گیا ہے وہ درج ذیل کیا جاتا ہے تاکہ اس کی روشنی میں مدلل طریقہ پر بحث کی جاسکے۔

"خلاصہ آن کہ (قدسی)۔ ہندوستان آمدہ از مقربان درگاہ شاہ جہان پادشاہ گردیدہ، ملک الشعراء سرفراز گردید و شاہنامہ بچہ پادشاہ مذکور گفتہ نام تمام ماندہ است، بعد از فوت وی ابوطالب کلیم ملک الشعراء گردیدہ شاہنامہ را خود گفتہ با تمام رسانید۔"

والہ داعستانی کے بیان میں دو نقاط بحث طلب ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ قدسی ہندوستان آیا، ملک الشعراء کے عہد سے سرفراز ہوا اور اس کی وفات کے بعد کلیم ملک الشعراء ہوا۔

معاصر مورخ محمد صالح کنبہ "عمل صالح" میں کلیم کے ملک الشعراء ہونے کے متعلق لکھتے ہیں :-

1. A literary History of Persia, Vol. III. P. 362, 363.

2. Catal. Bankipore lib. Per. Mss., Vol. III. P. 77.

” (کلیم) بخطاب ملک الشعراء امتیاز یافت۔ اگرچہ استحقاق آن منصب جلیل القدر حاجی محمد جان قدسی
داشت، اما ازیں روکہ پیش از رسیدن حاجی اور کلیم، بایں خطاب سرفرازی یافتہ بود۔ تا دم آخر برو
بحال ماند و تغییری بدان راه نیافت۔“

عملی صالح کے مذکورہ بالا زلمے سے یہ مترشح ہے کہ کلیم قدسی کی آمد سے قبل ہی ملک الشعراء ہو چکا تھا اور
تا دم زلیست اس پر فائز رہا۔ ایسی صورت میں قدسی کے ملک الشعراء ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کیونکہ قدسی نے ۱۰۵۶
میں وفات پائی اور کلیم نے ۱۰۶۱ آئیں۔ اور اس کے علاوہ ہر معاصر مورخ و تذکرہ نگار کلیم ہی کو ملک الشعراء لکھتا ہے۔ لہذا
ان ہی مستند بیانات کو سامنے رکھ کر ہم یہ کہنے کے سوقف میں ہیں کہ قدسی کی وفات کے بعد نہیں بلکہ قدسی کی آمد سے قبل ہی
کلیم ملک الشعراء کی خلعت سے سرفراز ہو چکا تھا اور زندگی کی آخری سانسوں تک اس عہدہ پر مامور رہا۔

۲۔ دوسرا نقطہ یہ ہے کہ ”شاہنامہ“ کو پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مثنوی بجائے خود مکمل ہے کسی مثنوی کا تتمہ
نہیں ہے اور نہ کلیم نے کہیں اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ یہ ظفر نامہ قدسی کا تتمہ ہے نہ کسی معاصر تذکرہ نگار نے اس کا ذکر کیا
ہے اور نہ شاہنامہ کلیم اور موجودہ ظفر نامہ قدسی کے مقابلہ سے کوئی حصہ کلام مشترک معلوم ہوتا ہے جس سے یہ گمان ہو کہ ظفر نامہ
کا کوئی جزو شاہنامہ کلیم میں شامل ہے۔ لہذا خارجی شہادت و داخلی مواد کی رو سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ ریاض الشعراء کا بیان صحیح نہیں ہے۔
اب چونکہ شاہنامہ کلیم کے متعلق صاف و صریح معلومات حاصل ہو چکے ہیں اس لیے ہم آئندہ صفحات میں ان کے
مقابلہ کی طرف رجوع کریں گے۔ نہرت بانگی پور میں ”ظفر نامہ قدسی“ کے متعلق جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ سرخیوں کی شکل میں
ہیں جن کا مقابلہ شاہنامہ کی سرخیوں سے کیا جاتا ہے۔

۱۔ شاہنامہ کلیم میں سرخیوں کی تعداد ۸۰ ہے۔

۱۔ ظفر نامہ قدسی میں ۵۱ سرخیاں ہیں۔

۲۔ شاہنامہ کا آغاز حمد و نعت سے ہوا ہے۔ بعد ازاں تعریف سخن ہے اور ورق : ۹ سے شاہجہان کے اجداد
کا نسب نامہ شروع ہوا ہے جو ورق : ۳۶ پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مغل حکمرانوں کی عظمتوں کی تفصیلات درج
ہیں۔ ورق : ۳۷ تا ۷۱ زمانہ شہزادگی کے حالات ہیں۔

۳۔ ظفر نامہ کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے

کہ شد مہر در وجودش وجود

بمحر خدائی ز بانم کشود

اور پھر دوسری سرخی ہے تولد شاہجہان ورق : ۹۔ نسب نامہ شاہجہان ورق : ۹ ب پر بالکل مختصراً شاہان

سلف کا بیان درج ہے۔ ورق : ۹ ب تا ۵۲ ب شاہجہان کی شہزادگی کے زمانے کی تفصیلات ہیں۔

۲۔ ورق ۷۶ سے ۲۲۰ تک جلوس شاہجہان و فتوحات وغیرہ اور دس سالہ دورِ حکمرانی کے تفصیلی حالات نظم ہیں۔ اس کی مزید تفصیلات تکرار کا باعث ہونگی۔

۳۔ جلوس شاہجہانی کا ذکر ظفر نامہ کے ورق : ۵۹ پر قلمبند ہے پھر اس عہد کے چیدہ چیدہ واقعات مثلاً فتح قندھارک، امر دن ممتاز محل، دامادی دارالشکوہ و سلطان شجاع، جنگ اورنگ زیب بافیل، گرفتار قلعہ دولت آباد، باغی شدن چھار سنگھ بندیلہ اور آخر میں مختلف عمارات کی تعریف میں مثنویاں ملتی ہیں اور پھر ورق : ۱۹۲ ب سے قصاید کا آغاز ہوتا ہے۔ ورق : ۲۷۵ ب پر ترجیع بند ہے۔ ورق : ۲۸۲ تا ۲۸۷ ب قطعات اور ورق : ۲۸۷ ب تا ۳۲۳ ب غزلیات رقم ہیں۔ رباعیات پر کلیات قدسی کا اختتام ہوا ہے۔

نقائص ظفر نامہ

ریونے برٹش میوزیم کٹلاگ میں ظفر نامہ قدسی کے نامکمل ہونے کا ذکر یوں کیا ہے کہ ظفر نامہ قدسی نامکمل اور چند منتشر واقعات کے حامل قطعات کا مجموعہ ہے۔

اس کے ناقص اور منتشر ہونے کی مزید توثیق یوں بھی ہوتی ہے کہ اس میں اس عہد کے بعض اہم واقعات کے متعلق کچھ بھی مواد نہیں ملتا مثلاً خان جہان لودی کی بغاوت کا ذکر کہیں نہیں ہے۔ اس کے برخلاف شاہنامہ کلیم میں ورق ۹۳ سے خان جہان کا ذکر شروع ہو کر ورق : ۱۱۲ ب پر ختم ہوا ہے۔ اور اس کے قتل تک کے واقعات مکمل درج ہیں

۴۔ اصولاً محسن ظفر نامہ پہلے ہونا چاہیے تھا لیکن چونکہ مقابلہ کا ربط و سلسلہ ٹوٹ رہا ہے، اس لیے ترتیب الٹ دی گئی ہے۔

2. Catal. Brit. Mus. Per. Mss., Vol. II. P. 685.

“The poem was left unfinished. The present copy contains a confused series of detached fragments..... even thrice over with some variations.”

۵۔ شاہنامہ کلیم، ورق : ۹۳ ب تا ۱۱۲

پی ہر کہ عبرت بگیری د ازان

کہ روشن شود بر تو صدق سخن

ز اقلیم ہستی برون برو رخت

در آن دم بمرض شہنشاہ رسید

جنیں می نگارد بکلک بیان

در احوال خان جہان فکر کن

بوقتی کہ دریائے شوریدہ بخت

سیر پیر شیر آد بدرگہ رسید

لیکن ظفر نامہ قدسی میں فتح قندھارک، مردن ممتاز محل و فتح بندر ہو گئی کی تفصیلات کے مجملہ خان جہان کا ذکر نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شاعر کے نزدیک اس بغاوت کی کوئی خاص اہمیت نہ تھی بلکہ ظفر نامہ کے نامکمل ہونے کی وجہ سے وہ حصہ بھی کہیں گم ہو گیا ہو گا۔ قدسی کی زندگی میں تو اس کا سارا کلام غالباً مدون نہیں ہوا تھا، اس لئے اس واقعہ کا کاتب یا مدون کرنے والے کی عدم توجہ کا شکار ہونے کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔

اس انتشار کے متعلق ریو کا مزید بیان ہے کہ جھجھار سنگھ کے واقعہ پر جو اشعار ظفر نامہ میں درج ہیں وہ قدسی کے نہیں کلیم کے ہیں اور کلیم کے دیوان میں دستیاب ہوئے ہیں۔ لیکن کتب خانہ آصفیہ کے "ظفر نامہ قدسی" میں جو اشعار جھجھار سنگھ سے متعلق ملے ہیں ان کا مقابلہ میں نے کلیات کلیم کے اشعار سے کیا تو یہ صاف محسوس ہوتا ہے کہ یہ اشعار کلیم کے نہیں ہیں کیونکہ نہ طرز کلام میں مشابہت ہے نہ بحر شعر ہم وزن ہے۔ مزید توثیق کے لئے قدسی کے اشعار اور ساتھ ہی کلیم کے اشعار کلیات اور شاہنامہ دونوں سے نقل کئے جاتے ہیں۔

ظفر نامہ قدسی :-

تلم چوں ظفر نامہ را تا زہ کرد	عروس سخن را چنیں غازہ کرد
کہ صاحبقران سپہر اقتدار	چو آہنگ بندیدہ کرد آشکار
گر وہی بہ تادیب آں کفر کیش	ز شیران جنگی فرستاد پیش
ازاں ملک جھجھار ناچار رفت	بہ بلبل بگو کز چہن خار رفت
ز سردار لشکر منظر بود	ملی مرد را عقل در سر بود
رسیدند تاحد آں مرز دہوم	کہ آنجا وطن داشت جھجھار شوم
باتبال خاقان گردوں شکوہ	یکی زندہ بیرون نشد زان گروہ
بریدند جھجھار را سر ز تن	ہی گشت آں بیشہ از اہرن
پرہم بہ تکلیف تیغ دوسر	براہ سفر شد رفیق پدرا (فولن فولن فولن)

1. Catal. Brit. Mus. Per. Mss., Vol. II, P. 686.

"The longest, however, fol. 48^b, 51^b, and 21^a, 26^b, relating to the flight and death of Raja Tajhar Singh (A.H. 1044) is not by Kudsī, but by Kalīm, and is found in the Divan of later."

شاہنامہ کلیم :- (فولن ، فولن ، فولن ، فولن)

بود حال، جھاراں خسران مال
بگفتا کہ ستانہ انداز تن جدا
گرفتند انگشت ہر دو را
بہ تعجیل کرد اند و سر را روان

مرا شاہ مدد را بنے مثال
سر ہر دو سرمایہ فتنہ زنا
بریدند از تن سر ہر دو را
بدر گاہ ثانی صاحب تران

کلیات کلیم :- (مفاعیلن ، مفاعیلن ، فعلن)

کہ آغازش پہہ و انجام بچوں بود
چو دود از آتش بر سنگ زادہ
بدر گاہ آمد و سر نیز بر سر

بجویم قصہ جھار مردود
ہمیں مدبر کہ بختش پشت دادہ
ہمہ اہل عیال و مال یکسر

ایک ہی واقعہ کو دو مختلف شعرائے قلمبند کیا ہے۔ ہر دو کا کلام جداگانہ ہے، اس لئے ریو کا بیان صداقت پر مبنی تصور نہیں کیا جاسکتا۔ ممکن ہے کہ ریو کو جو ظفر نامہ قدسی ملا تھا اس میں کسی کاتب نے کلیم کے اشعار ہی درج کر دیئے ہوں۔ کیونکہ موصوف نے لکھا ہے کہ :

”اکثر جگہ واقعات کی تکرار بھی پائی گئی ہے“

لہذا اس کا الزام قدسی کی ذات پر رکھنا یقیناً نامناسب ہوگا۔

محاسن ظفر نامہ

ہر چیز کے دو رخ ہوتے ہیں۔ جہاں ”ظفر نامہ“ میں نقایص ہیں وہاں چند خوبیاں بھی ہیں۔ یعنی ظفر نامہ اتفاقاً زمانہ سے نامکمل رہ گیا لیکن اس میں ایک خوبی زبان کی روانی، سلاست و فصاحت کی ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ چند اشعار اس خوبی کے اظہار کے لئے پیش کیے جاتے ہیں :-

زاو لاد و اتباع اُد کس نماںد	در آں بوستان ریشہ خس نماںد
کے را کہ برگشت ازیں آستان	بر افتادہ بہ تخم اُد از جہان
بس از فتح کردن سران سپاہ	جہیں ہا پیر از سجدہ پا و شاہ
قلم چوں ظفر نامہ را تازہ کرد	عروس سخن را چسبیں غازہ کرد

بریدند چھار اسر ز تن تہی گشت آں بیستہ از اہرمن

دوسرے یہ کہ قدسی نے ہمیشہ اپنے ممد، لو عرش کی بندیوں پر پہنچایا ہے اور بڑے بڑے خطرناک موٹو پر بھی اُسے بے قصور ثابت کیا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ یمن الدولہ آصف خان نے بلاتی، طہور شاہ شہریار کو صرف شاہجہان کا میدان صاف کرنے کے لیے مہمان کے گھاٹے اتارا تھا، مگر قدسی نے اس کی توجیہ یوں کی ہے کہ

”کہ میدان شود ملک از رختہ گر“

شاہنامہ کلیم میں اس واقعہ کو بااں معروضی انداز میں بیان کیا گیا ہے گو یہ طریقہ تاریخ کے لیے موزوں ہوتا ہے اس میں وہ زور کلام، جوش اور تہنید نہیں جو ظفر نامہ قدسی میں ہے۔ قدسی کے ہاں شاعری اور کلیم کے ہاں واقعہ نگاری ملتی ہے۔ ظفر نامہ کے چند شعراء مذکورہ بالا بیان کی توثیق کے لیے پیش کیے جاتے ہیں۔

کہ ویراں شود ملک از رختہ گر

ز اخلاط فاسد بدن پاک بہ

پو و چیدنی ناحن از دست و پاسے

بنزند اگر شاخ و برگ زیاد

کہ در کار ملک افتد از دی گرہ

کنند رغبت صید روزی دگر

آن ہر سہ ہوشنگ و گر شاہ پیار

یہیں دولہ انگندہ در رنج شان

در آمد بلا ہور فرماں بدست

چہ دانم کہ دانی، چگویم چہ کردہ

کہ در پادشاہی نشاید سہم

شریک جہاں چوں شریک خدا

بیا شد کی را دوسایہ ز سپے

کہ از زادہ شیر شد بیستہ پاک

عیال استہ واقف خیر و شر

سر متغی ملک در خاکش بہ

ز تن ہر چہ روید بنا شد بجاک

نیکمی و بد میوہ نخل مراد

بہ تیغ دوسراں سر انگندہ بہ

چو شاہین زد امروز از بیضہ سر

بلاتی و طہور شاہ و شہریار

بلا ہور بودند ہر پنج شان

کہ در قتل شان خان خدمت پرست

در اجرای فرماں سگالندہ مرد

بلی نیست پنهان طبع سلیم

بنزد خرد و در نسا شد روا

چہ گوی تو شد یاوشہ ظل حی

شدش لوح خاطر ز اندیشہ پاک

حاصل کلام یہ کہ شاہنامہ کلیم اور ظفر نامہ قدسی کا بہ نظر غائر مطالعہ کیا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ

موجودہ نظریہ نامہ قدسی کی حیثیت مثنوی سے زیادہ کلیات کی ہے کیونکہ اس میں مثنویاں اقتضایہ اغزلیات و رباعیات وغیرہ بھی شامل ہیں اس لیے ہم نے دونوں کا مقابلہ و مقابلہ صرف مثنوی کے حصہ تک ہی کیا ہے اور شاہنامہ کلیم ایک مکمل مثنوی ہے۔ اس کی ہیئت کلیات کی طرح نہیں جو مختلف اصنافِ سخن پر مشتمل ہو اور نہ وہ کسی مثنوی کا تتمہ معلوم ہوتی ہے بلکہ شہنشاہ شاہجہان کے عہدِ زرین کے ابتدائی دس سال میں ظہور پذیر ہونے والے شاندار کارناموں کی مفصل تصویر و مستند منظوم ریکارڈ ہے جو تاریخ ادب میں رہتی دنیا تک باقی رہے گا اور جس کی وجہ سے کلیم کو اپنے ہم عصر شعراء پر فوقیت حاصل رہے گی۔

باب چہارم

کلام کلیم کا تنقیدی و تحسینی مطالعہ

تفسیر و مطالعہ کلام کلیم کا مقصد اس کے معنی و اہمیت کو جاننا ہے۔ اس کتاب میں کلام کلیم کے مختلف نسخوں کا مطالعہ کیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے تاریخی و ادبی پس منظر کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف نے کلام کلیم کے مختلف نسخوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے تاریخی و ادبی پس منظر کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس کتاب کے مصنف نے کلام کلیم کے مختلف نسخوں کا مطالعہ کیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ اس کے تاریخی و ادبی پس منظر کا بھی جائزہ لیا گیا ہے۔

شاعری کا شمار فنون لطیفہ میں اس لیے کیا جاتا ہے کہ اس کے ارتقائی منازل تدریجی طور پر لطافت پذیر ہوتے ہیں۔ صنعت اپنے کمال پر پہنچ کر صنعت کی منزل میں داخل ہوتی ہے۔ ابتدائے آفرینش کے وقت انسان کو سر چھپانے کے لیے پناہ گاہ بنانے کی ضرورت محسوس ہوئی اور تمدن کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ان ہی انسانی ہمتوں نے ایک منزل پر پہنچ کر تاج محل کی تخلیق کی۔ اسی طرح اشاروں اور مختلف آوازوں کے ذریعہ مافی الضمیر کا اظہار کرنے والے انسانوں نے زبان کی ابتدا کی اور ان کی سعی مسلسل نے درجہ کمال پر پہنچ کر شعر کی تخلیق کی جسے الفاظ کے ذریعہ ساحری کرنا کہا جاسکتا ہے۔

رقص، تعمیر، مصوری، بُت سازی، موسیقی اور شعر میں بنیادی طور پر تو کوئی فرق نہیں ہوتا البتہ ذریعہ اظہار مختلف ہوتا ہے اور انہیں ذریعہ اظہار کا حین، لطیف، بلند و وسیع، پر معنی و اثر انگیز استعمال ہی فنکاری تصور کیا جاتا ہے فنکاری میں صرف مواد و ہیئت ہی کو اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ القاء، تصور، اور شاعر کا تجربہ بھی اہم ہوتا ہے جس سے مواد و ہیئت میں جان پڑتی ہے۔ کلاکار کی شخصیت جتنی جاندار و لطیف ہوگی، جذبات میں جتنا گداز اور تخیل میں جتنی گہرائی و پرواز ہوگی شعرا ان ہی لطیف، ارفع و اعلیٰ، درخشاں و تاباں ہوگا کیونکہ اس کی نمو، اس کی تعمیر و تشکیل، رنگینی و اثر انگیزی کے لیے خون جگر دینا ہوتا ہے اور ایسی شخصیتیں فلک کج رفتار کے ہزاروں سال کے ریاض کے بعد وجود میں آتی ہیں۔ ان میں سے ایک کلیم بھی ہے۔ جیسے مولانا شبلی نے ”صحیفہ غزل کا آخری ورق“ کہلے۔

حیاتِ کلیم کی ابتدائی تفصیلات سے اس امر پر روشنی نہیں پڑتی کہ اس کے اسلاف کون تھے۔ اس نے کن کن سے فیض حاصل کیا تھا۔ ذوقِ شعری اسے ورثہ میں ملا تھا یا اس کے ریاض کا نتیجہ تھا۔ البتہ مدینۃ العلم شیراز کی بلند قدر ہستیوں کے پر تو علم نے کلیم میں وہ تابانی پیدا کر دی تھی کہ اس نے ان ہی صلاحیتوں اور سعی مسلسل کے ذریعہ ملک الشعراء کا بلند مرتبہ حاصل کیا ہے۔

نچتہ ساز و صحبتش ہر خام را

تازہ غوغائے دہد ایام را

بعض شاعر ایسے ہوتے ہیں جو اسلاف کے راستے ہی پر چل پڑنے کو عین سعادت و مندی تصور کرتے ہیں، بعض ان

ہی راہوں کو شاہراہوں میں تبدیل کرتے ہیں اور ان کے نام رہتی دنیا تک سرفہرست نظر آتے ہیں۔ کلیم نے تقدیر کے سرایہ شعرو سخن کو مشعلِ راہ بنا کر ان میں بعض جہتیں پیدا کیں۔ شاعری کے وہ جوہر دکھائے اور اپنے ہم عصروں میں وہ امتیاز حاصل کیا کہ اُسے "خلاق المعانی ثانی" کے لقب سے موسوم کیا جانے لگا۔

قصیدہ کا رنگِ مآخرین تک پہنچتے پہنچتے پھیکا ہو چکا تھا۔ عرنی نے کہا ہے۔
 قصیدہ کا رہوس پیشگانِ بردِ عرنی توارِ قبیلہ عشقی و ملیفاتِ غزل است
 کم تر قصیدہ اظہارِ علمیت کے لیے اور زیادہ تر صلہ کی تمنا میں لکھے جانے تھے کیونکہ دوزخِ شکم کے لیے ایندھن ضروری تھا اور اربابِ ہنر کو اپنی ناگزیر احتیاجات پوری کرنے کے لیے در بدر کی ٹھوکریں کھانی پڑتی تھیں، وطن کا عیش، عزیز و اقارب کی محبت، تاج کرپدیس کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں تب کہیں جا کر گوہرِ مراد حاصل ہوتا اور کشتِ امید سرسبز ہوتا تھا چنانچہ کلیم کے حقایقِ بارِ قلم سے یہ شعر تراش ہوا ہے۔

چوں گہرِ غربتِ مابہِ زوطن خواہد بود در بدر گو بفلکِ گردشِ دوراں مارا
 اور اکثر اوقات سفر کو حضر پر ترجیح دینے کے باوجود امن و آسائش نصیب نہیں ہوتا تھا۔
 رفتِ عمرم در سفر چوں موج و نتوانم کلیسم : گوشہ امنی دریں دریائے بے حاصل گرفت
 یا تو امر اور سار کے آستانوں پر جبین صائی کرنی پڑتی تھی اور ان ہی کی رقیبانہ چشمکوں، تشویق و تحریص کی وجہ سے ادب کو فروغ ہوتا تھا۔ شہزادہ "چشمِ سخنور" کی صلاحیتوں، پرکھ اور قدر دانیوں کے مطابق ریاضت کرتے اور اسی فکرِ سخن کے نتیجے میں ادب کے شہکار وجود میں آتے۔

چشمِ سخنور تراتا بنظرِ نیا ورد طبعِ کلیسم، سچ کہ فکرِ سخن نمی کند
 شاعر اور مفکر اپنے دور کے خارجی اثرات سے بے نیاز نہیں ہو سکتا جب تک وہ نئی راہوں کو نہ اپناتے، نئے موڑ کی عکاسی نہ کرے اس کے کلام میں روحِ عصر رچی ہوئی نہ ہو، نبض کی دھڑکنوں کی آواز سمی ہوئی نہ ہو تو وہ کلام لافانی ادبِ منظر کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ کلیم کے اشعار میں اس عہد کی کساد بازاری، سخن اور پھر اپنے شہبِ سخن کو شاہراہِ نور پر چلا کر لائقِ چشمِ خودیدار بنانے کا تذکرہ ملتا ہے۔

گر مستاعِ سخن امروز کساد است کلیسم تازہ کن طرز کہ در چشمِ خسریہ آید
 رنگینی و افلاکِ سخن کو سادگی میں تبدیل کرنے کا اعتراف کرتا ہے۔
 کلیم از شعر رنگین نیست بیتِ سادہ می گوید عروسِ تنگدستانِ بیش ازین زیور نمی دارد
 وہ آرٹ کی نمونہ جگہ سے گونے کا قائل ہے۔
 بی سینه روشن رُخ معنی نہ نمائند آئینہ ہمیں دستِ عروسانِ سخن را

متقدمین سے تاخرین تک ہر شاعر و فنکار نے اپنے کو اربابِ ہنر سے متعلق کیا ہے جس سے اس امر کا انکشاف ہوتا ہے کہ اس طبقے میں مصور، موسیقار، دانشور، دستکار سب شامل تھے۔ علماء و ادباء کے لیے کوئی علیحدہ اصطلاح یا درجہ متعین نہیں تھا۔ جاگیر داری سماج میں تمام صنعتوں، فن تعمیر، فنون لطیفہ ہر چیز کی تخلیق و ارتقاء کے لیے امرار و جاگیر دار اہل ہنر کی سرپرستی کرتے، پھر درمیانی طبقہ ہوتا اس کے نیچے محنت کش عوام کی اکثریت ہوتی اور اسی اکثریت سے اکثر اہل ہنر اٹھتے تھے۔ محنت ان میں خود اعتمادی اور شخصی آزادی کا جذبہ پیدا کرتی اور امرار کی سختیاں، ان کے فن سے غلط استفادہ کرنے کا ماحول انہیں حساس بنا دیتا تھا جس کی وجہ سے تنگ آکر وہ صدائے احتجاج بلند کرتے۔ ”دنیا“ سے مراد ”مستبد و جابر حکام“ ہوتی اور ان کا قلم چیخ اٹھتا کہ دنیا نے بالکل اسی طرح ”اہلِ سخن“ پر کاروبارِ حیات تنگ کر رکھا ہے جس طرح کے خوش الحان پرندے کو آہنی قفس میں بند کیا جاتا ہے۔

کاربرِ اہلِ سخن دہر ز بس سخت گرفت قفسِ طوطی خوش لہجہ ز آہن باشد
سماج کے عام بنتے، بگڑتے حالات اور نظم و نسق کے انتشار یا امن و ضبط کے ساتھ ساتھ ان پر عرصہ حیات تنگ و فراغ ہوتا ہے، مگر اہل ہنر تنگ دستی ہی میں رہتے ہیں اس لیے اس کا اظہار ان کی زبان سے ہو ہی جاتا ہے۔

ہمیشہ اہل ہنر را زمانہ عریاں داشت فسانہ ایست کہ خم جامہ فدا ملون بود
ذوق نے بھی کہا ہے۔

یوں پھر میں اہل کمال آشفۃ حال افسوس ہے اے کمال افسوس ہے تجھ پر کمال افسوس ہے
اربابِ ہنر کا سب سے گراں قدر سرمایہ اُن کا ہنر ہے۔ زمانہ کی ناقدری کی وجہ سے ان ”منفلسوں“ کو اپنے اس قیمتی سرمایہ کو ازراں فروخت کرنا پڑتا ہے اور شاعر ٹرپ کر کہتا ہے کہ ”تہی دستی دوراں“ کی وجہ سے ان کو قیمت گرا نی پڑتی ہے۔

منفلس از جنسِ خود ازراں نفروشد چکند کم بہا کرد تہی دستی دوراں مارا
گھاکوں کی کمی کی وجہ سے جنسِ سخن اپنی اصلی قدر و منزلت نہیں رکھتی مگر گراں قدر تحفہ کس و بازاری کی وجہ سے ازراں بنتا ہے اور یہ فنکار کی توہین ہے جسے کلیم برداشت کرنے تیار نہیں۔

از کس مشتری جنسِ سخن خوار نیست تحفہ گراں قیمت است جوشِ خریدار نیست
اور جب شاعر نے اپنے ماحول میں ناقدری کی انتہا دیکھی تو بے نیاز ہو گیا اس لیے وہ اپنے آپ کو تسکین دیتا ہے کہ ”قدرِ سخن“ نہ بھی ہو تب بھی کونسا مقام شکوہ و شکایت ہے۔ اس ”بازارِ جہاں“ میں ”آبِ حیاں“ کی کون قیمت ادا کرے جسے جو جنسِ سخن کی کرے گا۔

نہ از خوار نیست گر قدرِ سخن را کس نمی داند بازارِ جہاں قیمت کہ داند آبِ حیاں را
کلیم بھی حالات کے اقتضا سے مجبور تھا اس نے اپنے عہد کے تقریباً ہر اہم واقعہ پر قصیدہ، مثنوی یا قطعہ لکھا اور اس کے صلہ ہی کے سہارے اپنی زندگی کے دن گزرتا رہا۔ اس کا کلام شاہد ہے کہ شاعر صرف آسمان سے من و سلوی

اُترنے کا منتظر نہیں رہتا بلکہ اپنی کاوش اور سعی مسلسل سے ایک خود دار اور غیہ رت مند فنکار کی طرح زمین اور زمین والوں سے اپنی محنت کا معاوضہ طلب کرتا ہے۔

کدام گنج کہ در گنج خاک ساری نیست
تو از زمین به طلب ہرچہ آسماں نہ دید
چرخ جفاکار اور ناقدر شناسان سخن سے حوصلہ شکن مسلوں سے فدا کا دل بچھ جاتا ہے اور اس کے قلم سے اس طرح خیالات کا ترشح ہوتا ہے۔

ہنرم را شمری چرخ جفاکار نداد
دبّہ قدر شناسی بہ خبر یدار نہ داد
مولانا شبلی کا خیال ہے کہ !

”کَلِمَہ نے عرفی اور نظیری کی پیچیدار اور مشکل بندشیں صاف کر کے مبالغہ اور حُسنِ تعلیل کو وسعت دی لیکن اس کے ساتھ قصیدہ کا زور اور اس کی متانت اور بلند نام ہو گئی اور غزلیت کا رنگ غالب آگیا۔“

اور ایک جگہ خود اعتراف کرتے ہیں :

”لیکن در حقیقت یہ عہد غنزل کی ترقی کا عہد ہے۔“

کَلِمَہ نے جو مدحیہ قصیدے، قطعات اور مثنویاں لکھیں اس سے حصولِ معاش اور اظہارِ علمیت دونوں مقصود تھے۔ اس کے بعض قصیدے یقیناً نہایت شاندار ہیں اور شاہ جہان کی سخن سنجی و داد و دہش خود اسکی شاہد ہے۔ قدما کی طرح کَلِمَہ کے قصاید میں بھی تمہید اکثر بہاریہ انداز میں ہوتی ہے اور اس میں معنوی و صوری خوبیاں بدرجہ اتم پائی جاتی ہیں۔

چمن تمام فرج شد ز انبساط بہار
چہ بادہ در سرد چہ گل بگوشہ دستار
ز زیر شبنم نرگس چو چشم عینک دار
نہادہ پر تو گلہا حنا بدست چنار
رطوبت ہو را کہ بر نمی آید
کشید و سمہ برابر دی موجہ سبز تر

♦ ♦ ♦

چناں ز مقدم نوروز شد طراوت م
کہ سبز گشت ہم از آب تیغ چو ب نیام
زمانہ از رقم سبزہ بر صیفہ خاکث
سند نوشته کہ از ابرمی ستاند وام
شگوفہ پر ہن تر بشاخ اگر چہ نگند
تدید پر تو خورشید را دریں ایام
ز حن تر بیت بر شگال نیست بام
کہ خار پشت شود بچو گل حریر اندام

♦ ♦ ♦

دگر بہار جہاں را چنناں گل بہار کرد
کہ شوق سیر چمن سرور را خراماں کرد

چو دام دار تھی دست از خجالتِ ابر
بزیر سبزہ نمیں روی خویش پنهان کرد
نخط سبزہ نورستہ باز دست بہار
نوشته متن دقیق کہ شرح نتوان کرد

ۛ ۛ ۛ

کلیم موسم کی عکاسی، منظر نگاری میں جزئیات کو اس تفصیل سے قلمبند کرتا ہے کہ ایک موصو کا موقلم اشعار کی رہنمائی میں خوبصورت اور مکمل تصویر بنائے اور تخیل کا آب و رنگ سامعین کے چشم تصور میں اس مقام کو بہت نظیر بنا کر پیش کرے۔
زمین کی زرخیزی اور قوت نمو کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔

عُرجِ نشو و نما میں کہ ہچو سبزہ خط
بہ رُخ از آبِ عرقِ سبز گشت دانہ خال
نموسبزہ تر ہچو آبِ فوارہ است
کہ تازہ صحنِ چمن سرزده است کشتہ نہال
شوگنہ سیم قشاں بی نسیم تحرکی
حرمِ گہیت کہ بخشند پیش ز سوال
دریں بہار گنہ گر فرشتہ بہ نوید
نم ہوایش بشوید ز نامہ اعمال

آخر الذکر شعر میں تو مضمون آفرینی کی معراج ہے اس کا قلم شاعری نہیں ساحری کر رہا ہے۔ بہار کا موسم ہے و عطر بنیر ہوا میں چل رہی ہیں، سارے سامانِ عیش ہتیا ہیں موسم کے اثر سے یقیناً انسان سے گنہ سرزد ہو رہے ہیں لیکن شاعر یہ کہہ کر ان کے خوفِ عقوبت کو کم کرتا ہے کہ فضا میں اتنی خشکی اور نمی ہے کہ اگر فرشتہ ہمارے گناہ لکھ بھی لے تو ہوا کی نمی اس کو نامہ اعمال سے دھو ڈالے گی اور جب کوئی ریکارڈ ہی نہیں رہے گا تو احتساب کس چیز کا ہوگا۔

کلام کی قدرتِ خیال اور جراتِ آفرینی سے کوئی ناقد انکار نہیں کر سکتا۔ مولانا شبلی اس جگہ اس کا لوہا مانتے ہیں "اسکی دکھیم، جدتِ آفرینیاں استعجاب کے قابل ہیں۔"

ایک قصیدہ میں اپنے ممدوح کے انتظامِ سلطنت کو اتنا سراہا ہے کہ جدتِ خیالِ مبالغہ و غلو کی سرحدوں تک پہنچ گئی ہے۔

بعہش آں چتاں و خواب امن است
کہ باید پاسبانی پاسباں را
بلکش راہ زن مانند جادہ
بمنزل می رساند کارواں را
بعہد عدل او واپس ستاند
بہن از خاک زرہاے خزاں را
کفش پرداخت کانِ گوہر و زر
فلک برچید آخر این دکان را
یہ دیکھے ممدوح کی صفت عطا کو کس شان سے سراہا ہے۔

اگر ز کوہ و تارش بہ بحر سایہ فتد
عجب کہ موج در آید ز جاز جنبش باد
عطاش مستحق و غیر مستحق شناخت
بنزد ابرچسہ ویراں چہ منزل آباد

ممدوح کو سر اٹھا ہر اوج کا فرض ہوتا ہے۔ بے پناہ نوازشوں کو کتنے موثر اور حسین انداز میں سراہا ہے
ایر کا کام برسناسے خواہ بستی ہو یا ویرانہ وہ یکساں نوازتا ہے اسی طرح اس کا ممدوح بھی نہال کرتا ہے۔ اہل کو تو
ہر ایک دیتا ہے ناہل کو دنیا غیر معمولی جذبہ سخا کے حامل شخص ہی کا دل ہوتا ہے۔
صنف غزل عہدِ مہاجرین میں جو لائیکہ قلم بنی ہوئی تھی۔ اس میدان میں شعرا نے جو جدت آفرینیاں کی تھیں
وہ واقعی استعجاب کے قابل ہیں۔

اختر اور نیوی کہتے ہیں:

”ایک غزل قیمتی موتیوں کا ہمارے ادہ تاج محل نہ سہی، اعلیٰ غزلوں میں نیم وحشیانہ ابرو کا نہیں ہوتی

بلکہ روحانی ربودگی پائی جاتی ہے“

مشاہدہ، تصویر یا خیال، احساسات، جذبات، تخیلات و وارداتِ داخلی کی منزلوں سے گزر کر شاعرانہ تجربہ
کی نئی منزل میں داخل ہوتا ہے تو شعر کی صورت اختیار کرتا ہے۔ کلیم کی فنکاری میں ہمیں جذب و سوز، خیال کی پرواز
قوتِ ادراک، حُسن و جہان، یاس و امید کی کشمکش، درد و گداز، طنز و جدت اور تازہ خیالی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ اچھے
یہاں واقعیت کا حُسن بھی ہے اور مثالیت کا جمال بھی۔ مضمون آفرینی کی کثرت بھی ہے اور بلاغت و فصاحت کا امتزاج
بھی۔ وہ ایک طرف نقاشی و بت سازی کرتا ہے جس کی رہنمائی میں ایک مصور کا موقلم حسین تصویر بنا سکتا ہے تو دوسری
طرف اشاریت و ایما بیت کے جلوے ملتے ہیں۔ اس کے فن میں لطافت، عمق، رفعت و وسعت بھی ملتی ہے۔
مضمون آفرینی کی مختصر تعریف ان الفاظ میں کی جاسکتی ہے کہ وہ نیا استعارہ، یا تشبیہ، انوکھا مبالغہ یا حسن تعلیل کا
مجموعہ ہوتا ہے۔ زائد ازیں اور پر معنی استعارات، حُسن انتخاب و ترکیب کے امتزاج سے پیدا کیے جاتے ہیں اس تخلیق میں

کلیم کے تخیل کو بڑا دخل ہے۔ لب و لہجہ، تیور، طرز، آہنگ اور صوت کی تاثیر سے وہ بخوبی واقف ہے۔
جیسا ایک حسین ادا ہے بزبان غالب ”ادا کے ناز“ ہے اور اس موضوع پر تقریباً ہر شانے طبع
تشبیہ آزمائی کی ہے۔ تشبیہیں اختراع کی ہیں، نادرا، اچھوتی، نرالی تشبیہیں۔ مگر کلیم کی لاجواب تشبیہ

لاحظہ فرمائیے کہ وہ جیسا کہ محبوب کی مست آنکھوں کے گوشوں میں اس طرح سموئے ہوئے دیکھتا ہے جس طرح نام نہاد و اہل نرم
شراب میں اغیار سے ڈرتے، مترضین سے خائف ہوتے اور دوستوں سے ہچکچاتے ہوئے داخل ہوتا ہے۔
جیسا بگوشہ آں چشم مست جا کر وہ چوڑا ہدی کہ بہرہم شراب می آید
کلیم کو اپنی گرفتاری دل پر ہنسی آتی ہے اور دیوانہ وار ہنسی۔ کیونکہ عشق ابھی خام ہے اور غالب ان منزل
سے ایک قدم آگے ہو گئے تھے اس لیے ان کے پاس ہنسی کا تصور بھی مفقود ہو گیا تھا۔
ہر گرفتاری دل خندہ زنان می گذرم، ہچو دیوانہ کہ از پیش دستان گذرو

مست کے لمحات بہت جلد بیت جاتے ہیں "حنائی عیش" کی ترکیب باندھنے سے خود ناپسنداری جھلک رہی تھی، اس پر شفق سے تشبیہ دے کر بے شباتی عیش کو انتہا پر پہنچا دیا ہے۔

حنائے عیش جہاں چوں شفق نمی ماند دلازدست مدہ اشکِ ارغوانی را
یوں تو بہت سے شعرا نے محبوب کی تنگ دہنی کی تشبیہ مختلف خوبصورت چیزوں سے دی ہے اس لیے کہ دہن تنگ لازمہ حسن میں شمار ہوتا ہے۔ مگر کلیم نے بدوق کی نالیوں کی تنگی کو دہن محبوب سے تشبیہ دیکر بہت پیدا کر دی ہے، ان اشار میں یہ خیال بھی پایا جاتا ہے کہ چونکہ محبوب بغیر تیغ و تفتنگ کے بان پیتاسم، اور پھر بھی اس میں تیغ کی سی اثر آفرینی اور قہر ہوتا ہے اس لیے شاہ کی تفتنگ ایک تنگ دہن محبوب ہے کہ اس کی زد میں آیا ہوا کوئی ذی روح اپنی جان اور سلامت نہیں لے جاسکتا۔

تفتنگِ شاہجہان دلبریت تنگ دہان کہ کس دریغ از دوجان و سر نمی دارد
بہ لب قراولِ زیباش و نشیں جایست کہ دیدہ بانش از چشم بر نمی دارد
غم دہر اگر زیادہ ہو جائے تو غم جاناں بھی انسان بھول بیٹھتا ہے۔ فراغت کے اسباب مہتیا ہونے پر عیش و نشاط نغمہ و سرود یاد آتے ہیں۔ جب معاشی و معاشرتی حالات و گروں رہے تو عشق بھی گلہ سترہ طاق نسیاں ہو جاتا ہے نہ عید، نہ شب برات۔ شاعر کہتا ہے کہ غم دور زمانے مجھے آٹنگیر دکھاتا کہیں اسی میں اتنا غرق تھا کہ شباب کے عیش سے ایسے آگاہ نہ ہو سکا جیسے عید قیدیوں پر سے گزر جائے اور وہ اس سے لطف اندوز نہ ہو سکیں، نہایت نادرا اور اچھوتی تشبیہ پیش کی ہے۔

آگاہ از عیشِ جوانی نشدم در غم دہر ہچو آں عید کہ بر مردم زنداں گزرد
و نہ گہ جو بظاہر نگاہ سے کم ہوتی ہے اگر بہ تغافل بھی دل پر سے گزر جائے تو سیخ مرگان، کبابِ دل کو ایسا بر ما دیتی ہے جیسے سیخ آہنی لحم کو بر ماتی گزرتی ہے۔

اگر ز دل بہ تغافل گزشتہ مرگانِ نش چناں گزشتہ کہ سیخ از کباب می گزرد
دغلِ بیجاہم جا در سخنم می آید ایں گس لازم شیرینی گفتار من است
تشبیہ قابل ستائش و لائق داد ہے۔ بیجا مداخلت کو مکھی سے اور اپنے کلام کو شیرینی سے تشبیہ دی ہے اسلوب بیان سے جو قدرت پیدا ہو گئی ہے وہ بجائے خود ایک جدت ہے اور شاعر کی جودتِ طبع کی دلیل۔

عہدِ پیری آپکلے اور نظر میں فتور آگیا ہے۔ کہتا ہے کہ ضعفِ نظر کی وجہ سے عینک لگ گئی ہے اس خمیہ کمری میں "فکرِ دل" عیش و نشاط، تمنائے نامے و نوش ہی ختم ہو جانی چاہیے۔ ہنگامِ جوانی اس کے لیے موزوں ہوتا ہے۔ ضعیفی میں یہ خیال بھی ہوسا ہوتا ہے۔

باریک بنیت چو ز پہلوئے عینک است باید ز فکر دل بر لاغر میان گذشت
حافظ نے بھی اس مضمون کو باندھا ہے ۵

چوں پیر شدی حافظ از میکدہ بیرون شو رندی و ہوس ناکی در عہد شبات اولی
مگر کلیم کے بیان میں جو تانت و اچھوتا پن ہے وہ حافظ کے ہاں نہیں ۵
صوتِ بیل جائے قفل گشت از مینا بلند چوں ز تاب بادہ ساقی چہرہ را گل ریزہ کرد
مینا سے شراب ساغر میں اُنڈیلے وقت جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو اصطلاح میں "قفل مینا" کہا جاتا ہے۔ کلیم
نے اس سے یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ جب آب و تاب شراب اور حدت سے ساقی کا چہرہ خود گل ریز یعنی عارض و رخسار پھول
کی طرح سُرخ سُرخ ہو گئے تو مینا سے آوازہ بادہ کی جگہ بیل کی صدا بلند ہونے لگی۔

جلیل مرحوم کا ایک شعر ہے ۵

آنکھوں میں کون آئے الہی نیکل گیا کس کی تلاش میں مرے اشکِ رواں چلے
محبوبِ محفل سے اٹھ کر چلا گیا۔ محفل سونی ہو گئی۔ ہجر میں جو اضطراب تھا اور حضوری کی وجہ سے جو قدرے تسکین
ہوئی تھی وہ بھی ختم ہو گئی تھی کہ دامنِ صبر بھی چھوٹ گیا اور بے اختیار آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ آیا۔ ایسے ہی جیسے کسی کی تلاش
میں اشکِ رواں کا کارواں روانہ ہوا ہو یا سلطان کی جستجو میں لشکرِ سپاہ چل پڑتا ہے۔ عرض حال بھی کس شان اور
شدت سے کیا ہے کہ جانے والا بھی پلٹ آیا ہو گا ۵

رفتی و مضطرب ز قفایت و دیدہ اشک چوں لشکرے کہ از پئے سلطان برآمدہ
حبیب کو اپنی آتش بیانی و آتش زبانی پر ناز تھا لیکن رعبِ حق نے عرض حال کا موقع نہ دیا اور حبیب منتظر ہے کہ آنسوؤں
کا چشمہ آنکھوں سے بہنے لگے تاکہ توجہ محبوب کا باعث بنے اور حالِ دل بیان کرنے کا بہانہ ملے ۵
ہمچو شمع آتش ز بانم یک وقت عرضِ سال می نشینم منتظر تا اگر یہ را ہے واکند
کون نہیں جانتا کہ انسان مرکبِ پھر زندہ نہیں ہوتا مگر شاعر کا خیال ہے کہ زمانہ دوبارہ دیکھنے کے قابل نہیں ہے
اس لیے کوئی واپس نہیں آتا ۵

جلیل

وضع زمانہ لایق دیدن دوبارہ نیست روپس نکو دہر کہ ازیں خاکدان گذشت
شفق پھولنے کی توجیہ کلیم نے اس طرح کی ہے کہ ہر شام سپہراپنے سرور کے اقتضائے "حنائی عید" افق پر لگتا
ہے اور پتہ نہیں کہ کب تک لگتا رہے گا ۵
ہمیشہ تاکہ سپہرا از شفق ہی بندد خانے عید بہ ہر شام ز اقتضائے سرور

سبزہ خود رو ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ سبزہ آگنے لگے تو زمین چھپ جاتی ہے مگر شاعر کا رستہ لال ہے کہ وہ ابر کی خجالت سے ایک تہیدست قرضدار کی طرح اپنا منہ چھپاتے ہوئے ہے ۵

چو دام دار تہیدست از خجالتِ ابر بزمِ سبزہ زمیں روی خویش پنهان کرد^۱
یہ قانونِ فطرت ہے کہ پھول اپنے وقت پر کھلتا ہے اور مڑ جاتا ہے مگر کلیم کو اس کی علت کچھ اور نظر آتی ہے وہ کہتا ہے کہ گل "ترنم بابل" کی وجہ سے نہیں کھلتا بلکہ "غنجہ کسب ہوا" کے لیے سینہ داکرتا ہے ۵
نہ از ترنم بابل شکفتہ گل در باغ کہ بہر کسب ہوا غنجہ سینہ داکردہ است^۲

محبوب کا حُسن قیامت جگاتا رہتا ہے۔ جب وہ بزم میں آتا ہے تو بقول میر اس کے بعد چراغوں میں روشنی باقی نہیں رہتی۔ تا بندگی و درخشانی کا یہ عالم اور قیامتِ فتنہ زاکا وہ عالم کہ جب وہ اٹھتا ہے تو مخلوقِ خدا دل تھامے بیٹھ جاتی ہے۔ لہذا شمع سے یہ برداشت نہ ہو سکا اور شرم سے پگھل کر وہ ختم ہو گئی۔ عام آدمی کی سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ حدتِ شعلہ سے شمع کی موم پگھل گئی ہوگی لیکن شاعر کا بلند پرواز تخیل اس کا ایک حسین سبب ڈھونڈ لیتا ہے ۵

شمع بگداخت سراپا و شد از شرم خلاص تا بکی خجالت از ان قیامت و رخسار کشید^۳
فتح کی خوشیاں ہیں، ماحول پر سرور نشاط چھایا ہوا ہے، شاعر کے تصور میں یہ خیال ابھرنے لگتا ہے کہ گردوں بھی از دیارِ مسرت سے طفلِ سرکش کی طرح مچل رہا ہے اور اس عالمِ مدہوشی میں کواکب کی آنکھیں اتار لی جاتی ہیں ۵

گردوں نشاطِ کودکی از سر چہان گرفت کا نگشتہ کو اکبش از سرتواں گرفت^۴
"جورِ مہر دیان" مشرقی محبوب کی خالص اداسی ہے اور اس کا شکوہ بھی یہاں کے حبیب کا خاص موضوع لیکن اس کو استعدا انتہائی مبالغہ کے ساتھ پیش کیا گیا ہے کہ واقعی "خورشیدِ قیامت" کے رخساروں سے رنگ اڑنے کا سماں آنکھوں کے آگے پھر جاتا ہے ۵

گر بحشر از جورِ مہر دیان شکایت سرکم رنگ از رخسارِ خورشیدِ قیامت می رود^۵
محبوب کے گیسو سے خمدار دراز ہو کر کمر تک پہنچ گئے ہیں شاعر کا خیال ہے کہ یہ عمل درازی اس لیے ہے کہ وہ کمر سے

بل کھانا سیکھ رہے ہیں شاعر نے اپنے خیال کے مطابق ایک حسین علت نکال لی ہے ۔
 رودہ سوئے کمر طرہ ات بسر ہر دم برائے آن کہ از و کسب تیج و تاب کسند
 پہلو میں دل کا بہت شور تھا مگر "سوز تب ہجر" سے خون اتنا خشک ہو گیا ہے کہ ایک آبلہ کو بھی "آب" نہیں
 بل سکی ہے

خونِ دل رُو بہ کمی کردہ ز سوز تب ہجر آنقدر نیست کہ یک آبلہ را آب دہد
 از بیت پسندی اور جرات کا یہ عالم ہے کہ تیروں کی بارش ہوئی جا رہی ہے اور زخموں سے اتنا خون بھی ٹپک سکا
 کہ تشنگی غم کم ہو سکے ۔

زین ہمہ بارانِ پیکان زخم رالِب تر نشد خشک سالِ عاقبت شد آب در آہن نمائند
 غالب نے شاید اسی خیال کو برنگ دیگر باندھا ہے ۔
 دریائے معاصی تنک آبِی سے ہوا خشک میرا سر دامن بھی ابھی تر نہ ہوا تھا
 ہلال خود خمیدہ ہوتا ہے لیکن شاعر کا تخیل اسے "بار غم" کے تلے جھکا ہوا دیکھ رہا ہے ۔
 ہلال از بار غم خود را کمان کرد

محبوب کے لبِ خداں کا خیال جیب کے خاطر غمگین میں آبِ بقا کی طرح سمایا ہوا نظر آتا ہے ۔

تضاد

خیالِ آں لبِ خداں بہ خاطر غمگین
 بسانِ آبِ بقادر سرے فانی بود

محبوب کے ظاہری ستم میں جیب کو "لطفِ نہانی" پنہاں دکھائی دیتا ہے ۔

ستم ظاہر اولطفِ نہانی دارد صیدِ رامی کشد آں شوخ کہ لاغر نشود

کلمیم کو "ویرانہ جنون" کی دلکشی "قصر غنی" اور "کلبہ فقیر" سے زیادہ اپنی طرف کھینچتی ہے ۔

دیدم کلمیم قصرِ غنی ، کلبہ فقیر ویرانہ جنون زہمہ دلکش تراست

شاعر کا کلام اپنے عہد کی تاریخ ہوتا ہے ۔ عوام الناس کی بد حالی اس سے دیکھی نہ گئی ۔ انفرادی غم کے پردہ میں
 اس نے سارے معاشرے کی حالت کا اظہار کیا ہے ۔ کاروبار کی بے رونقی سے ظاہر ہے کہ ملک میں کوئی چیز کساد

۱۰ کلیاتِ کلمیم ، ورق : ۲۰۹ ب

۱۱ " " : ۲۳ ب

۱۲ " " : ۲۰۰ ج

۱۰ کلیاتِ کلمیم ، ورق : ۲۰۸ ج

۱۱ " " : ۱۷۱ اب

۱۲ " " : ۲۲۹ ب

۱۳ " " : ۱۶۲ ج

رہ سکتی ہے تو وہ دستِ سائل ہی ہو گا۔
 از بستگی کار دریں روزگار تنگ
 چیز ی اگر کشادہ بود دستِ سائلست
 استحصال کرنے والا طبقہ حریف ہو گیا ہے اور دستِ گدا کے گدائی تک چھین لینے کو ہے ایسے ماحول
 میں پتہ نہیں کہ عوام کا کیا حال ہو۔

در حیرتم کہ حال فقیراں چہ می شود
 حرص غنی چو کاسہ زد دستِ گدا گرفت
 شاعر انسان کو اس کی عظمتوں کا سبق اپنے انفرادی جذبات، احساسات کے اظہار سے دے رہا ہے کہ کائنات
 کے نشیب و فراز کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا خواہ خوشیوں کی زیادتی ہو یا غم کا ہجوم وہ ہر حالت میں خوش رہتا ہے۔
 از بد دنیای جہاں خرم و غمگین نشوم
 خارتا زانو و گھل تا بگریمباں آید
 طرزِ ادا کی جدت اور ندرتِ خیال کو کلیم نے بے حد فروغ دیا۔ یہ اور بات ہے کہ مولانا شبلی
 کے سوا دیگر ناقدین نے اس کے بحرِ کلام میں غواصی کر کے دُرہائے شہوار کو ساحل پر لانے کی کوشش
 نہیں کی، یہاں اس کی ندرت و جدت کے چند نمونے ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

شاعر شمع کو دیکھتا ہے اور ساتھ ہی انسان کے جذبہٴ عروج کا خیال ذہن میں آ جاتا ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ
 انسان کو سربلند "انسر" کی وجہ سے نہیں بلکہ اچھے کارناموں کے سبب ہونا چاہیے اگر تاج ہی سر پر رکھنا چاہے گا
 تو شمع کی طرح اُسے بھی "کاشِ تن" برداشت کرنی ہوگی کیونکہ شمع بارِ انسر ہی سے گھلتی رہتی ہے۔
 بگذر از سودایِ انسر تا بمانی سربلند
 شمع را این کاشِ تن بارِ انسر میدہد
 سوزِ مارا نیست پایانی خوشا احوالِ شمع
 گرتیش در شام میگیرد سحرِ خسر میدہد
 کلیم کو اپنے جذبہٴ شوق پر اتنا بھروسہ ہے کہ بغیر رہبر وہ منزل تک چلے جانے کا قائل ہے۔ سیلاب کو کون بیا باں کا
 کاپتہ دیتا ہے۔ اسی طرح شوقِ کامل بھی منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ رہنا تو اکثر رہنری کرتے ہیں۔ عزم ہی کی رہبری
 انسان کو سیدھے راستے پر لاتی ہے۔

بارہ سنا چہ کار اگر شوقِ کامل است
 کس سیل را سراغِ بیا باں نمی دہد
 محبوب کے سر میں پھول لگے ہوئے دیکھ کر شاعر کو شمع کا گھل یاد آ جاتا ہے اور وہ سوچنے لگتا ہے کہ محبوب اضافہٴ حُسن

کے لیے پھول لگاتا ہے اور شمع، گل اس لیے جھڑا لیتا ہے کہ کہیں شرم سے پانی نہ ہو جائے ۵
تو گل بس زردی و شمع گل ز سر برداشت ز بیم آنکہ مُبَا د از شرم آب شود
”کتاب دل“ سے ”فالِ عافیت“ کوئی نہیں لے سکتا کیونکہ وہ تو جنون کا تابع ہوتا ہے۔ اس لیے انجام شیرازہ ہستی کے
انتشار کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ۵

ز دل ورق، ورقِ خویش پارہ پارہ کنم کھڑیں کتاب کسی فالِ عافیت کم دید
معاشیہ میں باہمی تعاون اور ہمدردی، ارتباط جب تک نہ ہو تمدن ارتقاء پذیر نہیں ہو سکتا۔ انسانیت تہذیب
تمدن کی راہ پر گامزن نہیں ہو سکتی۔ معاشی بد حالی، دستوں کی سرد مہری اور بے اعتنائی کا باعث ہوتی ہے اور اس
کیفیت کو کس قدر زناور پیرا یہ میں باندھا ہے۔ ہجومِ غمگساران میں جلتے ہوئے دل کو اس سفینہ سے مشابہ بتاتا ہے، جو
کثرتِ آب کے باوجود جل رہا ہو ۵

میانِ غمگساران سوزم از غم چوں آن کشتی کہ در دریا بسوزد
اہل دنیا مطلبی ہیں، خواہ اُن کی کتنی ہی خوشامد کی جائے وہ وقت پڑنے پر کام نہیں دیتے کے مفہوم کو اچھوتے
انداز میں پیش کیا ہے ۵

دستِ ہر کس را بانِ سبجہ بوسیدم چه شود بیج کس نکشود آخر عقدہ کا رہ مرا
تخلیق کائنات کا مقصد آج تک کسی فلسفی نے نہیں بتایا۔ ہر ایک اس گتھی کو سلجھانے میں مصروف ہے۔ کسی نے
کہا کہ کوئی نہیں جانتا کہ منزلِ گم مقصود کہاں ہے، صرف اتنا سراغ ملتا ہے کہ ایک صدائے جرس سنائی دیتی ہے کہ
نے دنیا کو ایک کہنہ رباط سے تعبیر کیا، جس کے دو دروازے ہیں۔ ایک زندگی دوسرا موت۔ کلیم کے پاس کائنات
ایک ایسی کتاب ہے جس کا آغاز و انجام کسی کو معلوم نہیں ہے یہ ”کتاب کہنہ“ کا اول و آخر گر چکا ہے۔ یا پھر دنیا
ایک ایسی کتاب ہے جو حق کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ یا پھر دنیا ایک ایسی شکار گشتی ہے جو بحرِ حوادث میں، چکولے کھلتے
رہتی ہے اور اس میں کوئی آرام کا سانس نہیں لے سکتا اور آخر میں وہ دنیا کو خواب تصور کرتا ہے اور اس سے نجات کا طریقہ
زندگی سے فراہم ہے اور یہ یاں ہی زندگی کے لیے زہر کا کام کرتی ہے ۵

ماز آغاز و ز انجام جہاں بے خبریم اول و آخر این کہنہ کتاب افتادہ است ۵

عالمی را کہ کتابست بحق را ہستنا کعبہ دارد ہوس و قبدہ نامی بیند
 دنیا شکستہ کشتی بحر حوادث است در کشتی شکستہ کسی آرمیدہ نیست
 دنیا خیال و خواب است وین خواب نزد دانا آسایشی ندارد بہتر از چشم بستن
 زندگی اور حوادث کے تعلق کو کتنے بہتر طریقے سے بتایا ہے

بحر نیست زندگی کہ نہکش حوادث است تن کشتی است و مرگ بہ ساحل رسیدن است

جبر و قدر کا مسئلہ ایسا پیچیدہ و نازک ہے کہ اس کو بڑے سے بڑا صوفی بھی نہیں سمجھا سکتا۔ بلند پایہ عالم بھی یہاں عاجز آجاتا ہے۔ مکتبِ تقدیر والے مختارِ محض اور مکتبِ جبر والے مجبورِ محض کہتے ہیں۔ فاعلِ حقیقی خدا ہی ہوتا ہے۔
 "ما حق ہم مجبوروں" پر "مختاری" کی تہمت دی جاتی ہے۔ میر کی طرح کلیم بھی "توسن ارادہ" پر اپنے آپ کو ایسی حالت میں سوار بٹلاتا ہے جس کے دستِ اختیار میں ٹوٹی ہوئی عنان ہو۔

بر تو سن ارادہ خود کس سوار نیست در دست اختیار عنان گستہ است

غالب می نوشی سے حصولِ نشاط نہیں بلکہ صرف بخود دی چاہتے ہیں اور کلیم می پرستی سے حب الوطنی کے بھڑکتے شعلوں کو اور بھڑکانا چاہتا ہے۔

میخانہ نشتم نہ از بادہ پرستیست کز دل نہ توان کرد بروں حب وطن را

ہر شخص اپنی فطرت، اپنی ساخت کے لحاظ سے جیسے الگ ہوتا ہے ویسے ہی اُس کی تقدیر بھی جدا، جدا ہوتی ہے۔ یہ دیکھ کر شاعر کو شک سا ہونے لگتا ہے کہ جب کاتبِ تقدیر ایک ہے تو نوشتہ تقدیر میں اس قدر فرق و اختلاف کیسے واقع ہوا ہے۔

این قدر فرق میان خطایک کاتب چیست سر نوشت ہمہ گرا از قلم تقدیر است

از دل روشنم اسرارِ دو عالم پیدا است حیف ازین آئینہ کار ایش دیوار من است
 کلیم کہنا یہ چاہتا ہے کہ دنیا میری صلاحیتوں سے استفادہ نہیں کرتی۔ نا قدریٰ عالم نے مجھے عزت گزین بنا دیا ہے ورنہ دیکھنے والوں کے لئے دل کی روشنی سے دونوں عالم کے اسرار و رموز ظاہر ہو رہے ہیں۔ اپنے آئینہ دل پر انوس کرتا ہے جو صرف گھر کی دیوار کی آرائش بنا ہوا ہے۔

۱۰ کلیاتِ کلیم، ورق: ۲۳۸ ب ۱۱ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۹۲ ب

۱۲ " " : ۲۵۸ ب ۱۳ " " : ۱۵۲ ب

۱۴ " " : ۱۶۹ ب ۱۵ " " : ۱۱۹ ب

۱۶ " " : ۱۵۰ ب ۱۷ " " : ۱۵۲ ب

ماجر از عبادتِ ناکرِ دہ می بریم ہر طاعتی کہ فوت شود بے ریا ترست
 کلیم نے ریا کے لفظ سے استفادہ کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو عبادت کی ہی نہ گئی ہو اس کے دکھاوے کا یعنی اس
 میں ریاکاری کا سوال ہی کہاں پیدا ہو سکتا ہے۔ چونکہ بے ریا عمل مستوجب جزائے کثیر ہوتا ہے اس لیے وہ ناکردہ
 اعمال جن میں ریا کا احتمال نہیں اس لیے وہ اپنے لیے قابلِ اجر سمجھ رہا ہے۔

نظیری نے اس خیال کو تغزل کے انداز میں بڑی خوبی سے پیش کیا ہے
 تا منفصل ز رنجش بے جا نہ بینش می آرام اعتراف گناہ نہ بودہ را
 (ترجمہ) میں اپنے مجرب کو رنجش بیجا سے شرمندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔ اس لیے اس گناہ کا بھی اعتراف ادا کر
 کر لیتا ہوں جو مجھ سے سرزد ہی نہیں ہوا۔

بدنامی حیات — دوروزہ بنود بیش آں ہم کلیم باتو بگویم چہاں گزشت
 یک روز صرف بستنِ دل شد باین و آن روز دگر بکندنِ دل زیں دزاں گزشت
 دنیا کی زندگی کو دوروزہ کہا جاتا ہے دوروزے مراد یومِ پیدائش و روزِ وفات ہے، درمیانی ایام شہور و سنین
 کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، کلیم اس کی توجیہ کتنے اچھے طریقے سے کرتا ہے۔ دوروزہ حیاتِ انسانی کو اس طرح بدنام
 کیا گیا کہ پہلا دن ان، اُن سے دل لگانے میں گزرا اور دوسرا دن دلی تعلقات توڑنے اور علایق سے گریز کرنے میں
 صرف ہوا۔

ایں سطر ہائے چلیں کہ ز بیری بہ روئے ماست ہر یک جدا جدا خط معزولی قوی است
 نشانِ پیری بھریوں کی شکل میں جسمِ انسانی پر نمودار ہوتے ہیں شاعر ان کو معزولی قوی کا پردہ قرار دیتا ہے اُردو
 کے ایک شاعر رشید لکھنوی نے بھی اس خیال کو بہ پیرایہ دیگر بیان کیا ہے

پیری نے حدیں ضعف کی قایم کی ہیں کب جھریاں ہیں میرے تن لاغر پر
 کلیم کو اپنی معنی آفرینی پر ناز ہے شاعرانہ تعلیٰ بڑے سے بڑے شاعر سے سرزد ہوئی
 صید معنی را کلیم از رشتہ پر تاب فکر ہیج صیاد سخن از بندہ محکم تر نہ بست
 می شمار و داخل رزقش سپہر خردہ میں گوئس انگشتِ ندامت را بہ دندان می بند

کوئی شخص ندامت سے دانتوں میں انگلی کرتا ہے تو نلک خروہ میں لے بھی اس کے رزق میں داخل سمجھتا ہے
چونکہ آسمان ہی کو شعراء نزل خیر و شر کا منبع سمجھتے ہیں تو آسمان کے روایتی ظلم اور ساتھ ہی اس کی کم ظرفی کی طرف اشارہ
کر رہا ہے کہ ندامت بھی اسی سے پہنچی ہے، وہ بھی داخل رزق ہے، آسمان اس کا بھی شمار کرتا ہے۔ مختصر سے شعر میں کتنی
بلاغت سے مضمون سمویا ہے۔

قرض دار روزگارم، خاطر مزاں شاد نیست چوں جباب اروام ہستی پس دہم خدان شوم
ناوک بیداد دوراں را نشان باید شدن آنچنان مگر ارم اے غم از نظر پنهان شوم
دونوں شعر بہ اعتبار معنی و مفہوم خوب ہیں۔ عام طور پر لوگ بیدار روزگار کے شاکی اور اس سے بچنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ مگر کلیم کس اولوالعزمی سے ثانی الذکر شعر میں کہتا ہے کہ اے غم مجھے اس طرح نہ چھوڑ کہ نظروں سے چھپ جاؤں
مجھے زمانہ کی نظر میں ظاہر کرتا کہ ناوک بیداد دوراں کا نشانہ بن سکوں۔

دہقان بہر زمین کہ نشاند نہ سال تاک من ہم بجاک تخم کدوے فرو کنم
می خواری کا اشتیاق اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ دہقان جس زمین پر انگور کی بیلیں لگاتے ہیں
بھی وہیں کدو کے بیج بوتا ہے تاکہ جب انگور پکیں اور اس سے شراب حاصل کی جائے تو کدو بھی ٹوکھ کر طرف شراب کا
کام دیں۔ مضمون آفرینی کی اس سے بہتر مثال شاید ہی ہو۔

سکندر نے آئینہ بنایا تھا اور آج تک دنیا اس کا احسان مانتی ہے۔ اس کا نام موجدین کی فہرست میں درج
ہے لیکن شاعر اپنے آئینہ دل کو اتنا مجلا و مصفا کر چکا ہے کہ اس میں عکس یار و محبوب حقیقی منعکس ہوتا رہتا ہے اگر
وہ اپنے دل کو سکندر کے آئینہ کے مقابل کرے تو شاید سکندر بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے۔

گر دو بزیر خاک سکندر ز شرم آب دل را اگر بآئینہ اش رو برو کنم

سرو برگ جدلم نیست چو با خلق کلیم }
نکتم گر بہ بدونیک مدارا چکنم کہ }
آسایش دو گیتی تفسیر این دو حرف است }
با دوستان تلمظ بادشمنان مدارا (حافظ)

حافظ دنیا و عقبی کی آسایش ان دو حرفوں کی تفسیر میں مضمون سمجھتے ہیں کہ دوستوں سے لطف و مہربانی سے اور دشمنوں سے
خاطر مدارات سے پیش آئیں۔ اس کے برعکس کلیم کے پاس چونکہ مخلوق سے لڑنے کا سامان نہیں ہے اس لیے بوجہ مجبوری
مدار کرتا ہے۔ مایا فتم رسانی دست کشیدہ را آوردہ ام بچنگ مراد رسیدہ را

شاعر یہ بتانا چاہتا ہے کہ حبیب نے تنگ آ کر ترک دنیا کر دی سارے علاقہ دنیوی سے دست بردار ہو گیا۔ مرادوں خواہشات کو اپنے دل سے نکال پھینکا۔ مگر انسان تو مٹاؤں میں الجھایا گیا خلاف فطرت کب تک رہ سکتا تھا، پھر سے خواہشات اُنگوں نے سر اٹھایا اب شاعر نے "مرادِ میدہ" کو پھر سے قابو میں کرنے کی ٹھانی تاکہ پھر سے "دست کشیدہ از دنیا" میں قوتِ ربانی آجائے۔

صیدِ دام میں گرفتار ہے، صیاد نے گرفتاری کا طعنہ دیا لیکن غیوتِ طاثر یہ برداشت نہیں کر سکتی۔ جواز نکالتا ہے کہ فریبِ دانہ سے وہ گرفتارِ دام نہیں ہوا ہے بلکہ وہ شکاری کے جال میں دانہ کو بے عزت ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ دانہ کی بے بسی نے اسے مجبور کر دیا کہ اسے دام سے نکال لائیے۔ ۵

منکہ در دام آدم، نازِ فریبِ دانہ بود غیر تم نگذاشت در دام تو بیستم دانہ را
صوفیاء کے نزدیک تخلیق کائنات کا مقصد اور بارِ امانت کی توجیہ عشق و محبت کہہ کر کی جاتی ہے۔ عشق و محبت کو کلیم کائنات کی اساس قرار دیتا ہے۔ عشق مجازی سے انسان کو معرفتِ حق حاصل ہوتی ہے اور انسانی عقل کی شمع منور ہوتی ہے۔ قلب متجلا اور روح تابناک ہوتی ہے۔ جسطرح آفتاب طلوع نہ ہونے تک اندھیرے میں نظریں بھٹکتی ہیں اسی طرح آفتابِ عشق کے پرتو ہی سے چراغِ عقل جگمگا اٹھتا ہے اور اس کی رہبری میں انسان حقیقت کی منزل پر پہنچتا ہے۔ ۵

چراغِ عقل دہرِ روشنی ز پر تو عشق نظر نہ بیند تا آفتاب شرمندہ

عشق وہ بارِ امانت ہے جسے صرف انسان ہی نے قبول کیا۔ جب تک کہ انسان اپنے آپ کو اس کا اہل نہ بنائے۔ اس راستے میں اپنا سب کچھ نثار نہ کر دے۔ سرائیق "افس" نہیں ہوتا۔ اس تمثیل سے وہ انسانوں میں علیٰ یہیم وسیع مسلسل کا جذبہ پیدا کرنا چاہتا ہے اور اس کو اس کا صحیح مقام یاد دلاتا ہے۔ ۵

دولت بملکِ عشق بہر سرنخی رسد سرتا بریدہ بیست بانسرنخی رسد

عشق میں شرطِ اول پاکیزگی ہے حافظ نے اس کو "فنِ شریف" کہا ہے۔ ہوس کا جب تک اس میں دخل نہ ہو اس میں

لطافت باقی رہتی ہے اور گریہ دزاری سے اس میں آب و تاب آتی ہے۔ ۵

عشق از ہوس جدا کن دزاری شناس باش در گریہ نسرودہ دلان آسب و اخلست

لیکن ایک جگہ کلیم نے گریہ دزاری کے لیے بھی شرط لگائی ہے وہ کہتا ہے کہ عشق کی اولین منزلوں میں آنسو بہانا خامی کی

علامت ہے کیونکہ عاشق دل باختہ کو تو پہلے اس بحر عشق میں تپنا چاہیے جب تک کہ زخم عشق گہرے نہ ہوں خون دل کہاں سے
رے گا اور بغیر خون دل کے صرف آنسو بہانا تشہیر عشق کا باعث ہو گا اور ممکن ہے کہ اولین مراحل میں تشہیر کی وجہ سے فریقین
دست بردار نہ ہو جائیں۔

گریہ در اول عشقت نشان خامی زخم ماتا نشو کہتہ از اوخوں زود
ابتداء عشق میں جو کیفیت ”تو واردان بساط ہوائے دل“ کی ہوتی ہے اس کا نقشہ کھینچتا ہے کہ نہ تابِ نظر
ہوتی ہے اُن میں نہ ضبطِ نگاہ کر سکتے ہیں، آدابِ محفل کے خلاف بار بار ان کی نگاہ بہک جاتی ہے، بالکل اسی طرح
کہ ”رند تنک شراب“ کو شراب کی حرص زیادہ ہوتی ہے حالانکہ اس کا طرف اتنی مستی برداشت بھی نہیں کر سکتا ہے
تابِ نظر ندارم و ضبطِ نگہ نمی کنم بیشترست حرص می رند تنک شراب را
دل و سر محبوب کی امانت ہوتا ہے حبیب کا فرض ہے کہ اس امانت کو آستانہ محبوب پر رکھ کر وہ واپس ہو جائے
اپنے ساتھ نہ لے جائے کیونکہ وفاداری کا تقاضا یہی ہے کہ اپنا سارا سرمایہ حیات محبوب کے سپرد کر دے۔
در کوئی یار سربہ و خود برو کلیم با خود میرا مانتہ این آستانہ را
حبیب کے لئے کوئے فنا ہی کعبہ عشق ہوتا ہے کہ جہاں جانے کے لئے تو راستہ ہوتا ہے لیکن وہاں سے واپس
نہیں ہو سکتا ہے۔

کعبہ عشق تو پنداری سر کوئی فناست میتواں رفتن ولی در بازگشتن راہ نیست
غم لازمہ عشق ہے اس لئے حبیب خانہ دل میں غم کو میہمان بناتا ہے کیونکہ بغیر مہمان کے گھر کی آرائش نہیں ہوتی
گرفتہ دامن غم میکشم بخانہ دل کہ جز بہ مہمان آرائش سرا نشود
راہ عشق میں حبیب میں افتادگی پائی جائے تو جذبہ عروج پر پہنچتا ہے اور افتادگی منزل کی طرف رہبری کرتی
ہے بظاہر اس کی حالت پیادہ یا افتادہ شخص کی ہوتی ہے لیکن اس کا تحکم و وقار سوار کی طرح ہوتا ہے۔
براہ عشق کہ افتادگیست رہبر او پیادہ می رود اما سوار می ماند
جو شخص عشق کے سمندر میں محو ہو جائے تو اسے خائف نہ ہونا چاہیے کیونکہ یہ بحر آب زندگی کا حامل ہوتا ہے جو شخص اس میں
غرق ہوادہ کندے پر پہنچ جاتا ہے اس کی زندگی ختم نہیں ہوتی بلکہ جاوداں ہوتی ہے۔
محیط عشق ہمہ آئی زندگیست مترس کسی است غرقہ کہ او بر کنار می ماند

۱۰ بود آرایش معشوق حال در ہم عاشق سیه روزی مجنون سرمه باشد چشم لیلی را

غالب کی طرح کلیم بھی اپنی آستی کو "رونق عشق و محبت" کا باعث قرار دیتا ہے

کوئے محبوب سے حبیب چلا آ رہا ہے خوشیوں کا اڑدھام ساتھ ہے قدم لڑکھڑا رہے ہیں اور ہر قدم پر گرجا جا رہا ہے اور خیال محبوب کی اتنی کشش ہو رہی ہے کہ سامنے کی بجائے رخ پیچھے کی طرف نکٹے آگے بڑھ رہا ہے جذبہ شوق اس کے راستے دیکھنے میں بھی حائل ہے۔ شعر محاکات کے درجہ پر پہنچ گیا ہے ۱۰

ز کویت چوں کلیم آمد چو مستان ہر قدم افتد نہ بیند پیش پا بے چارہ چوں رو بر قضا دارد

شاعر سنگ دل محبوب کا نقشہ بھی پیش کرتا ہے کہ اتنوں کا خون بہایا ہے کہ سنگ آستان ابھی تک رنگین ہے اور دھوکے سے بھی وہ دور نہیں ہوتا اور یہ سوچ کر خوش ہوتا ہے کہ شاید مستقبل قریب میں یہی خون محبوب کو اہل وفا کی طرف متوجہ کرے اور اور وہ اپنے کیے پر پشیمان ہو ۱۱

خونم کہ از در توبہ شستن نمی رود خواہد ترا بہ جانب اہل وفا کشد

محبوب خط پڑھ کر چاک کر دیتا ہے کوئی جواب نہیں دیتا مگر حبیب اپنے آپ کو یہ کہہ کر تسکین دے لیتا ہے کہ اس کا جواب بس یہی ہونا چاہیے تھا اور محبوب کی زیادتی کو بھی محبت کے پردے میں چھپا لیتا ہے ۱۲

جواب نامہ میں پارہ کردن است کلیم مگو کہ تا صد من بے جوابی می آید

زمانہ کا ستایا ہوا حبیب اس کا متمنی ہے کہ محبوب کی ذرا سی چشم عنایت اس پر ہو جائے تاکہ محبوب کی پناہ میں رکھ روزگار سے انتقام لے سکے ۱۳

کلیم گوشہ چشمی زیار می خواہد کہ انتقام تواند روزگار کشید

حبیب مدد و انجمن سے بھی چھپ کر نالہ و زاری میں مشغول ہے لیکن ستم ظریفی قدرت کہ اشک رواں رسوائی کا باعث ہو گئے ۱۴

اشک رسوا کرد مارا ورنہ دل نالہ را از سینہ پنهان می کشد

حبیب اپنا خون آپ پوشیدہ پیتا ہے ایک حجاب حسن مانع آتا ہے دوسرے رسوائی کا ڈر ہے لیکن شوخ و بیباک محبوب کا یہ عالم ہے کہ ساغر بکف محشر اٹھاتا گزر جاتا ہے ۱۵

۱۰ کلیات کلیم، ورق: ۲۵ ب ۱۱ کلیات کلیم، ورق: ۱۲۵ ب

۱۲ کلیات کلیم، ورق: ۱۲۵ ب ۱۳ کلیات کلیم، ورق: ۱۳۵ ب

۱۴ کلیات کلیم، ورق: ۱۳۶ ب ۱۵ کلیات کلیم، ورق: ۱۳۰ ب

نہن، عاشق از حجابِ حسنِ پنہاں می خورد
شوخی بیباکی کہ ساغر و رکفِ شکر زند

عاشقِ بیتیاب تغافل بھی نہیں کر سکتا، کیونکہ تشنہ پانی سے قطعِ نظر کرنا خلافِ فطرت امر ہے۔
کی تغافل می تواند عاشقِ بیتاب کرد
چوں توان با تشنگی قطعِ نظر از آب کرد

مکتوب محبوب کو شرح دردِ دل سے آتنا گراں کرنا چاہتا ہے کہ سیلاب بھی نامہ بری کرے تب بھی وہ نہ لے جاسکے
مکتوب رازِ دردِ دلِ اُد گراں کفر گریل نامہ بر شود آں را نمی برد
کشتگانِ عشق جو قربانِ نگاہ پر اپنی زندگیوں کی بھینٹ چڑھا چکے ہیں کسی شخص میں اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ ان
شہیدوں کو اٹھا سکے یا اس کی ضرورت ہی نہیں ہوتی کہ تجہیز و تکفین ہو بلکہ سیلابِ خوں خود انہیں میدان سے بہا لے جاتا
ہے اور دنیا اس زحمتِ بیجا سے بچ رہتی ہے

ہے اور دنیا اس رحمتِ بیجا سے بچ رہی ہے ۵
 ۵ برن دار د کس شہیداں رازِ قرباں گاہِ عشق
 کشتہ را سیلابِ خوں این جازمیداں می برد
 آسمان کے بے جا کرم یعنی ظلم کو تجاہلِ عارفانہ کے پردے میں بیان کرتا ہے کہ وہ تشنہ لب مستحقین کو تو قطرہ قطرہ
 حساب کر کے بخشتا ہے لیکن عاشقوں کو بے حساب اشکِ عنایت کرتا ہے ایسے لگتا ہے کہ ساری سخاوت یہیں آگئی ہے
 پتہ نہیں کہ اس عنایت میں کونسا رازِ نہاں ہے ؟ ۵

پتہ ہیں کہ اس عنایت میں کوسا راز پہاں ہے ؟ ۵
فلک بہ تشنہ لبانِ قطرہ را شمر وہ دہد
بعا شقانِ کرم اشک بے حباب چر است ۵
تمنا ہے کہ محبوب پہلو میں ہو وہ وقت یقیناً خوش قسمتی و بیدارِ نجاتی کا ہو گا۔ وہ عشق جس میں حیات و لذات نہ ہو
انلاطونی عشق ہو کر رہ جاتا ہے لیکن ابتذال کی حد تک عیش پرستی پاکیزگی عشق کو مجروح و ناپاک کر دیتی ہے ۵
کلیمِ بخت تو آں گاہ می شود بیدار
کہ یار سر بہ کنار است نہادہ خواب کند ۵

غم، حیاتِ عشاق کا جزوِ لاینفک ہو جاتا ہے مرنے کے بعد بھی اس سے غم وابستہ رہتا ہے، شاعر کہتا ہے کہ قیامت تک تو خوار
 غم جانِ عاشق سے وابستہ نہیں رہ سکتا، اگر زندگی میں دل سے نہیں نکل سکا تو نہ نکلے مرنے کے بعد خاکِ مزار سے ضرور نکل آئیگا۔
 تا قیامت خارِ غم در جاں نمی ماند کلمہ
 غم ز دل بیرون نمی آید، بر آید از کلمہ
 معاملہ بندی کی ابتداء سعدی، خسرو کے عہد میں ہوئی تھی۔ حبیب و محبوب کے درمیان جو دار و ذاتِ عشق ہوتے ہیں جو کیفیات
 عشق گزرتی ہیں وہ معاملہ بندی کہلاتی ہے۔ ہر شاعر کے پاس کچھ نہ کچھ اشعار مل جاتے ہیں، کلمہ کے پاس بھی چند شعر ہیں اور اکثر

بزمِ محبوب میں حبیب بیٹھا ہوا ہے۔ احباب کا ہجوم ہے، ہر ایک کی نظر نگاہ حبیب پر لگی ہوئی ہے، باوجود ضبط کے محبوب سے نظریں دوچار ہو ہی جاتی ہیں۔ دل بیک رہا ہے، عقل روک رہی ہے کہ جب تو خود ہی ضبط نگہ نہیں کر سکتا تو احباب کو رسوائی سے کیسے منع کر سکتا ہے۔

تو کہ ضبط نگہ خود نتوانی کر دن
منع رسوائی احباب چہر ابا بد کرد

حبیب محبوب کی ادا نہیں پر مرا جاتا ہے، کہتا ہے کہ قربان جاؤں اُن ادا فہم آنکھوں کے کہ جو بات ابھی دل سے زباں پر بھی نہ آئی تھی کہ محبوب تاڑ گیا ہے۔

ہاکی چشم ادا فہم کہ دریا بد
ہر آں سخن کہ ز دل بر زباں نمی آید

عرفی نے اسی کیفیت کو بیان کیا ہے مگر بے پناہ ندرت و لطفِ زبان کے ساتھ۔
نہ گفت و من بشنودم ہر آنچہ گفتن داشت
کہ در بیان نگہش کرد بر زباں تقدیم
زبان چو نوبت خود از نگاہ باز گرفت
فتاد سامعہ در موج کوثر و تسنیم
لعل لب او نگین تنگ است
افس کہ جائے نام من نیست

دہن تنگ لوازمِ حسن میں شمار ہوتا ہے۔ کلیم نے لبِ محبوب کو لعل سے تشبیہ دی ہے۔ کہتا ہے محبوب کالب لعلین ایک تنگ نگینہ ہے افسوس ہے کہ بوجہ تنگی اس نگینے پر میرے نام کی جگہ نہیں ہے۔
محبوب کے بھول جانے اور بھولے سے بھی اپنا نام لب پر نہ لانے کا شکوہ جس پیرایہ میں کیا ہے وہ بہترین اسلوب بیان ہے اور شعر تغزل کی جان ہے۔

بارے ز دست بوس کن منع ما اگر
تنگ است جائے بوسہ بکنج دہان تو گہ

حبیب اپنی تمنا کو ادب ملحوظ رکھتے ہوئے بھی اظہار سے باز نہ رہ سکا۔ کہتا ہے کہ دہان تنگ پر اگر بوسہ کے لیے جگہ تنگ ہو تو دست بوسی سے تو منع نہ کر۔

محبوب کی پوشیدہ نگاہ حبیب کے لیے پیمانہ محبت تھی مگر پلانے والے کا پنہاں طور پر پلانا اظہارِ مستی کو چھپانہ رکھا اس لیے کلیم کہہ رہا ہے کہ تیری چھپی ہوئی نظر سے میں عالم میں رسوا ہوں پنہاں می خواری کے باوجود مستی شراب محبت محبوب نہ رہ سکی ہے۔

می را نہفتہ خوردم و مستی نہاں نہاند
رسولے عالم ز نگاہ نہاں تو گہ

محبوب نے اتنی خمار آلود ہوش رہا نظروں سے دیکھا کہ جیب کے ہوش اڑ گئے تابِ نظر نہ رہی۔ محبوب سے التجا کرنی شروع کر دی کہ اپنے عاشق زار پر رحم کر اور اپنی نظر کا رخ بدل ڈال کہ اس سے زیادہ کی اس میں برداشت نہیں ہے۔
 رخم از ہوش مکن مژم ازیں بیش کلیم چشم بردار از ازاں چشم کہ از کار شدم
 سودا پر بھی شاید ایسی ہی کیفیت طاری ہوئی ہوگی، کوئی ایسا ہی نازک لمحہ آیا ہوگا، اسی لیے ان کے قلم سے بے اختیار نکل گیا ہے

کیفیتِ چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں
 خلوتوں کی تنہائیاں، قربِ محبوب، کوئی رقیب پاس نہیں کہ مداخلت کرے۔ سینکڑوں جلوے روبرو، سامانِ عیش
 مہیا لیکن رعبِ حُسن کا یہ عالم کہ زباں گنگ، ہوش پر آگندہ، قلب کی دھڑکن، ہاتھ کی لرزش اجازت ہی نہیں دیتی کہ حرکت ہو
 بے بس جیب سوچنے لگتا ہے کہ اس لین دین سے کیا فائدہ کہ تنہائی میں محبوب نے شرفِ قرب تو بخشا لیکن قوتِ گفتار چھین لی
 بات ہی زبان سے نہیں نکلتی تو عرضِ حال کیونکر ہو

سودا میں داد و ستد چھپت کہ در خلوتِ قرب فرصتِ حرف دہد تو تیر گفتار برد
 تا چشم تو دیدیم ز دل دست کشیدیم ماطقت تیار دو بیمار انداریم
 محبوب کی آنکھ کو بیمار کہا جاتا ہے، کلیم نے اس سے استغادہ کیا ہے، کہتا ہے کہ جب سے جیب نے محبوب کی چشم بیا
 دیکھی ہے اپنے دل سے دستبردار ہو گیا ہے کیونکہ دو بیماروں کی تیمارداری کی طاقت نہیں رکھتا۔

دل محبوب کے دام میں گرفتار ہو کر ہاتھوں سے جا چکا ہے اور اس کے ماتم میں جیب کے ہاتھ سر پر ہیں، فریاد کر رہا
 ہے کہ عشق کے ہاتھوں، اپنے ہاتھ اور دل دونوں اپنی جگہ پر نہیں ہیں، الفاظ کی بندش قابلِ داد ہے
 دلم بدست تو، دستم بہ سر ز ماتم دل فغاں کہ دست و دل خود بجانمی بینم

محبوب کے رات دن ساتھ رہتے ہوئے بھی گریزاں رہنے کی جو تشبیہ دی ہے وہ کلیم کے تخیل کی معراج ہے اس تشبیہ
 حتیٰ میں جو لطافت ہے اس کو الفاظ کا جامہ پہنانا دشوار ہے اربابِ ذوق ہی اس سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں

بامن آمیزش اُوالفت موج است و کنار روز و شب بامن و پیوستہ گریزاں از من
 تکلم، بہموشی، بہ تبسم، بہ نگاہ می تو اں برد بہر شیوہ دل آساں از من

محبوب کا سراپا، ناز و انداز، متانت و وقار حُسن، ادائے دلبری، فنِ دلستانی اور ایسے طریقہ سے کہ اسے فنِ شریف

بھی کہا جاسکتا ہے جس خوبی سے اس شعر میں سمویا ہے اس کے اظہار سے قلم قاصر ہے۔

غزوة محبوب کا مضمون بے حد پامال ہو چکا ہے اور ہر شاعر نے اپنی لبضاعت کے مطابق محبوب کو "دعوتِ غمزہ" دی ہے۔ کلیم کہتا ہے کہ محبوب "بے برگ و نوا عاشق" ہی سے غمزہ کرے اس لیے کہ وقت پڑنے پر دین و دل آسانی سے نثار ہو سکتے ہیں۔

غزوة عاشق بے برگ و نوا خواہد ساخت سرو ساں چو نباشد دل و دیں خواہد برد^۱
مگر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہہ دیتا ہے کہ زر کے سلسے مجت، فرض، خلوص، ہر چیز بے اثر ہو جاتی ہے۔ حبیب اگر بخت
سکندر بھی رکھتا ہے تب بھی اس کی مفلسی دیوار بن کر حایل ہو جاتی ہے۔

دامنش سدا سکندر برہ وصل شود عاشق بے زر اگر بخت سکندر دارد^۲

قدرِ عنا کی تعریف میں یوں تو ہر شاعر نے خامہ فرسائی کی ہے مگر کلیم نے اس زمانہ کی اعزاداری کے طریقہ کو بھی اس میں بیان کیا ہے اس لیے شعر کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ کہتا ہے کہ اس قدرِ عنا کے شہید نے اپنے ہدم کو یہ وصیت کی کہ نخلِ ماتم پر (آرایشِ مردجہ کے سوا) ایک نیزہ بھی (جو طول میں قامتِ محبوب کے برابر ہو) باندھ دیا جائے تا اعزاداری میں رونے والے یہ سمجھ سکیں کہ صاحبِ تابوت کسی کے قدرِ عنا کا شہید ہے۔

شہید آں قدرِ عنا وصیت کردہ ہمدم را کہ بند و نیزہ بالا در عزایش نخلِ ماتم را^۳
ایران میں یہ رواج تھا کہ عزاداری کے لیے مردوں کے تابوت کو زیلوں اور مچھلوں سے آراستہ کیا جاتا، اس آرایش کو اصطلاحاً "نخلِ ماتم" اور "نخلِ تابوت" بھی کہتے ہیں۔ ملا شانی لکھو کا شعر بطور سند پیش کیا جاتا ہے۔
کشتہ عشقم و آں نیست کہ در شہر کے نخلِ تابوت مرا بیند و شیون نکند
محبوب کی شوخی اور بے قراری کو بڑے حین انداز میں ظہیر کیا ہے۔ کہتا ہے کہ تیری شوخی کا یہ عالم ہے کہ مجھے کسی جگہ قرار ہی نہیں لیکن جس کسی کے دل میں تُو نے جگہ پائی پھر وہاں سے باہر نکل نہ سکا۔

ز شوخی ارچہ بیک جاتر نیست ترا بروں غمی روی از خاطر می کہ جا کردی

کلیم نے جہاں محبوب کا سراپا بیان کیا ہے، کیفیات و وارداتِ عشق پر سیرِ حاملِ معلومات بہم پہنچائے ہیں وہیں محبوب کی عمر کے متعلق بھی ایک نظریہ پیش کیا ہے۔ جاگیر داری نظام میں ہر شے ملکیت ہوتی تھی حتیٰ کہ عورت بھی اور اس پر حکومت کرنا شانِ مردانگی تصور کی جاتی تھی۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے کہ محبوب کا خورد سال ہونا بہتر ہے کیونکہ اسی عمر میں وہ قیدِ ضبط میں آسکتا ہے ورنہ ہوش و عقل والے محبوب پر حکمرانی کے دائرہ نہیں چل سکتے وہ قابو سے باہر ہو جاتا ہے۔

معتوقِ خور و سال در آید بہ قید ضبط مروے کہ قدر کشیدہ زیستہاں بر آمدہ

کلیم اپنے سماج کی انفرادی و اجتماعی زندگی میں عشق کی آسودگی چاہتا اور حُسن کی تلاش کرتا ہے۔ ہذبہ محبت ہی انسان کو اخلاقی و روحانی حیثیت سے مرت و نشاط بخشا ہے اور ان کے تعلقات، خوش اخلاقی ہی کی وجہ سے راحت رساں ہوتے ہیں۔ انسانی رفاقت کو مستحکم کرتے ہیں۔ تارک الدنیا صوفی، لالچی عالم، سخت گیر حکام اور نخیل رد سا جو سخت گیری سے عوام کو قابو میں کرنا چاہتے ہیں اور انسانی خوشیوں پر پابندیاں عائد کرتے ہیں، کلیم انہیں تمثیلی انداز میں روکتا ہے۔

دنیا ز سخت گیری ہر گز بکس نیاید ہر چند بختی مشیت رنگ خا نماندہ

تلخ کامی سے سادہ لوح انسانوں کے دلوں کے توڑنے والے نقاد کو شیریں سخن کی تلقین کرتا ہے اور احسان کر کے جتانے والے ممسک امراء کو پنکھے کی بے غرض خدمت کا واسطہ دیتا ہے۔

مکن از تلخ کامی شکوہ گو شیریں سخن باشی بہ عریانی بسازار باہر ہم پیر ہن باشی
بخلق احسان کن و چشم از تلانی پوش می باید بکس راحت رسانی بے عوض چوں باد زن باشی

جابر و سخت دل حکام کو اپنے قادرِ مطلق کے سامنے اپنی ناتوانی کا احساس دلا کر ناتوانوں کی تحقیر سے روکتا ہے اور دوسرے مصرعہ سے تو اس بات کا اظہار ہوتا ہے کہ محبت کے ایک رشتہ سے ان ناتوانوں میں بھی وہ قوت پیدا ہو سکتی ہے کہ گلدستہ کی طرح متحد ہو جائیں تو ممکن ہے کہ تیری ناتوان مہتی کا شیرازہ بکھیر دیں۔

ناتوانی، ناتواناں را بچشم کم مبین یاری یک رشتہ جمعیت دہد گلدستہ را

نوجوان امراء و بالا دست اہل دول کو نصیحت کرتا ہے کہ عالم شباب میں جب تک تمہارے ہاتھ پیر کام کرنے کے قابل ہوں کمزوروں اور عاجزوں کی مدد کرو تاکہ عہدِ پیری میں عصا کے محتاج نہ رہو۔

زیاد افتادگان را در جوانی دستگیری کن بہ پیری گر نمی خواہی کہ محتاج عصا گردی

ملت کو مختلف حصّوں میں منقسم کرنے والے مذہبی ٹھیکیداروں کو یاد دلاتا ہے کہ ہر فرقے کے نشان ہزار جدا ہوں قبلہ تو ایک ہی ہے پھر کیوں اپنی وحدت، اتحاد، مودت و رفاقت کے رشتوں کو بیکار کے اختلاف سے توڑتے ہو۔ امنِ امن کی فضا کو کیوں تنگ کرتے ہو۔

گر نشان بے باشد نیست غیر یک مقصد قبلہ چزی یکے بنود، اگر ہزار محراب است

حضرت صفی اورنگ آبادی نے اس خیال کو ایک دوسرے انداز میں پیش کیا ہے ۔
 منزل پہ جب پہنچ گئے ہم اور شیخ جی آپس میں اختلاف مسائل نہیں رہا
 کلیم انسان کو سماج کا ایک ایسا فرد بنانا چاہتا ہے جس میں خود اعتمادی ہو، محبت، ربط کے باہمی رشتے استوار کرنے کی
 صلاحیتیں ہوں جو ہوش و حواس، عقل و احساسات کو یکجا کر کے کشمکشِ حیات سے غفلت کر دار حاصل کرے ورنہ معاشرے
 کو نقصان پہنچاتے ہوئے رہنے سے تو بہتر ہے کہ وہ ترک معاشرہ کر دے تاکہ قوم کے لئے بار دوش نہ ہو جائے ۔
 طبع، ہم رساں کہ بسازی بہ عالمے یا ہمتی کہ از سر عالم تو اں گذشتہ

معاشرے کے اخلاقی اقدار کو برقرار رکھنے کے لئے ہر اچھائی کو اپنانا ایماندار آدمی کا فرض ہے۔ گناہ کا احساس
 ہوتے ہی بارگاہِ ایزدی میں اعتراف گناہ کرنا اور آئینہ کے لئے احتیاط کرنے کے عہد کو توبہ کہا جاتا ہے۔ اس عہد میں
 استحکام و استواری کی شرط ضروری ہوتی ہے لیکن ریاکار زہاد جب خلوتوں میں جاتے ہیں تو توبہ آسانی سے ٹوٹ
 جاتی ہے جس عہد کو پتھر سے زیادہ مضبوط تصور کیا جاتا ہے وہ جاہل زجاجی کے شیشوں سے ٹکرا کر ٹوٹ جاتا ہے مگر کلیم کو
 ایسے موقع پر کشمکش لاحق ہوتی ہے کیونکہ دل شکنی سب سے بڑا گناہ ہے ایسے وقت میں جبکہ فصلِ گل کی معطر ہوائیں چل رہی
 ہوں۔ شباب اپنے بہار پر ہوا، دوستوں کا جھگڑا ہو تو میکدہ کے اس ہجوم میں تنہائیاں تو نہیں ہوتیں کہ ”پنہاں“ توبہ توڑ
 دیجائے۔ سب کی نظریں تائب پر لگی رہتی ہیں۔ توبہ شکنی نہ ہو تو دوستوں کی دل شکنی ہوتی ہے اور خاطرِ حبیب ملحوظ ہو تو طعنت
 زبوں کا خوف، اللہ سے زیادہ بندوں کی نکتہ چینی افراد کو مجبور کیے رہتی ہے شاعر گو مگو کے عالم میں ہے کہ توبہ توڑے تو
 مخالفتوں کی بھرمار اور نہ توڑے تو دوستوں کی دل شکنی، اس احساسِ کشمکش کو کس قدر خوبصورتی سے اس رباعی میں سمویا ہے:

گویند کلیم توبہ آسان شکند درمیکدہ انگاہ نہ پنہان شکند
 فصلِ گل و خون گرم و حریفان بسیار تا توبہ بود خاطرِ یاران شکند

حدیث شریف ہے ”مدح کرنے والوں کے منہ میں خاک بھونکو“ تحسین و ستائش سے عجب و خود بینی کے پیدا
 ہونے کا قوی امکان رہتا ہے۔ جس شخص کے کردار میں استقامت ہوتی ہے وہ اپنی تعریف سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ خود
 پسند شخص اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنی تعریف آپ کرنے سے بھی گریز نہیں کرتا ۔

خود شکن را خوش نیاید مدحِ خویش از دیگران خود پسند از اہل خودی کند تحسینِ خویش

دنیا اہل زر کی پرستش کرتی ہے اور ان کے نزدیک کسبِ کمال کا واحد ذریعہ زر و دولت ہوتا ہے اور اس شخص کو وہ علامہ
 سمجھتے ہیں جو صاحبِ زر ہو، اس خیال کو بھرپور طنز کے ساتھ رقم کیا ہے ۔

کسبِ کمال اہل جہاں کسبِ زر بود علامہ آں بود کہ زرش پیشتر بود^۱

نخوت پرست حکام و اہل اقتدار کو تنبیہا کہتا ہے کہ حالات کے ہاتھوں ستائے ہوئے بے کسوں اور بے سہاروں کو چشمِ حقارت سے مت دیکھ کہ جب وہ سر بلند ہوتے ہیں تو دل آسمان کا غبار ہو جاتے ہیں ان کے بے بس ہاتھوں میں جب توانائی آتی ہے تو کاخِ جم و کسریٰ کو ہلا دیتے ہیں^۲

افتادہ را بہ چشمِ حقارت مبین کہ خاک گرسر کشد غبارِ دلِ آسماں شود^۳

جب سے معاشرے میں اونچ نیچ کا فرق، رنگ و نسل میں امتیاز، حب و نسب کی تفریق کا احساس پیدا ہوا ہے لوگ اس مذموم روایت کے شکار ہو گئے ہیں۔ زمانہ جاہلیت میں تو اس کا بڑا زور تھا۔ عرب اپنی نسب و نسل پر فخر و ناز کرنا فرضِ اولین سمجھتے تھے۔ اسلام کا کاری واد اس رگ گردن پر پڑا اور بزرگی کا معیار نسب و نسل نہیں بلکہ تقویٰ قرار دیا گیا اس لئے شاعر اپنے کلام کو اپنی اولاد قرار دیتا ہے اور ان پر نازاں ہے۔ اسلاف پر فخر کرنے والے بے وقوفوں سے اپنے آپ کو ممیز کرتا ہے^۴

فرزند ماست شعرو بداں فخر می کنیم ز اں ابلہاں نہ ایم کہ فخر از پدر کنند^۵
 سماج اور خاندان میں با عزت رہنا ہی انسانی زندگی کی معراج ہے۔ غیر کے سہارے سے جنت بھی ملے تو سعدی علیہ الرحمہ اس سے تو جہنم میں جانے کو ترجیح دیتے ہیں، کلیم کہتا ہے کہ مخلوق کی روٹی توڑنے سے حرمت ختم ہو جاتی ہے بے عزتی بار آور ہوتی ہے وہ جس جگہ مہمان بنتا ہے عزت طفیلی ہو جاتی ہے بالفاظِ دیگر عزت و آبرو باقی نہیں رہتی^۶

کسرِ حرمت باری آرد شکستن نانِ خلق عزتم گر دو طفیلی ہر کج مہمان شوم^۷
 ہر عہد اور ہر سماج اس کا شاہد ہے کہ ریاکار زاہد و فقیہ ہمیشہ اپنی عبادت اور نام نہاد زہد و ریاضت پر نازاں رہتے ہیں دوسروں پر نکستہ چینی کرتے ہیں لیکن کلیم کو زاہد کی اطاعت میں بھی "وصالِ حور" کی تمنائیں جھلکتی نظر آتی ہیں۔ بے لوث عبادت وہ کرتے ہی نہیں اس لیے حور و قصور کی یہ تمنائیں لی ہوئی اطاعت جس میں مئے و انگبین کی لاگ ہوتی ہے اسے آہِ بواہوس کی طرح نارسا کہہ کر طنز کرتا ہے^۸

طاعتِ زاہد چو آہِ بواہوس بالا زلفت زانکہ معراجِ امیدِ او وصالِ حور بود^۹
 شیخ جو بظاہر مسواک رگڑتا ہے شاعر کا خیال ہے کہ وہ یہ عمل حرص و طمع کے دانت تیز کرنے کے لیے کرتا ہے ورنہ اسے

سُنت کی پیروی مقصود نہیں اور اس پر مزید یہ کہ تسبیح بھی ہاتھ میں لے کر پڑھتا ہے جو مگر کے بیچ ہوتے ہیں جس سے سادہ علم کو دھوکہ دیتا ہے کیونکہ بقول اقبال "سُلطانی بھی عیاری ہے درویشی بھی عیاری"

شیخ از مسواک دندانِ طمع را تیر کر د
بسجہ را ہم بہر تخمِ شید دست آدین کر د

شیخ کے مکر و فریب پر سے ایک اور جگہ پر وہ اٹھاتا ہے کہ شیخ مکر و زرق کا خرچہ پہنے حرم میں جانے والوں کی رہبری کے بجائے رہنمائی کرتا ہے تو کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتے اور میں زندہ مشرب آدمی جب میخانہ میں ساغر بکف نظر آتا ہوں تو بدنام ہوتا ہوں حالانکہ یہ میرا ذاتی نمنا ہے اور شیخ جی تو سراج کی بنیادیں ہلا دیتے ہیں تب بھی قابلِ ستائش ہیں۔ یہ رسم و رواج دنیا ہے اور یہ اقدار و مذہب کا گٹھ جوڑ ہے

در لباسِ شید ز اہل درخسرم رہ می زند
من دریں میخانہ بدنامم کہ ساغسرمی زخم
شیخ دنیا داری میں پڑ کر خطرات دور جا پڑا جس کی وجہ سے رشتہ عبد و معبود گم ہو گیا۔ شاعر اس کا مذاق اڑاتا ہے اور ساتھ ہی مشورہ دیتا ہے کہ اسے شیخ مجاہد کے زلفِ پاکیزہ سے ایک ٹمرا لیکر ایمان کی گروں میں باندھ دو تاکہ اس کے وسیلہ سے وہ رشتہ گم گشتہ بل جائے ورنہ تمہاری عبادت و ریاضت میں تو اتنا جذب و اثر نہیں کہ معبود حقیقی تک پہنچ سکے

تاری ز زلفِ آں صنم در گردنِ ایمان فلک
زاہد اپنے "عیشِ نہاں" کی وجہ سے بے سرمایہ و مفلس ہو گیا ہے بظاہر مستغنی نظر آتا ہے لیکن اپنی خواہشات کی تکمیل کے لیے اس نے دین و ایمان کو سینکڑوں جگہ رہن کر دیا ہے۔ دین بھی وہ جو دنیا دار اہل حکم کے اشاروں پر ہکتا ہے اور ایمان وہ جو ان کی شیطانی حرکات کے موافق ڈھلتا رہتا ہے۔ "دین بدنیادادہ" اور "ایمان شیطان بردہ" کی ترکیبوں نے امتہ را کو موثر اور شدید بنا دیا ہے

زاہد تہی سرمایگی کر وہ است و دھدا جا گرو
دین بدنیادادہ را، ایمان شیطان بردہ را
زاہد کی پاکیزگی پر اس کو بھروسہ نہیں وہ شراب سے سُندھلوانا چاہتا ہے تاکہ شیخ اس کا نام لینے کے قابل ہو اور طہارت کی منزل میں آئے

تا بد نبرد نامِ کلیمِ این ادیش بس
اول اگر از بادہ نشست است دین را
"تارک الدنیا زاد دھو دوسروں کو بھی ترک دنیا و طلاق کی تعلیم دیتے ہیں، دنیا کی ساری خوشیوں کو خواہ مخواہ

اپنے اوپر حرام کر کے اس کا نام "مجاہدہ" رکھتے ہیں۔ خود بھی نعمت الہیہ خداوندی سے تمتع حاصل نہیں کرتے اور معمولی خوشیوں پر خوش ہونے والے عوام کو بھی اس سے محروم کرنا چاہتے ہیں۔ کلیم ان سے پوچھتا ہے کہ بغیر دیکھے بھالے جب راستہ نہیں چل سکتے تو ذیل سے آنکھیں بند کر کے اُس سے کس طرح گزر کر سکیں گے، خوب مٹی آفرینی کی ہے۔

بے دیدہ راہ گزرتاں رفت پس چرا چشم از جہاں چو بستی از وی تو ان گزشتہ
صوفیا تجرد کی تعلیم دیتے ہیں شاعران کے نظریہ تجرد پر محض ہے کہ انسان تو انسان ہی ہے جس سے لیے یہ ساری کائنات
مگر گرم ہے۔ ہنگامے جاری و ساری ہیں۔ عیناً کا تجرد بھی ہمارے پاس مکمل نہیں کیونکہ وہ جانور معدوم الجسم ضرور ہے
مگر معروف الاسم تو ہے گو وہ نشان سے گنہ چکا ہے اس کا مقام ٹھکانہ کچھ بھی معلوم نہیں لیکن نام کی قید میں ہے۔
شان کی طرح اگر نام بھی کالعدم ہوتا تو ہم اس کے تجرد کو کامل سمجھتے۔ ایسے حالات میں انسان کا تجرد جو جسم و جان کے ساتھ
اس کائنات میں موجود ہے کیسے کامل ہو سکتا ہے۔

ورقید نام ماند اگر از نشان گزشتہ

زاد خود بین میں تو اپنے عیب دیکھنے کی توفیق بھی نہیں ہوتی صرف اپنے زہد و تقویٰ پر نازاں ہوتا ہے شاعر اسے ایک
اخلاقی نکتہ سمجھاتا ہے کہ اپنے عیب کو دیکھنے اور سمجھنے کی توفیق جس کو نصیب ہوتی ہے وہ اپنے آپ کو ان عیب سے پاک
کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اس کی روحانی عظمت اتنی بڑھ جاتی ہے کہ اس کے مرنے کے بعد کو باطن بھی اس کے مزار کی زیارت
سے اہل نظر ہو جاتے ہیں۔ نام نہاد تقویٰ کے دعوؤں سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، انسان کہے لوٹ و بے غرض عبادت کرنی چاہیے
دوسروں کی عیب جوئی کرنے کے بجائے اپنا احتساب کرتا بہتر ہوتا ہے کیونکہ غیر کا احتساب اپنی بہ نسبت زیادہ کڑا ہوتا ہے۔

ہر کرا توفیق عیب خویش بینی داوہ اند
بعد مردن بر مزارش کور بیتا می شود

تمثیلی شاعری

تمثیلی شاعری کا سہرا ناقدرین صائب کے سر باندھتے ہیں۔ حالانکہ یہ صنف متقدمین کے ہاں خال خال پائی جاتی ہے۔ چنانچہ سعدی، خسرو وغیرہ کے پاس تمثیلی شاعری کے چیدہ، چیدہ اشعار دستیاب ہوتے ہیں۔ کلیم صائب و سلیم نے اس کو ایک مستقل صنف کی شکل میں فروغ دیا۔ کلام صائب اس لیے منصف شہود پر ظہور پذیر ہو کر جگمگا اٹھا کہ وہ زبان زدِ خلایق ہو گیا ہے۔ کلیم نے اس صنف کے جسد میں نئی روح پھونکی اور اس کو عروج پر پہنچایا۔ اشعار کلیم کا معتد بہ حصہ تمثیلی شاعری سے مملو ہے۔

ہر شخص آپ مختار ہے، کسی پر کھتہ چینی کرنے، معترض ہونے کے لیے معقول اسباب ہونا چاہیے۔ ہر شخص نہ قاضی ہوتا ہے نہ نقیبہ کہ بے جا مداخلت کا حق اسے مل سکے۔ کلیم کہتا ہے کہ بجا مداخلت سے بجز شرمندگی و پشیمانی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ تیر انداز اگر ٹیڑھا تیر چلائے تو ظاہر ہے اس کی نشان اندازی پر حرف آئے گا۔

دخل بجا نہ بد غمیر خجالت اثری تیر کج باعث رسوائی تیر انداز است
جب برتن خالی ہوتا ہے تو بختار ہتا ہے لیکن بھرا ہوا ہو تو خاموش ہوتا ہے۔ اسی طرح دل پر درد سے شکوے کم نکلتے ہیں کیونکہ درد جتنا شدید ہوگا، ضبط جتنا زیادہ ہوگا آپہن کم ہی نکلیں گی۔ اس خیال کو تمثیل سے واضح کیا ہے۔
جام چوں لبریز شد دیگہ نمی دارد صدا بادل پر درد حرف شکوہ کمتر می زخم
محبوب کے پہلو سے چلے جانے کے بعد شاعر اپنے آپ کو لوگوں کی نظروں میں خوار محسوس کرتا ہے اس کی تمثیل نہایت اچھوتے طریقے سے دی ہے۔

تا تو رفتی ز کسارم بہ نظر لم خوارم بشکند قیمت خاتم چو نگین بر خیزد
گریہ بے اختیار کو "طفل شوخ طبع" قرار دیتا ہے جو ہمیشہ گھر سے نکل بھاگتا ہے۔
در دیدہ و دم نبود اشک راتر طفلی کہ شوخ طبع بود خانه دشمن است

بلاہم یا بیفشارد چو پیشِ سخت جاں آید کہ پیکاں بر نیاید زود چوں بر استخوان آید
 اذیت پسندوں، بلاکشوں پر جب مصائب پڑتے ہیں تو جلد دفع نہیں ہوتے کیونکہ قوت برداشت و ظرف کے لحاظ
 سے ہر چیز ملتی ہے۔ جس طرح ہڈی میں تیر چھو جائے تو جلد نہیں نکلتا اسی طرح سخت جان سے بلائیں نہیں چھوٹتیں۔ کتنی جاندار
 تمثیل دی ہے۔

ہر چیز کا ایک محل اور مقام ہوتا ہے چاہے وہ اچھی رہے یا بُری۔ اس لیے ظلم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے۔
 ”وَضَعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهِ ظُلْمٌ“ (یعنی) کسی شے کا بے جگہ رکھا جانا ہی ظلم ہے۔ کوئی شے کتنی ہی بُری ہی اگر وہ
 اپنی مقررہ جگہ پر ہو تو ہنر سے کم نہیں ہوتا اور دلیل یہ ہے کہ تنگ چشمی عیب ضرور ہے لیکن سوزن (سوئی) کے لیے نہیں۔ اس کا
 تنگ چشم ہونا ہی اس کے لیے حُسن ہے۔

حدیثِ نبویؐ ہے۔ مَنْ سَكَتَ سَلَمَ وَمَنْ سَلَمَ نَجَى۔ (ترجمہ) جس نے خاموشی اختیار کی سلامتی پائی،
 اور جس نے سلامتی پائی اس کو نجات ملی۔

کَلِمَ کہتا ہے کہ انسان کو خاموش رہنا چاہیے۔ قلم کا حشر اس کے سامنے ہے کہ زبانِ قلم سے تحریر نکلتی ہے اس لیے
 اس کا سر کاٹ دیئے جانے کا ہمیشہ خطرہ ہوتا ہے۔

بے زباں باش نہ بینی کہ قلم ۱
 بازبان ست و سرش در خطرست ۲
 سہج میں ظاہری شان و شوکت اور طمطراق کو اہمیت حاصل ہے ایسے ظاہر پرستوں کی نفسیات بچوں کی سی ہوتی ہے جو
 زرق برق پر مچل جاتے ہیں ایسے طفلانہ صفت لوگوں کے لیے شراب سے مینا ہی بہتر ہوتی ہے۔
 باشد برائے طفلان میت از بادہ بہتر ۳
 در چشم اہل دنیا جاں قدر تن نہ دارد ۴
 پرانی دیوار گرتی ہے تو نئی تعمیر ہوتی ہے۔ ایک کی موت ہوتی ہے تو دوسرے کا گھر بستا ہے۔
 افتادین دیوار کہن نوشدن اوست ۵
 جزمِ گ کسی در پئے آبادی من نیست ۶
 نیچی ذہنیت اور گہری فطرت کے لوگ گوشہ عزالت میں نہیں رہ سکتے انہیں تو فقیر کی طرح کاسہ گدائی لیے پھرنے
 سے خوشی ہوتی ہے۔
 پست فطرت ہوں گوشہ عزالت نکند ۷
 تا گدا بر سر رہ نیست دلش خرم نیست ۸

”قرب بزرگان“ ”کینہ خصلت کے لئے باعث کسب شرف نہیں ہو سکتا۔ اس کا ثبوت اس شعر میں ملتا ہے ۵
 منقلہ از قرب بزرگان نکست کسب شرف رشتہ بر قیمت از آمیزش گوہر نشود ۶
 کم ظرف کو اگر دولت و زر مل جائے تو آپسے باہر ہو جاتا ہے، خدائی کے دعوے کرنے لگتا ہے۔ اپنا ماضی بھول کر
 فرعون بے ساماں ہو جاتا ہے اس کے برخلاف کوئی بلند کردار شخص ایسی حرکت نہیں کر سکتا ۷
 بوقت گرسنگی نفس دوں گدائی کرد چو یافت یک لب نان دعوے خدائی کرد ۲
 حبیب نے بہت وفا کی لیکن اُسے بجز ناکامیوں کے کچھ نہ ملا تو وہ اپنے آپ کو سیہ نخت تصور کرتا ہے اور کہتا ہے کہ
 داغ و فاسیہ نختوں کے زیادہ زیب دیتا ہے کیونکہ جب تک رات تاریک نہ ہو چراغوں کا لطف نہیں آتا۔ داغ و فاکو چراغ
 سے تعبیر کرتا ہے ۵

برسیہ نجاتاں بود داغ و فاکو میبندہ تر شب چو تار کیست از بہر چراغاں بہتر است ۲
 ہر کہ خود بین و خود آرا از ہنر محروم است ہچو طاؤس کہ پر ز نیست و کم پرواز است ۳
 جو شخص خود بینی، خود پسندی اور خود آرائی کا شکار ہوتا ہے وہ اپنے آپ ہی میں غرق ہوتا ہے اس کو دوسروں کی
 اچائیوں پر نظر کرنے کی توفیق ہی نہیں ہوتی ایسے ہر قسم کے ہنر سے محروم ہو جاتا ہے بالکل اس مور کی طرح جو اپنے پروں کی
 خوبصورتی کی وجہ سے مقبول عوام ہے لیکن پرواز کے معاملہ میں ایک معمولی چڑیا سے بدتر۔
 فلک کبھی ظالم و جابر حکمرانوں کے ساتھ برا سلوک نہیں کرتا ان کے گھر ہر روز عید و ہر شب، شب برات ہوتی ہے، اور
 مظلوم و مجبور انسان ان کے استحصال کا شکار ہوتے ہیں ۵

باستمگاران گیتی بد نمی گرد و سپہر عید قربانست دایم خانہ قصاب را ۴
 کلیم کہتا ہے کہ درِ امید کی کشادگی ”کلید تدبیر“ کی گمشدگی پر منحصر ہے ۵
 کلید چارہ و تدبیر تانگہ و دو گم درمی کہ بستہ بروی امید و انشود ۶
 عشق کا حاصل و مال ضروری ہے ورنہ وہ عشق نہیں ذہنی ریاکاری ہو جاتا ہے خود فیصلہ خداوندی زلیخا و یوسف کے حال
 کا باعث ہوا۔ نام نہاد معاشرے کے قوانین سازوں نے اُلٹے سیدھے قوانین گھڑائے چنانچہ کلیم تیر و کمان کے اتصال کی مثال
 دیگر تمثیل کو موثر و موثق بنا رہا ہے ۵

۱	کلیاتِ کلیم، ورق : ۱۲۰۰	۲	کلیاتِ کلیم، ورق :
۳	” ” ” ” : ۱۶۰	۴	” ” ” ” : ۱۶۵
۵	” ” ” ” : ۶۰	۶	” ” ” ” : ۱۰۰

عاشق و معشوق بی آمیزش ہم ناقصند شاہد این مدعی بہ از کمان و تیر نیستند
 محبوب کی محبت کے ساتھ صبر و عقل ایک دل میں نہیں سما سکتا ظاہر ہے کہ سیلاب آئے تو کوئی کیسے گھر میں
 قیام کر سکتا ہے سیلاب عشق کے آگے صبر و عقل کہاں ٹھیر سکتے ہیں یہ جذبہ بے اختیار ہے جس میں ہوش و
 حواس گم ہو جاتے ہیں ۵

صبر و خرد بیک دل با شوق اُونگنجی چون بیل میہان شد کس در سرا نمائی

روزمرہ و محاورہ

مولانا شبلی فرماتے ہیں :-

”اس زمانہ میں اگرچہ مضمون آفرینی اور خیال بندی کی استیلا نے زبان اور محاورہ بندی کی طرف سے شعرا کو غافل کر دیا تھا چنانچہ ناصر علی - غنی اور بیدل وغیرہ اسی چکم میں پڑ کر لطف زبان سے بیگانہ ہو گئے لیکن کلیم باوجود انتہا درجہ کی نازک خیالی کے یہ سررشتہ ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ وہ ہر طرف نئے مضامین پیدا کرنے کی فکر میں مصروف رہتا ہے لیکن یہ نہیں بھولتا کہ وہ ایرانی ہے، ہندی نہیں ہے۔ اس لئے روزمرہ کے علاوہ اکثر ٹھیکٹ محاورے برتتا ہے جن کو عام آدمی فرہنگ کے بغیر سمجھ نہیں سکتے۔“

مندرجہ بالا حوالہ کی روشنی میں کلیم کے اشعار کا تجزیہ کیا جائے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ زندگی کے آخری دنوں تک اُس کو اپنے اہل زبان ہونے کا احساس تھا اور اس نے زبان کا تحفظ بھی کیا تھا جس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں :-

در چشم کلیم از اثر گریہ ”گل افستاد“ : ”گل افادون“ آنکھوں میں پھولا پڑنا۔
 خوش آن خلوت سراگر اتحا د حسن عشق انجا
 تازمی مست میگشتی ومن ”از کار می رفتم“ : ”از کار رفتہ“ بیکار ہو جانا
 زرقص شادی ”آتش بزیں پا“ داریم : ”آتش زیر پا“ بیچین ہونا
 با عارض تو ”چہرہ شدن“ ”حد شمع نیست“ : ”چہرہ شدن“ مقابل ہونا۔ ”حد نیست“ مجال نہیں۔
 گریاں ز بزم رفت و ”سر خوشتن گرفت“ : ”سر خوشتن گرفت“ اپنی راہ لی۔
 از دبستان برود ہر کہ ”سبتی روشن کرد“ : ”سبتی روشن کرد“ سبتی یاد کر لیا
 دشمن خود را چرا کس اینقدر ”پہلو دہد“ : ”پہلو دادن“ پہلو بچانا

این شربت کم "بھڑ" دو بیمار نباشد : "بھڑ" حصہ ۔
 کہ گاہ ہم "طرف کھربا نمی گسرد" : "طرف کے گرفتار" کسی کی جانبداری کرنا ۔
 "بچشم روشنی" داغہائے کہنہ روم : "چشم روشن" مبارکباد ۔
 بزیر سبز زمین "روی خویش پنہاں کرد" : "روئے کسے پنہاں کردن" منہ چھپانا ۔
 چوں جواب ار "وام ہستی پس وہم" خندان شوم : "وام پس دادن" قرض ادا کر دینا ۔

ہندی الفاظ کا استعمال

تاریخ ادبیات فارسی میں امیر خسرو اور فیضی کا کلام ہندی الفاظ سے پُر ہے تو یہ کوئی تعجب خیز بات نہیں کیونکہ انہوں نے ہندوستان ہی میں جنم لیا تھا اور ہندی الفاظ کا استعمال ان کا فطری حق تھا، اضطرابِ حرکت تھی مگر جب کوئی ایرانی شاعر واردِ ہند ہو کر یہاں کے مقامی الفاظ، مقامی ماحول، مناظر، نہریں، درخت، پہاڑ، پیٹھے، پھل اور پھول وغیرہ کو اپنے کلام میں داخل کر لے تو وہ اہل علم و محب وطن کی نگاہ میں یقیناً قابلِ ستائش ہوگا۔ عربی نے عمر بھر شاعری کی اور اس ضخیم سرمایہ حیات میں ایک ہندی لفظ ”جگر“ دستیاب ہوتا ہے اور وہ بھی شکلِ مفرس ہے۔

در چاشت گداز شبنم گل گرد نشان است آں باد کہ در ہند گر آید ”جگر“ آید^۱
طالب آملی نے مندرجہ ذیل شعر میں ”بادۂ شبانہ“ کے بجائے ”رام رنگی“ استعمال کیا تو لوگ تعجب بھری نظروں سے دیکھنے لگے تھے۔

نیم منکر صہب و لیک می گویم کہ ”رام رنگی“ مانشہ دیگر دارد^۲
یہ کلیم ہی کی خصوصیت تھی کہ اس نے باوجود ایرانی النسل ہونے کے بہت سے ہندی الفاظ استعمال کئے ہیں نہ انہیں مفرس بنایا نہ ان کی ہیئت بدلی بلکہ ان کی اصلی شکل میں ایک ہندوستانی کی طرح اُن ہی معنوں میں استعمال کیا اور کہیں بھی کلام کی روانی میں فرق نہیں آیا۔ اس لئے ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ کلیم کے کلام کی ممتاز خصوصیت ہے۔

تمام شعراً دوکاندار کے لئے تاجر استعمال کرتے آئے ہیں لیکن کلیم نے اپنی مثنوی میں خالص ہندی لفظ ”مہاجن“ استعمال کیا ہے۔

فتادہ در دکان یک مہاجن ہم سرمایہ دریا و معدن^۳

۱ دیوانِ عربی، ”از قصیدہ در وصف کشیر (جگر بمعنی جھگڑ استعمال کیا گیا ہے)

۲ ۵۴ کلیاتِ کلیم، ورق: ۷۳ ۳ Mughal Poetry, P. 8.

از آن حدیقه که یک برگ سبز او پان است
همیشه این لب سبزاں که راحت جانست
ز غم پیچیده همچون هر زه خویش
باین شوخی دل از مردم نه برده

دھوبی کے لیے فارسی میں یہ دو معین لفظ "گاذر و دلاب" موجود ہیں اور کلیم نے لفظ "دھوبی" اپنی
صحیح و سالم شکل میں استعمال کیا ہے۔

ازاں بے پردہ محبوبے چہ گویم

ہندوستان کی مختلف قوموں کے نام پوری بے تکلفی سے باندھا ہے۔

بستان را چوت و شیخ زاده
غروب حسن با جہل پٹھانے

فارسی شاعری میں اتنے مچھوٹوں، پھلوں اور درختوں کے نام اُن کے اصلی ماحول میں استعارہ خوبی سے

شاید ہی کسی ہندوستانی شاعر نے پیش کیا ہو ۔

چہ چہ چہ شعلہ شمعیت ہے دوو

ز موز و مان نظر دریوزه دارم

برائے شاہانِ ایں گلستاں

چہ یانی دست شمشیر "بیرہ" بست

نکلی "گدہل" نہ فہمید سے موسم

که آتش می زند در خرمن عود^۴

که وصف مولسری را می نگارم

بدست "کیوڑہ" بین "بیڑہ" یاں

دماغ از نکتہش در عمل نشسته

تشفیتِ جوں رُخِ یارِ ستِ دایم

۲۷ کلیاتِ کلیم ، ورق: ۴۳ ب

۱۵۶: ورق، درق: ۱۵۶

P99 : " " " "

۴ شاعر نے ”دھوبی“ کا لفظ استعمال کیا ہے، لیکن اگر اس سے مذکر مراد ہوتا تو اس کے حُسن کے بجائے دلیری، شجاعت وغیرہ

کی تعریف کرتا اور دوسری چیز یہ کہ دھوبی تو بے پردہ ہوتا ہی ہے۔ بے پردہ محبوب لکھنے سے ”دھوبن“ مراد ہوگی۔

۷۴ کلیاتِ کلیم، ورق ۱، ۷۶ پ

۵ کلیاتِ کلیم، ورق: ۱۷۴

٥٧ " " " ٤٨ پ

$\frac{1}{2} \quad \frac{1}{6} \quad \frac{1}{10}$

نہال "نیمش" از بس خوش نسیم است دل طوبی ز رشکِ آں دو نیم است
 گلِ سرخ "کول" را چوں ستایم چگونہ بر سر این آتش آیم
 ہندی عیدوں میں ہولی کا ذکر بہت عمدہ پیرایہ میں حُسنِ تعلیل کے ساتھ کیا ہے
 جہاں را بازی "ہولی" خوش آمد درختانِ چمن را ارغوان کر د

نقصِ کلام

محاسن و نقائص لازم و ملزوم ہیں۔ جہاں گوہر ہوں گے وہاں خرف ریزون کا بھی ہونا ضروری ہے۔ جہاں اساتذہ سخن کا کلام بھی نقائص سے مبرا نہیں پایا گیا وہیں کلامِ کلیم میں بھی چند نقص ہیں جنہیں یہاں مشتے نمونہ از خروارے بیان کیا جاتا ہے۔ پہلے وہ اشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں نقصِ خیال پایا گیا ہو۔

جذبِ شوقم می برد رہبر نمی خواہم کلیم ہر کہ سیلابش بردے خود بہ منزل می رود
 کلیم کہتا ہے: ”میرا جذبِ شوق مجھے لے جا رہا ہے اس لیے رہبر کی مجھے خواہش نہیں“ دوسرے مصرعے میں دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ ”جس کو سیلاب بہا لے جائے وہ بغیر اپنی سعی کے منزل پر پہنچ جاتا ہے“ کلیم کے یہاں مثالیہ شاعری کا بہت سا سرمایہ موجود ہے لیکن اس شعر میں تمثیل میں غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ چنانچہ مذکورہ صدر شعر میں جو دلیل ہے اس میں نقصِ خیال واقع ہو رہا ہے کیونکہ سیلاب کا بہاؤ بہنے والے کو اس کی منزل ہی کی طرف بہا لے جانا ضروری نہیں۔ سیلاب کا رخ منزل کی مخالف سمت میں بھی ہو سکتا ہے۔ پھول چمن ہی میں کھلتے ہیں مگر کلیم کی سمجھ میں پتہ نہیں کیا بات آگئی کہ اس کے قلم سے یہ شعر تراش ہو گیا اس میں بھی نقصِ خیال جھلک رہا ہے۔

خاکِ وطن کلیم ز پس غم فزا شدہ است گل تا بود مقسیم چمن و انمی شود
 کلیم شکوہ سنج ہے کہ ”نہ مجھے دلِ غمگین ملانہ دلِ شاد نصیب ہوا، نہیں معلوم عالمِ ایجاد آخر مجھے کیا پہنچا“ چاہتا ہے:۔

نہ مرا خاطرِ غمگین نہ دلِ شاد رسد بمن آخر چہ ازیں عالمِ ایجاد رسد
 شاعر عجیب مہمل بات کہہ گیا۔ فلسفے کا مشہور مسئلہ ہے ”الضدّان لا یتممّعان ولا یزید فیعان“ دو متضاد چیزیں آپس میں نہ جمع ہو سکتی ہیں نہ اٹھا دی جاسکتی ہیں، اس کی مثال یوں ہوگی کہ اگر دن رہے تو رات نہیں رہے گی اور رات رہے گی تو دن نہ ہوگا۔ جس طرح دو متضاد چیزیں باہم جمع نہیں ہو سکتیں اسی طرح ان کا ارتفاع بھی محال ہے۔ ضدین کے مسئلے کو سمجھنے والا یہ کیسے یقین کر سکتا ہے کہ جب دل نہ غمگین ہے نہ خوش تو آخر کیا ہے؟ اس کو نقصِ خیال کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

حیرتے دارم کہ گردوں بدانیان بدست اُد کہ نتواند میان نیک و بد تمیز کرد
 پہلا مصرعہ موزوں بالوزن نہیں ہے۔ دوسرا نقص یہ کہ معنی اور مفہوم کے لحاظ سے شعر موزوں بالمعنی بھی
 نہیں۔ کلیم یہ کہہ رہا ہے کہ "فلک کو نیک و بد میں تمیز کرنے کی صلاحیت نہیں ہے۔ اس لیے مجھے حیرت ہے
 کہ وہ داناؤں کے ساتھ بُرائی کیوں کر رہا ہے" حیرت اس پر ہونی چاہیے تھی کہ وہ تمیز نہ رکھنے کے باوجود
 غفلتوں سے بھلائی کرتا یا نااہلوں سے بُرائی کے ساتھ پیش آتا۔ اس لیے شعر میں اظہارِ حیرت کا محل غلط ہے
 پیش مصرعہ اگر یوں ہو تو اظہارِ حیرت درست ہو سکتا ہے۔ حیرتے دارم کہ گردوں نیز بادونان بدست۔

ہنر مارا چسپین ناکام دارد چراغِ خسانہ رنخم بسوزد
 "رنخم" کی وجہ سے شعر کا قافیہ ختم ہو گیا ہے۔ دوسری غلطی اس تحریف سے یہ ہوئی کہ "شتر گرہ"
 یعنی مصرعہ اول میں جمع متکلم اور ثانی میں واحد متکلم کی وجہ سے عیبِ سخن پیدا ہو گیا ہے۔ مصرعہ ثانی کو یوں
 ہونا چاہیے تھا کہ چراغِ خانہ رخت مابسوزد

کدام گنج کہ در گنج خاک ساری نیست روا از زمین بہ طلب ہر چہ آسماں ندہد
 دوسرے مصرعہ کا پہلا حرف "رو" بے معنی اور بے محل ہے۔ سیاقِ کلام "تو" کا طالب ہے۔
 یہاں "تو" ہونا چاہیے کہ روا از زمین بہ طلب ہر چہ آسماں ندہد۔

ہر دل ز بس غبارِ کدورت نشستہ است بیچارہ نالہ در تہ دیوار ماندہ است
 اس شعر میں ردیفوں کا تقابل ہے یعنی "است" جو جزو ردیف ہے دونوں مصرعوں کے آخر میں ہے
 اس کو اصطلاحِ شاعری میں "تقابل ردیفین" کہتے ہیں۔ بجز مطلع کے کسی شعر میں ردیفوں کا تقابل معائبِ
 کلام میں شمار ہوتا ہے۔

چوں خود فروش سودز سواندیدہ ایم گر خاک را بزر بفروشم زیاں کنم
 مصرعہ اولیٰ میں "ز سواندیدہ ایم" چھپا ہے۔ سودا کی دال سہو طباعت سے کم ہوگی، لیکن "ندیدہ ایم"
 میں صیغہ جمع متکلم اور مصرعہ ثانی کی ردیف "زیاں کنم" میں واحد متکلم سے "شتر گرہ" واقع ہو رہا ہے۔
 ۳۔ قافیہ گر شایگان افتاد عیب من کن

اظہار جو ایک عیب قافیہ ہے ایرانی اُسے "شایگان" کہتے ہیں۔ کلیم نے اس طرف اشارہ کیا ہے اور
 اپنی غلطی کا اعتراف کیا ہے۔

بدلی کردم بہ ہستی عاقبت زہد ریائی را رسانیدم بآبِ ازین می بنیاد تقویٰ را
 "تَقْوٰی" میں الف مقصورہ ہے مگر ایرانیوں کے تصرف سے تَقْوٰی بن گیا۔ یہی گت لفظ عیسیٰ اور

میل کی بنی۔ اس غزل میں عیسیٰ اور لیلیٰ کو کافیہ بنایا ہے۔ یہ بدعت صرف کلیم ہی نے نہیں کی بھی شعراء فارسی ایسی تصرفات کے عادی ہیں انہیں کی تقلید اردو شعراء نے بھی کی ہے۔

کلیم کی ان کوتاہیوں، خامیوں اور بعض شاعرانہ نارسائیوں کے باوجود اہل فن اس کے اندر بلند پایہ صلاحیت و قدرت پاتے ہیں۔ کلیم کی فنکارانہ خلاقیت اُسے مسلسل غزلوں، قطعوں، مثنویوں اور قصاید کی تخلیق کی طرف منعطف کرتی ہے۔ اس کے تجربوں کی وسعت اور بلندی کو بھی اکثر تنقید نگاروں نے محسوس کیا۔ اس نے فارسی شاعری کے افق کو وسیع کیا، مثالیہ کو عروج دیا۔ اس کا خیال، جذبہ، تخیل، و واردات داخلی کی منزلوں سے گزر کر شاعرانہ تجربے کی حیات حاصل کر لیتا ہے۔ اس کی تخلیق میں ہمیں جذب و سوز، پرواز تخیل، قوت ادراک، حُسن و جہان یاس و اُمید کی کشمکش، درد و گداز ملتا ہے۔ اس کے یہاں واقعیت کا حُسن بھی ہے اور مثالیت کا جمال بھی۔ اس کے فن میں لطافت، عمق، بلندی اور وسعت پائی جاتی ہے۔ ان ہی خوبیوں اور فنکارانہ صلاحیتوں نے اُسے دیگر شعراء سے ممیز کیا اور وہ خاتم دربار شاہجہانی کا درِ ثمن بن کر چمکا۔

LIBRARY. HAMMIR UNIVERSITY

DATE LOANED

Class No. 954 Book No. H47T

Vol. _____ Copy _____

Accession No. 96467

--	--	--

باب پنجم

کتابتِ اکیم

کلیم کی تصانیف دو کتابوں پر مشتمل ہیں۔ ایک کلیاتِ کلیم، دوسری مثنوی شاہنامہ۔ مثنوی ایک علیحدہ اور مکمل کتاب کی شکل میں ہے اور کلیات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہزار برس ماقبل صفحات پر مثنوی کے متعلق پوری تفصیلات پیش کی جا چکی ہیں۔ اب کلیات کی تفصیل درج کی جاتی ہے کیونکہ اس باب میں ان تفصیلات کے ساتھ کلیم کا غیر مطبوعہ اور منتخب کلام پیش کیا جائے گا۔

کلیاتِ کلیم قصائد، ترجیع بند و ترکیب، قطعات، مثنویات، غزلیات اور رباعیات پر مشتمل ہے۔ مثنوی کی طرح کلیات کی تفصیلات پر بھی روشنی ڈالنا ضروری ہے اس لیے آئندہ صفحات میں کلیات کا تجزیہ کر کے ہر صنفِ سخن کی تعداد و اشعار درج کی جائے گی۔

کلیاتِ کلیم کی ابتداء مندرجہ ذیل شعر سے ہوتی ہے۔
 شوق ہر کس را کہ در راہ طلب سر میدہد
 گرد آرد اول از پا آخرش پر میدہد

۱۔ قصاید:

قصاید کے موضوع حمد، نعت، منقبت، تہنیت جلوس مبارک شاہجہان، تہنیت جشن وزن تہنیت عید و نوروز، تہنیت فتوحات، کتابہ عمارات مختلفہ وغیرہ ہیں۔ اکثر قصائد کا آغاز بہاریہ انداز میں ہوا ہے۔ ظہیر فاریابی، انوری اور امیر خسرو کا رنگ اکثر قصائد میں جھلکتا ہے۔ امیر خسرو کے تتبع میں تو ایک پورا قصیدہ لکھا ہوا ہے۔ گو عرفی کا سا زور کلام تو نہیں ملتا۔ البتہ ظہیر کا سا زور دارِ بالغہ جا بجا نظر آتا ہے۔

صحیح کلیات ہذا میں کل تعداد قصاید ۳۷ ہے، جس میں بنیادی نسخہ ۱ میں ۳۳ قصاید ہیں اور ۴ قصیدے

دوسرے کلیات سے لیے گئے ہیں۔ اس حساب سے تعداد اشعار تقریباً (۱۲۴۲ + ۲۳۲ = ۱۶۷۴) ہے۔

۲۔ ترکیب بند، ترجیع بند و مرثیہ

ترجیع بند، ساقی نامہ کی صورت میں ۷ بند پر مشتمل ہے۔ یہ ظفر خان حاکم کشمیر کی مدح میں اس کی دی ہوئی طرح پر لکھا گیا تھا۔

ترکیب بند میں ۷ بند ہیں اور ہر بند میں مبالغہ آمیز مدح ہے جس کو شہنشاہ شاہجہاں کی خدمت میں تہنیت نوروز کے موقع پر پیش کیا گیا تھا۔

مرثیہ، محمد جان قدسی کی وفات پر کلیم نے تحریر کیا تھا۔ اس میں ۹ بند ہیں اور کلیم کے سرایہ سخن میں یہ واحد مرثیہ ہے اور صرف سالار جنگ لاہوری کے نسخوں میں درج ہے۔ اس حصہ میں تعداد اشعار (۱۵۱ + ۱۰۲ = ۲۵۳) ہے۔

۳۔ قطعات :

قطعات اکثر تاریخی ہیں اور یہ کلام کلیم کی ممتاز خصوصیت ہے کہ اس نے اپنے ہم عصر شعر کے مقابلہ میں سب سے زیادہ تاریخی قطعات تحریر کئے ہیں۔ عہد شاہجہاں کا شاید ہی کوئی جشن نوروز، جشن عروسی، جشن عید، تعمیر عمارات، مواقع تعزیت ایسے گزرے ہوں جس وقت کلیم نے طبع آزمائی نہ کی ہو۔ اس حساب سے کل تعداد قطعات ۶۲ ہے جس میں ۲۲ قطعات نسخہ ۱ میں اور ۲۱ دیگر کلیات سے ماخوذ ہیں اس طرح کل تعداد اشعار (۳۲۰ + ۲۲۸ = ۵۴۸) ہے۔

۴۔ مثنویات :

مثنویات متاخرین کے دور تک پہنچتے پہنچتے اپنا زور و "طاحت" کھو چکے تھے۔ فردوسی و نظامی کی سی طویل شاندار رزمیہ و بزمیہ مثنویاں اس دور میں خال خال نظر آتی ہیں۔ کلیم کی طویل و قابل ستائش مثنوی کا ذکر تو اوپر ہو چکا ہے۔ کلیات میں جتنی مثنویاں دستیاب ہوئی ہیں وہ مختصر ہیں۔ گو ان کا پیکر تو مثنوی کا ہے مگر متقدین کا رنگ زور بیان کسی میں نہیں ہے۔ ان میں اکثر تو عمارات کی تعمیر کے وقت لکھی گئی ہے۔ مثلاً کتابہ دولت خانہ بادشاہی، کتابہ دولت خانہ اکبر آباد و دولت خانہ لاہور، صفا پور وغیرہ۔

دو تین مثنویاں قدرے طویل ہیں۔ ایک "باغ جہاں آرا و ہندوستان" کی تعریف میں ہے۔ دوسری "تخط کن شکست نظام الملک" ۱۰۴۰ء کے موقع پر لکھی گئی ہے۔ تیسری جھار سنگھ بندیلہ کے قلع قمع ۱۰۴۵ء کی تفصیلات کی حامل ہے۔ کل مثنویات ۲۷ ہیں جن میں سے ۱۷ نسخہ ۱ اور دیگر ۱۰ نسخہ جات سے حاصل ہوئی ہیں۔ ان کی تعداد اشعار

۵۔ غزلیات:

غزل متاخرین شعراء کا ایہ ناز سرمایہ ہے چنانچہ کلیم کے ہاں بھی اس صنف کا ذخیرہ دیگر اصنافِ سخن کے مقابلہ میں زیادہ ہے۔ گو کلیم کے پاس تغزل کم ہے لیکن مضمون آفرینی، جدتِ تخیل، اندرتِ طرزِ ادا اور مثالیہ کثرت سے پایا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے اس حصہ میں تعداد اشعار سب سے زیادہ ملتی ہے۔ غزلیات ردیف داری ترتیب میں درج ہیں۔
کل تعداد غزل ۵۷۱ ہے اور تعداد اشعار (۵۳۰۰ + ۲۹۵ = ۵۵۹۵) ہے۔

۶۔ رباعیات:

کلیم کی رباعیات مختلف موضوعات کی حامل ہیں۔ بعض تاریخی ہیں۔ بعض میں تصوف، اخلاق اور فلسفہ ملتا ہے۔ کل تعداد ۹۲ ہے۔ جس میں نسخہ ۱ میں ۸۵ اور دیگر کلیات میں زاید ۷ رباعیاں ملی ہیں جن کے حساب سے تعداد اشعار (۱۶۰ + ۲۶ = ۱۹۶) ہے۔
کلیات کی کل ضخامت محسوب کرنے کے لیے تمام اشعار کو علی الترتیب جمع کیا گیا تو تعداد اشعار (۱۰۰۲۸) ہوئی ہے چونکہ اختتام کلیات مختلف نسخوں میں مختلف اشعار پر ہوا ہے۔ اس لیے ابتداء کی طرح کوئی معینہ اختتام پیش کرنا ناممکن ہے۔

اگر اب ہم مشنوی شاہنامہ و کلیات کے کل اشعار یعنی کلیم کے سارے سرمایہ سخن کو یکجا کریں تو تعداد اشعار (۱۴۸۲۰ + ۱۰۰۲۸ = ۲۴۸۴۸) ہو جاتی ہے۔

صاحب تذکرہ طاہر نصر آبادی کلیم کے سرمایہ سخن کے متعلق یوں رقمطراز ہیں :-
"اشعار او د کلیم از مشنوی وغیرہ قریب بہ بیست و چہار ہزار بیت می شود"

اور میں نے اتھکاک کوشش کی کہ کلیم کے زیادہ سے زیادہ اشعار مجتمع کروں۔ اس تلاش و جستجو کے بعد مجھے اس کی مشنوی و کلیات کے (۲۴۸۴۸) اشعار دستیاب ہوئے ہیں۔ جنہیں نسخہ کی صورت میں مقالہ کے ساتھ پیش کیا گیا تھا۔

نسخہ جات کلیاتِ کلیم ہمدانی

ابوطالب کلیم کے کلیات دیوان کے نسخہ جات ہندوستان و یورپ کی اکثر لائبریریوں میں موجود ہیں۔ کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن میں ایک کلیات اور ۳ دیوان اور کتب خانہ سالار جنگ بہادر میں ۴ کلیات اور ۹ دیوان ہیں۔ رضا لائبریری رامپور اسٹیٹ میں ایک کلیات ہے۔ بانچی پور لائبریری میں ایک کلیات اور ایک دیوان، بوڈلین لائبریری میں ایک کلیات، برٹش میوزیم لائبریری میں ایک کلیات اور ایک دیوان وجود ہے۔ نوکسٹورپس سے ایک منتخب اشعار کا دیوان ۱۲۹۷ میں طبع ہوا ہے۔ آقائے کشاورز صدر نے کلیم کے دو ہزار اشعار کا ایک انتخاب شائع کیا ہے اس کے بعد آقائے پرتو بیضی نے مختصر دیباچہ کے ساتھ ۸ ہزار اشعار ”دیوانِ کلیم کاشانی“ کے نام سے طبع کئے ہیں۔

مندرجہ بالا مخطوطات میں سے کوئی ناقص الاول ہے تو کوئی ناقص الآخر۔ کوئی مکمل ہے تو قدیم نہیں، قدیم ہے تو مکمل نہیں۔ جیسے رام پور لائبریری کا کلیات جس کے متعلق امتیاز علی خان صاحب عرشی کا بیان ہے کہ وہ قدیم ترین ہے اور موصوف اپنے بیان کی توثیق کے لیے کلیات کے سرورق پر ایک گوشہ میں تحریر شدہ یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔

”در خطہ کشمیر دلپذیر، ملا ابوطالب کلیم ایں دیوانِ بلاغت نشان را بفقر تکلیف نمودند، ذرہ بے مقدار محمد نطم بن محمد منشی غفر.....“

اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ نسخہ کلیم نے خود عالمگیر نامہ کے مصنف محمد بن نطم بن امین منشی کو تحفہ دیا تھا لیکن افسوس کہ یہ کلیات ناقص الآخر ہے۔ بنابرین اس کو بنیادی نسخہ قرار نہیں دیا جاسکتا۔

کتب خانہ سالار جنگ میں کلیات کلیم کے متعدد نسخے محفوظ ہیں۔ ۴ نسخوں میں سے دو مکمل اور دو ناقص الآخر ہیں۔ اول الذکر دونوں نسخوں کے سینکڑوں کتابت علی الترتیب ۱۱۴۵ھ اور ۱۱۵۷ھ ہیں۔ لہذا یہ مخطوطات مکمل تو ہیں لیکن قدیم نہیں۔ برٹش میوزیم کٹلاگ کے نسخہ پر تو سنہ کتابت ہی درج نہیں۔ بوڈلین لائبریری کے کلیات کا سنہ کتابت ۱۱۵۰ھ ہے اور نسخہ کتب خانہ آصفیہ کا سنہ کتابت ۱۰۸۲ھ ہے جو موجودہ نسخہ جات معلومہ میں قدیم ترین ہے اس کے متعلق ہم سب سے آخر میں بحث کریں گے۔

یورپی کتب خانوں کے نسخہ جات

ہندوستانی و یورپی کتب خانوں کے مخزنہ مخطوطات کلیاتِ کلیم کی تفصیلات درج ذیل ہیں چونکہ یورپی کتب خانوں کے نسخہ جات ہمارے سامنے نہیں ہیں اس لیے ہم ان کی تفصیلات مکمل طور پر نہیں دے سکتے چنانچہ ہم انہیں صرف فہرستوں سے نقل کرنے پر اکتفا کریں گے۔

1. *Catalogue of The Per. Mss., in The British Museum.,*
by. Rieu., Vol. 11., Col. 686.

The contents of The Diwan are as follows:-

fol. 2.^b Kasidahs, mostly addressed to Shahjahan, with a Tarkiband of the kind called Bahariyyah, or vernal poem, at the end.

fol. 41.^a Mukattaat, including chronograms, the dates of which range from A. H. 1024, Dara Shikuh's birth, to A. H. 1054.

fol. 52.^b Masnavis, mostly description of buildings erected by Shahjahan, and recording their dates. The longest, fol. 86.^a 94.^b contains an account of the flight and pursuit of Tajhar Singh. The last is a Sakinamah composed for Zafarkhan, Governor of Kashmir.

fol. 97.^b Ghazals. in alphabetical order, beginning:

بدل کردم بستی فاقبت زہد ریائے را رسانیدم آب ازین ی بنیاد تقوی را

The margins contain additional Ghazals.

fol. 166.^a Rubais

2. Catalogue of the Per. Mss. in the Bodleian Library.,
by Sachau. No. 1116. Col. 699.

Contents,

Kasidas on fol. 1.^b Beginning:-

شوق هر کس را که در راه طلب سرسیدد الخ

Tarjibands, on fol. 54.^a Beg:

باد نوروزی به بتان شراب آورده است بلبلان رامایه برگ و نوا آورده است

Kitas and Tarik, on fol. 63.^b Beg:

پادشاه! پایه تخت بود تاج سپهر الخ

Mathnawiyat, on fol. 85.^b کتابه دولت خانه شاهی

در تعریف اکبر آباد و باغ جهان آرا، on fol. 86.^b کتابه دولت خانه اکبر آباد

؛ on fol. 94.^b در تعریف جنگ نیل با شهزاده اورنگ زیب، on fol. 87.^b

بواسطه نقش کردن بر حاشیه جلد صدف کاری؛ on fol. 97.^a در تعریف قحط دکن

On fol. 102.^a all the remaining headings are missing;

Beg: زهی دلشین قصر آراسته؛ باغ جهان سر و نو خاسته

Ghazals, alphabetically arranged, on fol. 144.^b

Beg: بدل کردم بمستی عاقبت زهر ریای را الخ

The right order of ff. 107, 176, is 167, 170, 175, 168,

169, 176.

Rubais, on fol. 366.^a Beg. of the first

هر چند که مرد قول و فعلش تباهست الخ

on fol. 375.^b the rubais break off. *Kitas* (for the

greatest part, *tarik*, and *Mathnawis*, mixed together,

on fol. 248.^b The first *Kita*

begining: شاہجہان ثانی صاحبقران کہ چرخ الخ

The first Mathnawi (headed) کتابہ دولت خانہ شاہی گفت
see the preceding Copy, fol. 88^ط. Open thus

زہی دلشیں قصر آراستہ الخ

Kitas, on fol. 26^ط margin beg:

خدا یگانہ اسپ کی دادہ بر ہے زنا توانی ہرگز نہ رفتہ رہ دو نیم

Mathnawis, also intermixed with Kitas, on fol. 32^ط Margin. Beg. of the first Mathnawi

زہی عرش بنیاد دولت اساس چو خورشید در آسمان روشناس

with walker 72, fol. 299^ط. All the headings are omitted. On the fly-leaf an entry from A.H. 1150 = A.D. 1737, 1738.

ایں جلد در سنہ ۱۱۵۰ ہائے نقل گرفتہ شدہ بود

ہندوستانی کتب خانوں کے نسخہ جات

کتب خانہ عالیہ رام پور

۳۴. نسخہ دیوانِ کلیم

امتیاز علی خان صاحب عرش نے اس کی تفصیلات بتائی ہیں۔

دیوانِ کلیم کا نسخہ ۱/۲ × ۳/۴ سائز کے ۲۴۱ اوراق پر مشتمل ہے۔ کتابت کا ناپ ۲۱ × ۱۲ ۱/۲ ہے۔ میطر ۱

سطری اور کاغذ کشمیری باریک ہے۔ پورے نسخے میں سنہری اور سیاہ دھری جداولیں ہیں۔ متن کتاب سیاہ اور
عنوانات قصائد و قطعات شکرگنی ہیں۔ سرورق پر یہ شعر لکھا ہے۔

ہر ورق کے ۲ کہ ازیں گر دانی تہی دگر شگفتہ، گر دانی

اس شعر کو کسی بعد کے مالک نے بڑے خط میں دوبارہ لکھا ہے۔ اس شعر کے نیچے بائیں گوشے میں ترچھی سطروں کے اندر یہ عبارت درج ہے :

”در خط کشمیر و لیدیر، ابو طالب کلیم ایس دیوانِ بلاغتِ نساں را بفقر تکلیف نمودند، ذرہ بے مقدار محمد کاظم بن محمد امین منشی غفر...“

اس عبارت کی داہنی طرف لکھا ہے :-

”و غفر لیا قی کہ در حاشیہ نوشتہ بخط اوست، رحمۃ اللہ تعالیٰ“

نسخے کا آغاز قصائد سے ہوتا ہے، چنانچہ ورق ۱ سے پہلا قصیدہ شروع ہوتا ہے جو نعتیہ ہے۔ اس کا آغاز ہے :-

”شوق ہر کس را کہ در راہ طلبِ سہمی دہد“

اسی صفحہ میں بسم اللہ کے اوپر رنگین لوح کے نیچے سادہ جگہ چھوڑی گئی تھی اس میں لکھا ہے :-

”من مملکت مرزا غیاث الدین خان“

اس لوح کے اوپر اور ورق ۲ کے حاشیہ بالا چھوڑے جس میں لکھا ہے :

”عماد الدولہ مقبر الملک سید یوسف علی خان بہادر عمار جنگ“

مشمولات کی صورت یہ ہے کہ ورق ۱ تا ۱۳ تک قصائد، قطعات، ترجیع بند اور مثنویاں ہیں۔ قطعوں اور قصائد میں تاریخی بھی ہیں اور غیر تاریخی بھی۔ ورق ۱۴ تا ۲۳ تک غزلیں ہیں اور اسی صفحے سے ورق ۲۴ تک رباعیاں ہیں۔

نسخہ ناقص الاخر ہے، اس لیے سند کتابت وغیرہ کا پتہ نہیں چلتا جیسا کہ سرورق کے ایک نوٹ میں کہا گیا ہے دیوان کے حواشی پر کلیم کے قلم کے اضافے بھی ہیں، وہ تعداد میں ۱۱ ہیں۔

ان حاشیوں کے اضافوں کے ماسواً ورق ۱۸ تا ۱۳۶ اور ۲۰۴ کے حاشیوں پر بھی کلیم کی غزلیں درج ہیں مگر یہ سب نسخے کا تب ہی کے قلم کی نوشتہ ہیں۔

ورق ۲۰۵ کے حاشیے پر ایک غزل تیسرے خط میں مندرج ہے اس کا عنوان ہے ”لراقمہ“ اور مقطع میں ہادی تخلص ملتا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ کسی ہادی تخلص کے شاعر نے لکھی ہے۔ اس غزل کے یہاں دیوانِ کلیم میں لکھنے کی تقریب صرف اتنی ہے کہ اسی صفحہ میں کلیم کی ایک غزل ہے جس کا شعر ہے

از ظفر خان بود آں جمیعت و طرح غسزل باکہ دیگر زلفِ معنی را پریشاں میکنم

اس شعر کے دوسرے مصرع کو ہادی نے اپنے مقطع میں درج کر لیا ہے۔ کہتا ہے

”ہادی، ایں مصرع کلیم از روی حسرت گفت و رفت باکہ دیگر..... الخ“

نسخہ مندرجہ بالا کی مزید تفصیلات یہ ہیں :-

۱۔ تصاید تعداد میں ۳۲ ہیں۔ اس کی ترتیب بالکل بنیادی نسخہ ۱ کی طرح ہے، صرف قصیدہ ”در منقبت حضرت علیؑ“ اس میں کم ہے۔

۲۔ ترکیب بند و ترجیع بند :

اس حصہ میں صرف ایک ترکیب بند اور ایک ترجیع بند ہے۔ مرثیہ محمد جان قدسی نہیں ہے۔

۳۔ قطعات تعداد میں ۴۲ ہیں۔

۴۔ ۲۴ مثنویاں ہمدست ہوئی ہیں دیگر نسخہ جات کی طرح نہ افراط ہے نہ تفریط ہے۔

۵۔ غزلیات ردیف دار ورق ۴۴ اب تا ۲۳۴ درج ہیں۔

۶۔ رباعیات : ۲۳۴ اب تا ۲۴۱

نسخہ چونکہ ناقص الاخر ہے اس لئے سنہ کتابت معلوم نہ ہو سکا۔

کتب خانہ سالار جنگ، نمبر ۴۴۶

۴۔ کلیاتِ کلیم لہ

اس نسخہ کا حجم (۳۴۵) اوراق ہے۔ مسطر ۱۵ سطری ہے۔ سرورق مطلقاً حاشیہ پر طلافی لکیر ہے۔

۱۔ تصاید : ورق : اب تا ۶۰

تصاید کی ترتیب کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ کی طرح ہے لیکن اس میں ۴ قصیدے زیادہ ہمدست ہوئے ہیں جن میں سے دو تو صرف اسی نسخہ میں ملتے ہیں کسی اور نسخہ میں نہیں۔ ان دونوں قصیدوں کی تکرار کی وجہ تعداد تصاید ۳۸ ہو گئی ہے ورنہ ان کو ایک ایک ہی شمار کیا جائے تو مکمل تعداد ۳۶ ہے۔

۲۔ ترکیب بند، مرثیہ اور ترجیع بند : ورق : ۶۰ تا ۶۹ ب

(ا) مدح شاہجہان میں تحریر شدہ ترکیب بند درج ہے۔

(ب) قدسی کے انتقال پر لکھا ہوا مرثیہ جو صرف سالار جنگ لائبریری کے کلیات میں ہمدست ہوا ہے۔

(ج) ترجیع بند ساقی نامہ : ورق ۶۶ تا ۶۹ ب ”مدح ظفر خان حاکم کشمیر“ کے سلسلہ میں لکھا گیا تھا۔

۳۔ قطعات : ورق : ۶۹ تا ۹۰ ب

قطعات کی ابتداء و انتہا یکساں ہے مگر اس نسخہ میں دیگر نسخہ جات کے مقابلہ میں ۲۲ قطعات زیادہ ہیں۔

لہ کتب خانہ آصفیہ کے نسخہ کلیاتِ کلیم (۱۲۲۵) کے بعد یہ دوسرا نسخہ ہے جو قدیم بھی ہے اور مکمل بھی اس لئے اس کا حوالہ ”نسخہ ب“ کے نام سے دیا گیا ہے۔

۴۔ مثنویات : ورق : ۹۰ ب تا ۱۴۹ ا

اس نسخہ میں ۲۶ مثنویاں ہیں۔ آغاز تو دیگر نسخہ جات کی طرح ہوا ہے مگر اختتام پر ۹ زاید مثنویاں دستیاب ہوتی ہیں۔

۵۔ غزلیات : ورق ۱۴۹ ب تا ۳۳۵ ب۔ غزلیات ابجد واری ترتیب میں لکھی ہوئی ہیں۔

۶۔ رباعیات : ۳۳۶ ا۔ ۳۴۵ ب

اختتام اس عبارت پر ہوا ہے۔

”تحت نسخہ دیوان طالب کلیم تباریخ غزہ ربیع الثانی ۱۱۴۵ حسب الفرمودہ خان عالیشان“

کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۱۹

۵۔ کلیاتِ کلیم

زیر بحث کلیاتِ کلیم کا مخطوطہ ”تذکرۃ الشعراء“ کے حاشیہ پر لکھا ہوا ہے اور اس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں ہر قصیدہ، قطعہ و مثنوی کے آغاز پر عنوان درج ہے۔

۱۔ قصاید : ورق : ۱ ب تا ۴۹ ا

اس حصہ کی ترتیب نسخہ ب کے مثل ہے۔ لیکن اس میں ۳۴ قصاید ہیں۔ ۲ زاید قصاید صرف نسخہ ب ہی میں

ہم دست ہوئے ہیں۔

۲۔ ترکیب بند، مرثیہ و ترجیع بند : ورق : ۴۹ ا تا ۵۷ ب

یہ حصہ نسخہ ب کے حصہ (۲) کے بالکل مطابق ہے۔

۳۔ قطعات : ورق : ۵۷ ب تا ۷۳ ا

اس حصہ کے مشمولات ۵۷ قطعات ہیں اور نسخہ ب سے اس میں ۵ قطعات کم ہیں، لیکن ترتیب میں کوئی فرق

نہیں ہے۔

۴۔ مثنویات : ورق : ۷۳ ا تا ۱۲۳ ب

مثنویات کی ترتیب میں مندرجہ بالا نسخہ سے خفیف سا فرق ہے۔

۵۔ غزلیات : ورق : ۱۶۳ ب تا ۲۷۲ ب

۶۔ رباعیات : ورق : ۲۷۲ ب تا ۲۸۱ ب

۱۔ اس نسخہ کا حوالہ ہر جگہ ”نسخہ ج“ کے نام سے دیا گیا ہے۔

اختتام پر یہ عبارت درج ہے۔

”درہنگامے کہ محمد شاہ بادشاہ غازی چینی خانہ را کہ بختہ شہنشاہ عالمیان نادر شاہ ارسال نموده و بہ تحویل مقرر شدہ کہ برساند۔ بتاریخ چہار دہم ذی قعدہ ۱۱۵۵ھ از ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ در دار السلطنۃ لاہور دیوان کلیم اتمام نمود۔“

۶۔ کلیاتِ کلیم

کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۴۶۷

اس نسخہ کی تفصیلات دیگر دو نسخہ جات مذکورہ بالا کی طرح اس لیے درج نہیں کی جاسکتیں کہ یہ بے حد کرم خورد ہے۔ جہاں اور نسخوں سے (اختلاف قرأت) Variants صحیح نہ مل سکے اور صحیح الفاظ باوجود کوشش کے دستیاب نہ ہوئے تو اس سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اس نسخہ سے استفادہ کرنے کی دوسری وجہ یہ تھی کہ اس میں بھی عنوان است — مرقوم ہیں کسی تیسرے نسخہ میں درج نہیں ہیں۔

۷۔ کلیاتِ کلیم کا قریب ترین قدیم ترین و مکمل نسخہ

اسٹیٹ سنٹرل لائبریری حیدرآباد

فن دواوین نمبر ۱۲۲۵ (فارسی)

یہ نسخہ ۱۲ × ۲۰ ۱/۴ سنتی میٹر سائز کے (۳۱۲) اوراق پر مشتمل ہے۔ مسطر ۱۵ سطری ہے۔ سرورق مطلقاً وندھب ، حاشیہ پرطلائی لکیر ہے۔ کاتب یوسف نے نہایت خوش خط لکھا ہے۔

۱۔ قصاید : ورق : ۱ تا ۵۲

(ا) قصاید کا آغاز حمد سے ہوا ہے۔

(ب) نمبر ۲ سے ۱۸ تک کے قصاید شاہجہان کے فتوحات، جشنِ وزن، عید نوروز و مختلف عیدوں کے موقعوں پر پیش کردہ تہنیت کے حامل ہیں۔

(ج) قصیدہ ۱۹ تا ۲۲ میر جملہ شہرستانی اور شہنواز خان وزیر ابراہیم عادل شاہ ثانی کی مدح میں لکھے ہوئے ہیں۔

(د) قصیدہ ۲۵ تا ۳۱ میں مدح شاہجہان، تعریف باغ فیض بخش، تعمیر مسجد اجیر، کی تاریخ درج ہے۔

اس نسخہ کا حوالہ ”نسخہ ع“ کے نام سے دیا گیا ہے۔

قدیم ترین و مکمل ہونے کی وجہ سے اس نسخہ کو بنیادی قرار دیا گیا ہے اور اس کا حوالہ ”نسخہ ا“ کے نام سے دیا گیا ہے۔

(۴) قصیدہ ۳۲ امیر خسرو کے قصیدے بحر الابرار کے تتبع میں لکھا گیا ہے۔

۲۔ ترجیح بند و ترکیب بند : ورق : ۵۲ تا ۵۷ ب

(۱) ترجیح بند ساقی نامہ ۷ بند پر مشتمل ہے جس میں ظفر خان حاکم کشمیر کی درج ہے۔

(ب) ایک ترکیب بند جو شاہجہان کو عید نوروز کی تہنیت میں پیش کرنے کے سلسلہ میں سپرد قلم کیا گیا ہے۔

۳۔ قطعات : ورق : ۵۷ ب تا ۶۹ ب

ورق ۵۷ ب تا ۶۹ ب ۴۰ قطعات ہمدست ہوئے ہیں جن کے تحریر کرنے کا مقصد شہنشاہ شاہجہان کے مختلف فتوحات، تعمیرات و کارناموں کو اجاگر کرنا اور ان کی تاریخیں لکھنا تھا۔

۴۔ مثنویات : ورق : ۷۰ تا ۱۱۶ ب

۱۷ مثنویاں جن میں عہد شاہجہاں میں تعمیر ہونے والی مختلف عمارتوں کی تعریف و تاریخ اور قدحار، دکن، بلخ و دیگر ممالک کی فتوحات کی تاریخ درج ہے۔ ایک مثنوی میں محل شاہنواز خان کی تعمیر کی تفصیلات نظم ہیں اور آخری مثنوی میں چھارسنگہ ہندیلہ کی بغاوت و سرکوبی کی تفصیلات ہمدست ہوتی ہیں۔

۵۔ غزلیات : ورق : ۱۱۶ ب تا ۳۰۳ ب

غزلیات کی ترتیب بہ لحاظ ابجد ہے۔

۶۔ رباعیات : ورق : ۳۰۳ ب تا ۳۱۲ ب

ان رباعیات میں چند تاریخی ہیں۔ چند مذہبی مسائل کی حایل اور چند میں شاعر نے خود کو مخاطب کر کے اخلاقیات کے مسائل پیش کیے ہیں۔

اختتام کتابت اس عبارت پر ہوا ہے۔

"تمت الدیوان الفصح المشککین کلیم در تاریخ یوم السبت یازدہم رجب المرجب سنہ اثنین و ثمانین بعد

الف من الهجرة النبویة علیہ افضل الصلوات علیٰ ید الحقیر الفقیر یوسف غفر اللہ مبارکباد"

اس نسخہ کا سنہ کتابت ۱۰۸۲ھ ہے اور کلیم نے ۱۰۷۱ھ میں وفات پائی تھی لہذا کلیات کے سنہ و کلیم کے سنہ

وفات میں صرف ۲۱ سال کا فصل ہوتا ہے اور اس نسخہ کے سوا کوئی دوسرا نسخہ ہم کو ایسا ہمدست نہ ہو سکا یا کسی دوسری لائبریری کی فہرست میں نظر نہ آیا جس کا سنہ کتابت ۱۰۸۲ء سے قبل کا ہو۔ بنابرین ہماری تلاش و تحقیق سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کتب خانہ آصفیہ (اسٹیٹ سنٹرل لائبریری) کا کلیات نمبر ۱۲۲۵ عہد کلیم ہمدانی سے قریب ترین، قدیم ترین اور مکمل ہے۔ اس لیے ہم نے اس کو بنیادی نسخہ قرار دیکر دوسرے نسخوں سے مقابلہ کے بعد متن تیار کیا ہے جو اصل مقالہ میں باب ہفتم کی شکل میں منسلک کیا گیا ہے۔

دیوان کلیم کاشانی

(از) آقائے پرتو بیضائی

مطبوعہ دواوین میں یہ دیوان زیادہ ضخیم اور قابلِ اعتنا ہے۔ آقائے پرتو بیضائی نے ۱۴ صفحات کے مقدمہ کے ساتھ (۸۶۶۸) اشعار شایع کئے ہیں۔ کتاب دیدہ زیب ٹائپ میں طبع کی گئی ہے۔ سرورق سادہ اور ثقہ ہے ضخامت ۴۱۹ صفحات و مسطر ۲۵ سطری ہے۔ مشمولات کی صورت یہ ہے :-

- ۱۔ قصائد صفحہ ۱ تا ۶۳ جن کی تعداد (۳۱) ہے۔
- ۲۔ قطعات (۴۴) صفحہ ۶۴ تا ۸۷ جن میں تاریخی و غیر تاریخی دونوں شامل ہیں۔
- ۳۔ غزلیات (۵۸۵) از صفحہ ۸۷ تا ۳۲۳۔
- ۴۔ ترجیع بند، ترکیب بند، مرثیہ قدسی، ص ۳۲۴ تا ۳۳۶۔
- ۵۔ مثنویات (۲۳) تاریخی و غیر تاریخی۔ صفحہ ۳۳۷ تا ۴۰۷۔
- ۶۔ رباعیات (۸۸) صفحہ ۴۰۷ تا ۴۱۹۔

مقدمہ دیوان ہذا سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آقائے محترم پرتو بیضائی نے اس دیوان کے سلسلہ میں ۳ نسخوں سے استفادہ کیا ہے اور یہ تینوں نسخے جن میں بنیادی نسخہ بھی شامل ہے تاریخ کتابت سے خالی ہیں۔ مطالعہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یا تو نسخوں میں اختلافِ قرات نہیں تھا یا تھا بھی تو فاضل مصحح نے اندراج مناسب خیال نہیں فرمایا اور اکثر مقامات پر کذا فی الأصل ہی لکھنے پر اکتفا کیا۔ حالانکہ تقابل کے وقت اکثر جگہ نسخوں میں اختلاف پایا جاتا ہے اور ہمارے فاضل اساتذہ نے تو اختلافِ قرات کی وضاحت کو ہمیشہ اہمیت دی ہے۔ ویسے بھی جتنے دواوین ایران سے شایع ہو کر ہندوستان آئے ہیں ان میں سے اکثر میں اختلافِ قرات کا اندراج ہوتا ہے۔

ہندوستانی کتب خانوں کے نسخوں اور یورپی کتب خانوں کے تمام نسخوں میں کلیات کلیم کی ابتداء حمد کے اس شعر سے ہوئی ہے :-

شوق ہر کس را کہ در راہ طلب سپر سید ہد
گرد آرد اول از پا آخرش سر سید ہد

لیکن نسخہ ہذا کی ابتدا منقبت حضرت علیؑ سے ہوتی ہے۔ حمد اور دو ایک قصاید کی اس میں کمی ہے اور منقبت میں بھی وہ شعر شایع نہیں ہوئے جن سے اہل سنت الجماعت کے عقاید کو ٹھیس پہنچتی تھی اور ان کا استہزاء مقصود تھا۔ میں نے ان اشعار کو غیر مطبوعہ کلام کے حصہ میں شامل کر دیا ہے تاکہ قصیدہ مکمل ہو جائے۔

ویسے دوسرے حصوں میں نہ زیادہ افراط ہے نہ تفریط۔ البتہ رباعیاں ہمارے بنیادی نسخہ سے زائد ہیں۔ تفصیل نامکمل رہ جائے گی اگر میں اس کی چند خامیوں کی طرف اشارہ نہ کروں۔ تمام کی تمام بیان کرنے کیلئے کافی وقت چاہیے یہاں صرف مشتے نمونے از خروارے بتائے جاتے ہیں۔ اس دیوان میں غلطیاں دو طرح کی ملتی ہیں۔ (۱) متن سے متعلق واقعہ سے ناواقفیت کی بنا پر حاشیوں میں جو تشریحات درج ہیں وہ تاریخ اور حالات کی روشنی میں غلط ثابت ہوتی ہیں۔

(۲) طباعت کی۔

ص ۷۵ کے حاشیہ پر یہ عبارت درج ہے :

”در ہندوستان جائی بنام فتح پور راست کہ ظاہراً منظور شاعر ہماں نقطہ است“

معاصر تاریخوں سے یہ معلومات فراہم ہوتے ہیں کہ ۱۰۳۸ء میں نذر محمد خان دالی کابل نے سرحدی علاقوں پر فوج کشی کی تھی اسکی سرکوبی کے لیے لشکر خان کی سرکردگی میں ایک لشکر جبار روانہ کیا گیا تھا اور اس تقریب میں کلیم نے یہ قطعہ لکھا تھا ”کشور فتح“ سے روانگی کی تاریخ کا استخراج ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا تعلق فتح پور سے بالکل نہیں ہے۔

صفحہ ۷۳ پر لکھا ہے :

”چنین بنظر میرسد کہ کلماتی ازین قطعہ و مادۃ تاریخ آں تحریف شدہ زیر او لا بلقیس مناسبتی با جمشید ندارد

و بفرض صحیح ہم باشد تاریخی کہ از آں حاصل می شود سال ۱۰۴۲ء میباشند۔ در صورتیکہ شاہ شجاع مطابق

مادۃ تاریخ دیگر کی کہ در ایں دیوان ضبط شدہ در سال ۱۰۳۵ء متولد شدہ و مسلماً در سن ۷ سالگی از دواجن نکرده

است و بنابرین مابین قطعہ را بدون مداخلہ درج کر دیم“

ولادت شاہ شجاع کا تاریخی مقطع یہ ہے :

بہر تاریخ ولادت بدعا گفتمہ ملک ”دوین نیر باد افلاک“ شاہی را ۱۰۳۵

شاہنامہ کلیم سے اس کی مزید توثیق ہوتی ہے بنابرین متعلقہ اشعار درج کیے جاتے ہیں :

چنین گفتمہ خاقان دریا شکوہ کہ زبید برو نام دارا شکوہ

چو بگذشت بر سال ہجرت ہزار براں بیست افزو و بر بیست چار ۱۰۳۴

بیک سال بعد از نختین پر شد اقبال مندی دیگر جلوہ گر

از ان پادشاہ فلک ارتفاع مقرر شدش نام سلطان شجاع
شاہنامہ کلیم تاریخ اور قطعہ سے تاریخ ولادت شاہ شجاع ۱۰۲۵ھ نکلتی ہے۔ آقائے پر تو بیضائی نے "دومین" کو
چونکہ "دومین" لکھا ہے جس کی وجہ سے دس سال بڑھ جاتے ہیں لہذا موصوف کا تاریخ عروس والا اعتراض مناسب نہیں
صفحہ ۳۶۹ پر ایک مثنوی ہے جس کا عنوان "کتابہ عمارت شاہنواز خان از امرائے شاہ جہان" لکھا ہے اسی
مثنوی میں ابراہیم عادل شاہ کا حوالہ اور ساتھ ہی شاہنواز خان کی وزارت کا حوالہ صاف و صریح ہے پھر بھی اسے امرائے
شاہ جہان لکھا گیا ہے۔ محولہ اشعار جن میں نام مندرج ہے یہ ہیں۔

شہ عادل خدیو ملک اقبال پٹ درایوان بینی ابراہیم و گلزار
وزیر پیش میں دستور دانا
صفحہ ۲۵۵ پر درج ہے۔

"گویا مقصود نظام الملک از ملوک الطوائف دکن و مونس حیدرآباد متوفی ۱۰۲۲ھ معروف
بہ "بہری، میباشد"

کلیم نے نظام الملک بہری کی سہم کو بی و قحط دکن کے سلسلہ میں ۱۰۴۰ھ میں ایک مثنوی سپرد قلم کی تھی۔ یہ نظام الملک بہری
خاندان کا امیر تھا۔ آقائے موصوف نے سلطان قلی قطب شاہ بانی حیدرآباد متوفی ۱۰۲۰ھ کو نظام الملک بہری لکھا ہے جو از روئے
تاریخ غلط ہے۔

طباعت کی غلطیاں ہر کتاب میں ہو ہی جاتی ہیں لہذا اس دیوان میں بھی ہیں جن میں سے چند پیش کی جاتی ہیں۔
۵ "ساکن بیت الہی اما گرازدست آید"

اصل لفظ "بیت الہی" ہے ٹائپ کی غلطی سے بیت الہی چھپا ہے جس کے مصرع غیر موزوں ہو گیا ہے۔
گوش بر آواز خاموشان بود لطف خفی گر نخواہی حاجتی را زور تر گردد روا

"روا" کا لفظ بے محل ہے "روا" ہونا چاہیے۔

ہلاک پنچہ شرکاں تر آچرا نشویم

تر غلط ہے "تو" صحیح ہے۔

بے تیغ ناز تو دعوتی خون من کہ گند

"دعوتی خون من" ہونا چاہیے۔

۵ بہ ہفت عضو بود سجدہ لیک برادر او ۔

”بردر او“ مناسب ہے ۔

۵ کہ صیت مدش چوں حسن صورت روح فراست

”حسن صوت روح فرا“ معنی کے لحاظ سے ٹھیک ہوتا ہے ۔

۵ از دوست زینت عالم کہ روی دنیا را

”از دوست“ صحیح ہے ۔ ”از دوست“ غلط ہوگا ۔

۵ مطیع حکمت با و اقلر و ایجاد

”حکیم تو“ سے وزن ٹھیک ہوتا ہے ۔

۵ خاک تو سرمہ او لوالابصار

”اولوالابصار“ ترکیب میں مضاف الیہ واقع ہوا ہے اس لیے اولی الابصار لکھا جانا چاہیے ۔

درد را در خور طاقت بدہند شعلہ در جان شر افتادست

طباعت کی غلطی سے ”شرار“ کی جگہ ”شر“ چھپ گیا ہے ۔ بہار، شمار، کار وغیرہ کا قافیہ ”شر“ کیسے

ہو سکتا ہے ۔ شرار ہی ہوگا ۔

۵ (من) ز آب سیل تیغ تو قسمت نیا فتم

اس مصرعہ کے پہلے ”من“ سہو کتابت کی وجہ سے طباعت سے متروک ہو گیا ہے ۔ ایک سبب خفیف پہلے

مصرعہ کے آگے اضافہ کیا جائے تو مطلب و مفہوم سمجھ میں آتا ہے ۔

غزل نمبر ۳۶۳ کے مطلع کا پہلا مصرعہ غلط چھپ گیا ہے ۵ گل در چین بجز خار در پیرہن ندارد

جن وزن میں یہ غزل کہی گئی ہے یہ مصرعہ اس وزن سے خارج ہے ۔ قیاس وزن شعر یہ چاہتا ہے کہ مصرعہ اول یوں

جز خار در چین گل ، در پیرہن ندارد

مفعول فاعلاتن مفعول فاعلاتن

۵ ہنر مارا چشیں ناکام دارد چراغ خانہ رختم بسوزد

سہو کتابت و طباعت سے اس شعر کا قافیہ ختم ہو گیا ہے ۔ مصرعہ ثانی یوں ہوتا تو مناسب تھا ۵

چراغ خانہ رخت ما بسوزد

۵۔ دیدہ ہا چو خدا شکلِ صدف داد کلیم
مصرعہ اول میں ایک سببِ حقیف کم ہونے سے مصرعہ ساقط الوزن ہو گیا یعنی ”دیدہ ہا“ کے بعد ”را“ طباعت
سے متروک ہو گیا ہے ۵

دیدہ ہا را چو خدا شکلِ صدف داد کلیم
ک کوگ جیسے مددگاری کو مددکاری، رشک کو رشک، کشادہ کو کشادہ لکھا گیا ہے پتہ نہیں یہ اہل
زبان کا تصرف ہے یا ٹائپ کی غلطی یہ سارے دیوان میں پائی گئی ہے۔
حاصل کلام ہندوستان میں جتنے بھی دواوین شایع ہوئے ہیں ان سب میں صرف غزلیات چھپی ہیں لیکن آوازے
پر تو بیضائی نے تو تمام کلیات طبع کیا ہے ہم نے اسی کو سامنے رکھ کر اور اپنے غیر مطبوعہ کلیات سے مقابلہ کر کے اُن اشعار کو
حصہ ۱ میں ہدیہ قارئین کیا ہے جو اس مطبوعہ ”دیوانِ کلیم کاشانی“ میں نہیں ہیں اور حصہ ۲ میں منتخب کلام پیش کیا جاتا ہے
تاکہ ارباب علم کے ذوق کی حتی الامکان تسکین ہو سکے۔

جلد

قصیده در نعت سید المرسلین

شوق هر کس را که در راه طلب سر میدهد
 بچه شهباز قدسی گرد و روزگار
 ما با تشنه همچو شمع این جاقناعت کرده ایم
 نبض خود را چون نهنگ بیمار در دست طبیب
 کمتر از کا هست کوه آل جا که تن در میدهم
 چرخ اگر غالب شود دست از حریفی کنه کشم
 چاک دل محراب طاعت بس مراکز فیض او
 از جند ان را درین ره چشم بر خواری ماست
 انتخاب کام دو نان تا بجدی شد که دهر
 بی نصیب از مادر گیتی ز مردی گشته ایم
 وقت مردان می رسد چندی صبوری پیشه کن
 ز آتش این وادی آگه نیستیم لیکن گهی
 سوز ما را نیست پایانی خوش احوال شمع
 در خطر لایتن بمردن به که امسید کنار

گر در آرد اول از پای آخرش پر میدهد
 پای بند آشیای کرد آخرت سر میدهد
 خشک اگر هم شد نه سال کام ما بر میدهد
 خوب محنت کرده ز انسان رگ نهشته میدهد
 هر چه آید بر سرم تسلیم متغیر میدهد
 بس کشادی کین و غل هنگام تشنه میدهد
 آنچه از صد در نمی یابم ز یکش در میدهد
 رشته این جان نظام گنج گوهر میدهد
 بر فلک از بهر شان تغییر خست میدهد
 زان که مادر بیشتر سامان بدست میدهد
 دسترا را روزگار آخر بشوهر میدهد
 می خورم آبی که تسکین سمندر میدهد
 گدازش در شام می گیرد سحر سر میدهد
 قوتی دیگر به بازوی شناور میدهد

۱۷۵ (۱: بالش؛ ب: ج؛ آتش

۱۷۶ (۱: مانم؛ ب: ج؛ یا بم

۱۷۷ ج: نه

۱۷۸ ب: آخرش

۱۷۹ ب: ده

۱۸۰ (۱: نیم؛ ب: نیستیم

گر فلک بعد از شکر زهرت دهد از دی مرغ
چون نگردم هر نفس پروانه سان بر گرد او
در کف دهر از خس و خار وجود ما پیرس
چون عصای کور و ریت و بلیت دم روزگار
بگذر از سودای افسر تا بمانی سر بلند
خاک ره شود ز غبارت چشم اختر کور کن
بار غم بر جان بخت دار تو انانی نهست
آرزوی برتری کم کن که گردون چون شهاب
دیده یک پرده است و پوشی ز نامحرم ترا
دامن تر را با تش خشک نتوان ساختن
عقل را با عشق سودا کن که با شانه نشی
تا پسند غم قد دل داغ برداغش فنا
کس بر یحیت بر نمی دارد چو لطف حق ترا
تکیه ات چون کور و ایم بر عصا پیش از خداست
در بیابانی که خضرش سینه مالد بر سراب
ناکشی از خاک ره و پستری را همچو من
آسانی که شرف ایزد ز خاک پاکب او
بست معراج ملایک آستان مصطفی
حاملان گر یک نفس از عرش بردارند دست
هم لب از خاک درش هم دیده کام خود گرفت
از مدینه تا نجف خار بیابان از شرف

چون به تلخی می برد شیری که مادر میدهد
من که از بند قبایم شوق شهید میدهد
هر چه را آتش نمی سوزد و بصر صر میدهد
می کشد آخر نمی دامن کجاست سر میدهد
شمع را این کاهش تن بار افش میدهد
خاکساری با سزای این ستمگر میدهد
داد آسایش در این جاج چشم لاغر میدهد
هر که را بالا برد در نیمه ره سر میدهد
پیش یا جوج بلا سبکست در میدهد
تن بخشکی گردد و از دیده تر میدهد
افسرداغ جونت نیز بر سر میدهد
کاین عروس زشت را زیور بشوهر میدهد
از تو گیرد در بهایت هر چه بهتر میدهد
وانگشت پیش بلا سبکست در میدهد
فیض رحمت جرعه ام چون دور ساغر میدهد
فرسازای ز آستان بوس پیمبر میدهد
انبیا را در میان امت افسر میدهد
هر که را حق برگزید از وحی رهبر میدهد
خویش را از شوق خاکش در گشت سر میدهد
فیض انعامش بخشکست و تر برابر میدهد
مایه توفیق بهر رهبر روان پر میدهد

له (ا) ب : هر که : ج : جسم

له (ا) سر : ب : برج : رهبر

له ب : پر : (ا) ج : بر

له ب : هر

له (ا) : ناکس : ب : ناکسی

له ب : "شرف" در متن و "نجف" بر حاشیه

یا ز فیض ره صدق در خشکست گهر میدهد
جرم اُمت را بطوقان داد این دریای فیض
جادای شاه راه شرع مطهر میدهد
موی را بر سر تن کوه چتر بنحس میدهد
دانه بے حاصل را لطف اُوبه میدهد
معصیت را بس که غفراں در برابر میدهد
کان رحمت می ستاند سنگ و گوهر میدهد
ایزدش زان سروری بر جمله پیکر میدهد
کشته ام با خاک یکسان گشته و بر میدهد
در میان یک صدق جا، پچو گوهر میدهد
در هوای روضه اُشع تا سر میدهد

نقش پایتاقه تراشکب در دواں پیر گوهر است
نوح گرامت بطوقان داد این دریای فیض
کجروان را پیروی است او رهست است
رتبه درویشی از فقرش زبیں افزوده است
مُدبکر رحمتش تا کشت شیطان میسرود
عاصیاں اکنون بسودا سر بسر راضی نیستند
داد دندان را بسنگ اُمت احسان را به بین
سرچو بهر سجده خاک درش آید بکار
با ولایش کار طاعت میکت عصیان من
وسعت خلق عظیمش هفت دریا را ز شرم
رُوح قدسی در طواف مرقدش پروانه باد

قصیده در تهنیت نوروز (در مدح شاه جهان)

زمانه نیره خورشید و خنجر بهشتی رام
نخل ز بیکر خود گشته شمع مشیر اندام

بدست قدرت صاحب قراں ثانی دار
زبیں شباهت ظالم بدست در عهدش

قصیده در مدح اعلی حضرت شاه جهان

تار چشم تر تا فزون ازین دوسراست
به شیش کس نزنند طعنه کا صلتش از خار است
حباب وار کسی را که دیده بیناست
کسی سراغ نگیرد که آفتاب کجاست

درین دو خانه چه سامان فرو توان چیدن
حسب کمال بود آن شرافت نسی
بکار دوبار جهان غمیر یک نظر نهند
نشان دوست گرفتن خلاف بیت نیست

کلیات کلیم نسخه ۱

درج : این لفظ نیست

درج : این لفظ نیست

باج : سروری یزدانش براحقای دیگر میدهد

درج : این بیت درج است (باج : ندارد)

کلیات کلیم نسخه ۱

باج : حباب دار (باج : حباب دار)

سحاب رعد خروشیست فیصل او که بر زم که پاتی تا سر طوفان لشکر اعداست

در مناقبت حضرت علی رضی

دل به بند و در خرید و خود به مسجی معتکف
خود سراپا از زر و گوهر پیری بسی نیست
سوختی از جور گرد و این گریز از مرگ حیات
کار امروز از کسل دایم بقدر انگلی
کافرستان در درون داری سری در حبش
شکر نعمتهای یزدان را بعصیان می کنی
بادرون تیره و با خاطری پر و سوسه
در عبادت قانع است آنجا تلافی میکنند
چون بگردخانه همسایه را زاهد بزور
رو نمی بیتیسم و می گوئیم در روی همه
بی ریاضت مسند پاکان نمی آید بدست
زاهد از دنیا نظر بست و بخود بینی کشود
خویش را دانسته صاحب تمیز و اهل حال
فقرانه بهر تصحیح عبادت خوانده
از فرائض حج و صوم از هم نمی کردی تمیز
سوی عامی آن چنان از عجب بیند مولوی
پاک تر باید زبان و کام از موج و حباب
بیت موسی و علم آدم و تقوای نوح

تا بگردن در گل و افشانه دست از ماسوا
همچو خاتم چشم بردست کسان داری چرا
شمع را از تب که به رها نند بختر باد صبا
تا بآن روزی که فردائی ندارد از قفا
تا فرنگستان چرا باید شد از بهر عزرا
بنده خاص حق ای حق شناس خوش ادا
طاعت و سواست بهوده است و تطیف روا
گر در آب غسل اسرانی کند زهد ریا
کرده مسجد را بزور بشید انبار ریا
کس براه حق ندارد و بختر قبله نما
راه در چشمی ندارد تا نشاید تو تیا
کند اگر بتخانه کرده است از ان به تر بنا
زین قدر دانش که شد حال و تمیز از هم جدا
کو عبادت تا کسی گوید صوابش ما خطا
گر بنودی در نهادت حب فتوی و قضا
کز سر نخوت نه بیند پادشاه اندر گدا
از سگان قنبرشش کس گر شود مدحت سرا
گر مصوری شدی بودی بشکل مرتضا

له : و : نکرده ؛ ج : نباید

له : ج : و : نیست

له : و : زیاد است ؛ ج : ندارد

له : و : فرود ؛ ج : کشود

له : ب : کام ؛ و : کای

آسمان گر بود محسوس راج نبی محسوس راج او
 خانه زادی هر ضمیر انورش را علم نیست
 پیشتر نام علی مذکور باشد یا عظیم
 رتبه این اسم اعظم پس که در هفت آسمان
 آسمان گر نه فروتر بودی از وی گفتمی
 می رسد امواج را دایم بدریا سلسله
 از صفای باطنش هر جا که بگذارد قدم
 علم او داند شمار موج بحر و ریگ بر
 در حقیقت اوست قرآن مبین لَازِئِبٌ فِیْهِ
 اهل بیت سرور عالم بود کشتی نوح
 خانه ام چون شمع روشن شد که دارد بر زبان
 جز علی هر کس که دارد در ده دیں رهنما
 دیگر را جز علی گفتن امیر المومنین
 شاهباز همتش چشم از دو عالم دوخته
 آنکه در راه خدا بر سابقین سبقت گرفت
 هادی راه حقش دانی رهی ظلم صریح
 ارسلونی تا اقیلونی لسی فرقت فرق
 زو سه شطرنج به داند رسوم سرور
 پیش سنیایاں بهم چشمی کجا باشد حساب
 پیش بیباکی که تر آن سوختن جائز بود
 بدعتی گر سرزد از اصحاب جائی طعه نیست
 چون خلاف امر حق کردن تو او از اجتهاد

بود دوش آن که بر خاک رهش ارض و سما
 بینشش رایج جرمی نیست حایل چون هوا
 در کلام حق به بین تعظیم شاه اولیا
 طویاں را عین تماش گشته محراب دعا
 آن مستی را شد است این اسم نازل از سما
 یکیت پاکان طریقت را بجز او مقتدا
 نقش پایش میشود آئینه گیتی نما
 نزد دانایان به برهان شایستگی این مدعا
 پس بر روشن شود هر طبیب و یا بس به خفا
 هست شاه اولیا هم کشتی و هم ناخدا
 مطلق در وصف آن نور شیدا ورج انما
 راه و کوریست و آن رهبر حمادے چون عصا
 آنچنان باشد که کس گو ساله را گوید خدا
 خاک راهش اطلس افلاک و فرشتش بوزیا
 پیش چوں دانی از و امانده لنگی چند را
 آنکه نشناسد بعمر خویش راه از رهسما
 باز کن چشم بصیرت او کجا یا راں کجا
 آنکه را بر مومنان دالست فرمان روا
 گر سگی روباه بازی کرد با شیر خدا
 سهل باشد آتش انگندن بدین مصطفی
 مجتهد را در طریق خویش می افتد خطا
 در خطای خویش شیطان مجتهد شد بتودیرا

تا کسی را باشه مرداں برابر نه شترے
از عبادت های جن و انس بیک ضربتش
یا امیر المومنین در مانده ام در کار خویش
هاو می راه خدا و غالب ^ب مطلق توئی
از کرم امروز تو نسیت عبادت ده بمن
تا تقسیم جنت و ناری زحمت و بغض خویشش

کرده قلع این سخن مقراض لای لافست
رتبه دیگر فضائل بین که باشد تا کجا
باز کن این عقده را ای سرور مشکل کشا
رحمتی نسرابری گمراه مغلوبت هوا
تا شفاعت بر تو آسای تر شود روز جزا
با و اجاب ترا در صدر جنت متکا

در تعریف هند و تهنیت عید قربان

زرنگ پان چو منقار طوطیان سُرخست
به بین چه می کشد از دست او بجای خود است

همیشه این لب سبزان که راحت جانست
بحال دریاگر چشم ابرگر یا نست

در تهنیت عید وزن مبارک

آواز رود مطرب تازنده رود رفته
وز نغمه عراقش که دست میهمانے

در تهنیت نوروز مبارک و نست و کن

و مادام از گل خمیازه انس می شگفت
ز فرق تابه قدم شاهان بستان را
ز ابر صنعت ابری بیایتما شاکن
ز دنشینی صحرا شود مشافرا
لبس گرانی گلدسته نخواهد کرد
نیکی بکند محتاج می شود هر روز

بود زمستی سرشار غنچه نی ز خمار
شگوفه مال و زلف افشانده بچو خد متکار
چمن گرفت ز یک آب صدهزار نگار
سفیر بکام تختین تمام چوں پرکار
ز بس لطافت اقتد بفرق اگر دستار
چنین که باله بر خویش از هوای بهار

له : ا : یس : ب : ایش : ج : انس

۳ : ا : به ندارد

۵ : ب : هر روز در متن د "بر خویش" برعاشیه فرشته است

حیات یابد چوں کرم شب چراغ شرار
شود ز لطف هوا رمل خانه اش گلزار
بهر بهر دوائی که هسته رنج دوا
کسی که غمیر زیاں کارش نبود شعار
که بمرده گوئی ولایت ز اولیای کبار
شود به محکم حاضر پیج جوائب مجاز
ز بس کشید زور شاعران نکست گذار
به بزم روی نهند چوں کند هوای شکار

هوا چنان دم جاں پروری زند که از د
بگاہ سیر رسد گر بنجاک نقطه آب
ز خاکپای ثباتش طلا کند بر سر
تمام نفع رسائی شد است از عدلش
ز انقیاد شریعت رسیده تا حدی
اگر بدتش دعوائی آبروی کنند
تراز و اثر اختلاط موزون شد
چنین که صید دل خلق می کند از خلق

در تهنیت عید و زین مبارک و فتح و کن

از شیشه استفاضه انوار می کنند
اکنون بحجم کام بود مایع وصال
این روی تازه که جهان را نموده رو
تا شد ظفر بر آنکی و یالکی سوار
نصرت بر اهل انکی و تنگی گرفت تنگ
تا فتح قلعه های حبایست کار باد

عالم تمام مشرب اشراقیاں گرفت
گل پر شد آن چنانکه در گلستان گرفت
گوئی ز گرد موکب شاه جهان گرفت
داد گیر و ادب همه در یک زمان گرفت
تا همچو الجسترای خطیر امان گرفت
تا تیغ موج عرصه آب روان گرفت

در تهنیت عید و زین مبارک و عید جلوس

عشرت چنان رساست که در گمشده مراد
نقش چنین چو نقش نگین از درش ز رفت
هوشش فریب ظالم عاجز نما نخورد
دریا حباب بر کف مینک فروش گشت

گلها عیش بر سرم افروان ز دامنت
آری نمی روند ز جانی که نامنت
داند که ناله شاہد بیداد ما و منت
کم مایگیش بر همه امروز دشمنت

۱ : نموده رو : رنج : نمود روی

۲ : گمشده : رنج : خاطر

۱ : رمل : ب : زیل

۲ : لفظ "تا" ندارد

۳ : ظاهر : ب : رنج : ظالم

قصیده که در ایام وجع مفاسل گفته

پنجه ام گویا ز ساعدیت همچو سر علم در صف مردان در دم من علمدار بلا

قصیده که در ایام جرب گفته

کفم پُر است ز سیراب دانهای جرب دگر ز دست تپی شکوه چون توان کردن

در مدح شاهنوازخان

لال خاطر آمد بسیار و بس کردم که بهر قافیه آمد بخاطرم و دیگر

در تعریف زمستان کشمیر

نور شید دگر نقاب داراست	منقل معشوق هشر کنار است
در عینک یخ نهان شد امسال	کشمیر که چشم روزگار است
تا آتش گرم فی سوار نیست	دست همه کس رکاب دار است
از برف بخانه چو نگر یزعی	باران از دور در کنار است
محراب جهانیان بخار نیست	تبیح خلائق از شرار است
آن را که پلنگ وار در دل	از رفعت آسمان غبار است
پایش تا میسنه همچو جو لاه	در بند تنور استوار است
آن پنجه که شعله های بر اوست	امروز لباس شاخار است
آن جامه که از دور و شش ابره است	از برف بدوشش روزگار است
سر پنجه که قابضیت معزول	وقت عملش دگر بهار است
از دست که در بغل نهان شد	بیت صندوق قفل دار است
چون آئینه بسته شد نفثها	دل از دم سرد سنگار است

سرنخه بدود گرم امروز
 کف صاحب دستگاه لرزاست
 تاقن از لرزه گشته رقص
 یخ بر سر کوچه بندی آمد
 تافرش بخوچه از یخ افتاد
 چون قرعه شکسته استخوان است
 چون آستره باد در تراش است
 هر چیز که دهر داشت بر دست
 گوی تو که پنبه اش ز برفست
 فانوس لباس یک تپی را
 پنهان در ابر پوستین است
 چون سیم بخیل رفتنش نیست
 شد کوچکه ز ما هتاسی لبریز
 بے قدری سیم برف را بین
 آب از سر باز بس تراش دوست
 مرغابی همچو نقش ابری
 ماهی در یخ میان جدول
 یخ کشتی را بخشک بسته
 رود بہت از روشن فتاده
 پل چون در عمان حذول
 تا سر بدو است خامه برده
 جای که تراش تیغ سراسر است

چون شانه برف امیدوار است
 چیززی که ندارد اختیار است
 دندان چو چغانه گرم کار است
 فی راه پیاده، فی سوار است
 لغزشش با پا چو کفش یار است
 آن را که بروں ز خانه کار است
 هر چند جهان سخن عذار است
 سرمه امسال خوش خمار است
 پوششش بر تن اگر هزار است
 انداخته که وقت پنبه دار است
 هتاسی جاکرمی هلال دار است
 هر برف که فرس این دیار است
 هر چند که شب چو زلف یار است
 در چشم بخیل نیز خوار است
 بر خاطر خویش نیز بار است
 بر کاغذ یخ به یک قرار است
 چون موج به تخت چنار است
 چون صدوتی که بر منار است
 هر جا که قدم تپی گذار است
 در دیده اعتبار خوار است
 چون دسته بچکش استوار است
 شمشیر انگشت زینهار است

یخ سنگ قسان باد تیغست
 پروانه ز شوق آتش شمع
 چون نیریزه که از سنان بکاهد
 فانوس ز باد سرد بر شمع
 هر خانه که روزنش کشاده است
 هم خواجسه اگر چه زشت نیگوست
 سرماگونی که در میان نیست
 باید آرام از تنبیه گرم
 کشمیر اگر ز گرمی مهر
 خورشید دوم پیچے تلافی
 امسال امید پشت گرمی
 آن شاه جهان بختیاری
 نمود سپیش بگلشن ملک
 فرزند گهر فروخت دریا
 از آئینه آفتاب رویش
 شاهان را آستان جاہش
 سر رشته غیب و خاطر او
 گردون پی رانی دوست پویان
 نه چرخ به صید گاه بختش
 از هر خس و خوار نگیش
 طبعش که بحدت و بلندی
 در معرض حلیم او ثوابست
 روی دل نو بہار خلقتش
 در عہد مبارکش ترقی
 از غبن تنزلست گوی

اما تیغی که زهر دار است
 مسکین تا شب در انتظار است
 شمع از آتش به یک قرار است
 لرزان چون پنجہ درخوار است
 در دیدہ اعتبار تار است
 تادی مہمان روزگار است
 یار بغلی چو در کمنار است
 ہر تن کہ ز لرزہ قرار است
 محروم ز ابر ناگوار است
 پرتو افگن بریں دیار است
 از مقدم شاہ کاہگار است
 کاتبالش مملکت شکار است
 بہتر ز سخاوت نو بہار است
 از ابر سخاش قرضدار است
 انوار الہی آشکار است
 آئینہ روی اعتبار است
 نزدیک بہم چو پود و تار است
 چوں گرد کہ در پی سوار است
 یکشت دورہ جرگہ شکار است
 این جاست کہ شعلہ بردبار است
 از آتش طور یادگار است
 مانند شرارے بے وقار است
 مرہم نہ داغ لالہ زار است
 چوں نشو و نما بہ نو بہار است
 اشکی کہ بروی آبشار است

تیغ تو بر آئے او حصار است
 ہر جا کہ غبارِ کارزار است
 بر تیغ شجاعتت نشان است
 تیغ تو این روزگار است
 بی بال پرندہ چوں شرار است
 یحسان با خاک رگزار است
 در دشت وجود خاکزار است
 در قید احاطہ کنار است
 در دامن ضبط روزگار است
 ذاتت کہ عطاش بے شمار است

شاہنشاہ! زمانہ شہر شریست
 و لغواہ چو ابر تر شاماری
 ہر قطرہ کہ خونِ خصم دارد
 اعدا ہمسہ جان باد سپارند
 سوی عدم از نہیب تو خصم
 بنیادِ ستم ز بس بہ عہدست
 ہر جا کہ ستمگریست چوں دام
 بادست کشادہ تو دریا
 تا سیم سحاب نامشردہ
 در عہدہ حفظ این دی باد

در تہنیت عید وزن مبارک

چرا سازد آثارِ کفر محو از ہند خدا بہ تیغش سہم عصای موسی داد

کتابہ عمارت باغ فیض بخش کشمیر

تیغش آن ہرز سیفی است کہ کرد جہان فساد را تسخیر

در تہنیت نوروز و عیدِ صحت یافتن ظلِ الہی شاہجہان

چراغِ لالہ دودِ خود نہاں کرد
 درختانِ چین را ادغواں کرد
 حکایت از نجوم و آسمان کرد
 کہ ہر کس خویشتن را قصد جاں کرد
 زمانہ دست و پا را گم چتاں کرد

ہوا از بس کہ درست برنتابد
 جہاں را بازی ہولی خوش آمد
 نورہ لالہ در دامنِ سوسن
 یوخی ز تدرگانی تلخ گر دید
 چو آن صورت کہ دیدارش نیفتد

چراغ خلوت آئینه خانه / نزدیک گل عالمی را گلستان کرد

آسیب رسیدن از آتش به شهرادی ملک احتجاب جهان آرا به گیم

اے عیدِ صحت توجہاں را بہ از بہار
 کوتاہ باد دستِ حوادث ز دامن
 خورشید دولتی و جہاں از نور روشن است
 تو چشم روزگاری باد از ہر طرف
 آن گل کز آفتاب گلابش رواں شدی
 بر آسمان سروری از آتش شفق
 در بند شمع شعلہ بسی قرار بود
 تا کردہ شعلہ کب شرافت ز دامن
 از بیچ خانہ شمع دگر رو نیا فستہ
 زیر انفعال دیگہ اگر سر بر آورد
 شمع آب شد ز نخلت و پردانہ دست شست
 آتش ز شرم این ز جہاں گرسفر کند
 بت را بروں ز بستکہ انگشت برہمن
 از دور نیست شعلہ اگر شد ز ماں کہود
 گر روشن شدی کہ خطائی چنین کند
 این دودِ دل ز پر تو او در جہاں گرفت
 فانوس اگر حمایت شمع آرزو کند
 بر طبع نازکت کم و بیش الم یحیت

سرسبزی تو ز نیست بستان روزگار
 ای آبِ زندگی تو کجا و کجا غبار
 یار سبب ترا گرفتہ بنیا در روزگار
 دستِ دعائی خلق چو شرکاء ترا حصار
 دوران نگر کہ کرد ز آتش تنش نگار
 دودی بلند شد کہ جہاں را نمود تار
 در دامن تو دست زد از رومی اضطراب
 زید اگر فرشتہ کند سبجہ از شرار
 تا گشتہ شخص صاحب دوران از و نگار
 زید گر از شرار شود شعلہ سنگسار
 از لافِ عشق یار بہر بزم شرمسار
 در منزلِ نخت بقاروں شود دوچار
 از جرم این کہ بود بسنگش نہاں شرار
 بسیار خواست صحت ذاتت ز کردگار
 ابلیس را بنار نمی بود افتخار
 از شمع کس ندیدہ کہ گردد زمانہ تار
 پراشش نیاید از ایام پود و تار
 چہ رنگ و چہ نفس ہمہ بر آئینہ است بار

۱۔ ب۔ این تصدیق نسخہ ۱ ندارد و از نسخہ ب۔ از ورق ۳۶ ب۔ نقل شدہ است

۲۔ ب۔ چہ ؛ ج۔ ز

۳۔ ب۔ روزگار ؛ ج۔ نگار

در هیچ ملک گوهر قدرش بهایندید
گر شمع گُل به فرق زند خاک بر سرش
از تاب آتش آبله شد از پدید
عمر ابد سعادت دنیا و آخرت
در یامی رحمتی و گهرات آبله است
کافور صبح مرهم زخمست اگر شود
ای نیست بخیر قرین همچو بوی گل
دامان کسب ریائی تو بالا تراست ازان
از دل علم زد آتش یزدان پرستیت
آئینه وجود تو پاک شد ز گرد
بس گنجها که از زو گوهر همتی نمود
صاحب قرآن ثانی سدی ز زر کشید
انداضطراب شاه جهان شد یقین که بحر
شاهی که گریه جسد در همت جدا کنند
تهرشش دی آتش اگر سرگراں کند
با عون حفظش از شر احسان توان نمود
تهرشش به نزد رحمت او در حساب نیست
حلقش به شعله غضب از جسامی رود
با چشم زود صلحش بر مهران یکیت
تکمیل او به شمع اگر یک نطفه کند
دارد صدق ز دست گهر پاش او هر اس
ویران کنند گنبد فانوس بر سرش
جائی که کاسیانی بخت بلند دوست

آتش ز بسکه افتاد از چشم اعتبار
خوش نیست خود نمائی آنان که شرمسار
یا بر فلک قمران کواکب شد آشکار
آثار این قمران سعادت قرین شمار
آن گوهری که آتش موزان شد آبدار
گردد بر و سفیدی دیگر امیدوار
و نیست از خیر جاری تو آب جو سبار
کز آتش اشیر با نجا رسد شرار
به تن اثر ز آتش دل گشت آشکار
ورکار بود همت پاکان بر دیار
بهر تصدق تو شهنشاه کامگار
تا هر تو بست راه حوادث زهر کنار
دایم برای گوهر خویش است بقرار
سکته ز خاک، و رسته ز آب و تب از شرار
هر تن ز جزو ناری خود میکند کنار
طو مار جو سبار و ورقهای آبشار
آری نهنگ را هر دریا چه اعتبار
کی لاله است آتش دامان کوهسار
افستادون و بلند شدن چون زرشاد
دیگر بسان سرو بماند به یک قرار
زبان دو درون گوش نهفته است گوشوار
گر شمع همسری بضمیرش دهد قرار
صد مراد هر دو جهان چیست یک شکار

در ماندگئی طبع سخور بمدح اود
 شاهان ز نسل حضرت صاحبقران بے
 هر چند داده پرورش هر دو یک نهال
 در زیر پای خن شده با خاک همنشین
 از شوق عهد اود بر هم گریه می کنند
 بگذشته است از دو جهان صیت قدرتش
 بادوستانش خصمی افلاک بی اثر
 هر تار پیرهن شده ماری بقصد خصم
 تا موز عضو سوخت سر بر نیاد و
 یارب همیشه تخم بیفشانده سبز باد

عجز شنادر است بدریائی بے کنار
 بودند یک اوست شهنشاه کامگار
 در رتبه فرق باشد از برگ تابیار
 در عهد عدل اوست ز بس تعدد بار
 اطفال از شکجه نه ماه انتظار
 چون یک خدنگ کزد و شکاری کند گذار
 چون تیغ از مودن امواج بر کنار
 جز دشمنش که یافت معنی تار و مار
 مانند تخم از آتش و سبزه ز شوره زار
 در مزرع امید شهنشاه کامگار

در تعریف مسجد اجمعی و تاریخ آن

خانه فرشت دلی از جبهه پاکان بود
 پادشاه پادشاهان را سزای لاجرم
 نه احترام در تو فرش تازه افتد هر زمان
 بر درت پیوسته باشد پنج نوبت از اذان

در تهنیت عید وزن مبارک

عشرت بسان خنده سوار دایمیت
 از کار روزگار گره آنچنان کشود
 دین طرفه ترک دایم و غیر مکر راست
 کز شش جهت کشایش در راه شد راست
 در روزگار جز تو کسی پادشاه نیست
 یکسر زمانه دارد و گردون یکسر است

تاریخ فتح بلخ

دوران ز بهار طرب آراست جهان را
 هر چهره ز مشاطگی عیش چنان شد
 جاداد بهر سینه دل با ده کشان را
 کز هم نشاند رخ پیر و جوان را

شمشیر تو چوں لاله بکار و بد تن خصم
آن روز زهد و شمنت از تیره درونی
اقبال عدوی تو نهالست که با خویش
به نشست بروز سپه خصم که حرفش
جان باخت ز بیم تو عدو گرچه که بگریخت
چوں در کف عفو تو نگر بخت چو بگریخت
جاگیر گزفتی بدل بلخ و بدخشان
آیند دو جهان داد باد بلخ چه باشد
تا سلخ و تلخ این دو بود تافیه بلخ
در غره مهر عمر عدوی تو شود سلخ

یاران خدنگ آب و دلالستان را
کافز و اجل و دول او شمع سنان را
چوں شعله ز ملک عدم آورده خزان را
در کام سپه تاب کند تیغ زبان را
هر چند رود زنده بدان ریگ روان را
تا یافتی آسایش تسلیم امان را
ملکی که به توران مدهد یک ره آن را
تاریخ بود فتح شهنشاه جهان را
هر گاه که موزون کند اندیشه بیان را
غم تلخ بر و ساخته شیرینی جان را

در تعریف بهار و تهنیت عید وزن شاهی

بدیاشتی از سبزی جزیره است
چنین نقشی که میزبان رانشسته
درد از بار جودش دامن حرص
ولی یک جا نمی گیرد مکان را
نه انجمن را بود نه آسمان را
خطر باشد ز طوفان باد بان را

در تهنیت مقدم باوشاهی

ای بخت مزده کز افق کبریا رسید
تا رد کسی بطل هماره دگر فرد
زین نو بهار کز دم عیسی نسیم توست
از گرد موبکی که به از ابر رحمتست
خورشید رحمتی که بهر ذره وار رسید
سر مایه سعادت بی منتها رسید
هر درد که ستر به نوید و رارسید
کشمیر را بهار دگر از قفا رسید

له این تصیده نسخه ۱ ندارد و از نسخه ب اردق : ۳۵ نقل شده است.

له ب : توست ؛ ع : داشت

له ب : قضا ؛ ع : قفا

بایست جان بلب رسد آب بقا رسید
 برگشت از ترمی بجبهه اهل حیا رسید
 بی سعی دل بکعبه حاجت روار رسید
 خود کعبه پیش از آنکه دست و پا رسید
 ای جان بخود بیال که وقت فدا رسید
 آخر با و بلند دست دعا رسید
 از گرد راه شاهجهان توتیا رسید
 لب تشنه امید به آب بقا رسید
 چشم من است اینکه با آن خاک پا رسید
 تیر مراد بر دهنش مدعا رسید
 در ویش چون ببارگه بادشار رسید
 راز قدر شناخت و کبر قضا رسید
 فریاد رس شنش فرمان روار رسید
 از یاد رفت کینه چون نوبت بار رسید
 فیض عطای روح بمردم گنیا رسید
 عطری ببرگ برگ ریاحین جدا رسید
 سرگرم سجده ایم که وقت ادا رسید
 چشم ارچه نمی برد نتواند بجا رسید
 چندان بلند شد که بیال همار رسید
 در کشوری که سایه ظل خدا رسید
 هر که ز قلب لشکر شاهی صبار رسید

لب تشنگان باویه انتظار را
 در آب و تاب غنچه گرد از حساب برد
 بی رنج گنج یافت طلب کار کمیاب
 مارا بطرف کعبه مقصود ره بنود
 فرمان حج اکبر مانیت غنچه ما
 بر طاق چرخ بود اگر آرزوی دل
 شکر خدا که دیده امشید خلق را
 صاحب قران ثانی کز خاک پائے او
 می بینم این سعادت و یا ورنه نمی کنم
 تا شد قدم ز کوشش شاهنشاهی کمان
 جز جان و دل نثار ندارم چنین بود
 شاهنشاهی و تیفه شناسی که فطرش
 وقت تلافی ستم روزگار شد
 می خواست دل زود هر کس انتقام خویش
 نوع بشر ز رحمت عاقل چو بهره یافت
 یک کف صیر باد صبا از رهش رساند
 بر جبهه دین طاعت این آستان رسید
 در راه بندگی ز خود افتاده ایم پیش
 فر سعادت از سر ما در سجود شاه
 آفت ز آفتاب به شبنم نمی رسد
 از بوی آستان دل هر غنچه تازه شد

له ب : آشنایست ؛ ع : آستان رسید

له ب : شاهنشاهی ؛ ع : شاهنشاهی

له ب : می برد ؛ ع : میبرد

له ب : این بیت ندارد و از ع حاصل شده است

له ب : این بیت ندارد و از ع حاصل شده است

از گریه و لشکرش بخطا رفت بوی مشک
در خانه عنکبوت تند شد شکل چنگ عیش
گشاید چو ریگ شیشه ساعت دلش ز بیم
جذب قلوب مام بنجاک و ریش فتاد
با نام او سپند در آتش چو جا گرفت
چون صیت استقامت طبعش بلند شد
خاک رهش بدیده چو آبست و رگهر
از جامه خانه کرمش به چو نو بهار
طول امل که بر قد او جامه بنود
از کوه همتش بجواب سوال خلق
تا آشنا بصبح ضمیرش شد آفتاب
همچون تقای فیض بهاری که در چمن
جادید باد دولت شاهنشاهی

فیض قدوم بین ز کجا تا کجا رسید
از مقدمش چو شهر به برگ و نوار رسید
هر دیده را که سرمه آن خاک پار رسید
روزی که جذب خاص به آهن ربا رسید
در دم بقدر و شعله ز نشو و نما رسید
از مرکز زمین بخط استوار رسید
ایس بنیش از فروغ بصیرت بهار رسید
هر نخل قاصدی بلباس عطار رسید
پوشید خلعتی که ز سر تا به پا رسید
جائی صدا بغارت گوهر صلا رسید
روشنگری بآئینه بی جلا رسید
مانند گل بحال خس و خوار رسید
کز وی به نیک و بد همه برگ و نوار رسید

تلیح قصیده کسر الابرار امیر خسرو و ستایش پهن

دسترش باشد چو بر معشوق دشوار است صبر
سعی کس ضایع نمی ماند به بین در آئینه
نیست خوبی در جهان مقبول طبع هر که هست
صبح فیض بر همه روشن ترست از آفتاب
زشت از هر و بخارستان دنیا میسرست
باغبان را سر که ابرو به هنگام بهار

گر نهادش دزد باشد حق بدست زگر است
کاخچه اول می نماید صورت روشنگر است
آب حاصل زندگی آمد فانی شکر است
لیک نزد شمع مانند و با مستمکر است
جوی رگ را گاه گاه آب حیات از شتر است
از برای آب و رنگ باغ ابر دیگر است

له پ : بیم ؛ ع : خشم

له ل : گردد ؛ ب : ج : باشد

له ج : ق : دارد ؛ ل : ندارد

له ب : باند دارد ؛ ع : دارد

له ل : ب : میرست ؛ ج : تیز هست

له ل : دلیرست و حلیم ؛ ب : حریمست و دلیر

نواب راحت دیده آنجسم نه بنید جز بر روز
شب نمک از موج اشک بیا بن بچشم آخرت
نفس کافر بس که در عصیان دلیر است و حریص
معصیتها پیش تو پنداری شفیع محشر است

ترجیع بند ساقی نامه

هر لحظه ز ساقی طلب با ده ضرور است
ایام نیر زید عطایش بگرفت
ساقی و می و مطرب ما غیر سخن نیست
بے قدر شود هر چه با برام نگیریم
دیگر چه بگیریم چه آرام نگیریم
این مست همین خواست چو مستانه بیا کرد

ترکیب بند و تهنیت نوروز

باغبان می پرورد گل را بناز این خوب نیست
هر نفس گر حرف اقبالست نگر و دستر بلند
عید عهدت باد چون دور جوانی محترم
طفل را بسیار نازک خوی بر می آرد
چون دم نای مقامش درجه او بار بار
چون رخ و زلف بیتاں روز و شبست بهتر بهم

مرثیه محمد جان قوسی

رفت دایم سخنان را بصلای نخواست
ز وطن مرغ چین گشت بنوعی دل سرد
نال آهسته اگر می کشم از صبر بدان
اشتیاق وطنش بین که چه بی پروا کرد
کاش خار و خس خانه به منقار کشید
صبر با خاطر ماتم زوگی یار شود

تاریخ فوت نواب صادق خان

هر زمان زخم دگر ز افلاک و انجم می خوریم
سر بسردا غنیم از گردون مگر دایم ما

۱- دلیر است و حریص ؛ ب : حلیست و دلیر

۲- درجه ؛ ب : درجه

۳- زیم ؛ ب : بهم

۴- بدان ؛ ع : بدان

۵- خون ؛ ب : ج : چون

۶- شب ؛ ع : شبست

۷- بهم چنان ؛ ج : بهم سخنان

۸- تر ؛ ب : دگر

رفت صادق خان ز و هر آن نور چشم مردی
عاشق صادق بیک دم گشت واصل همچو صبح
قاصدان روز و شب مارا شتابان می برند
چون رسد وقت سپردن بے تعلل می دهد
در چنین حالت زما تاریخ می خواهد فلک
گفتش مارا بما بگذار تاریخ این بسیت
در غمش چون مردک خوانا به آشناییم ما
شمع را بردند و اکنون تیره چون شاییم ما
سوی آن عالم مگر از دهر پیغمبر میم ما
از عدم بر ذمه ایام چون داییم ما
گرچه داند بے دماغ و بی سرانجامیم ما
"بی وجود صبح صادق تیره ایامیم ما" ۱۰۴۲

تاریخ رفتن آصف خان به خیردکن

هاتف غیب از پی تاریخ گفت "باد سود این سفر فتح و کن" ۱۰۴۳

تاریخ ورود شاهزاده بلند اقبال مراد بخش کشمیر

هزار شکر که ایند بر دے اتیلی
شد ابر رحمت بر فرق ملک سایه فکن
رواست سجده شکو ار شود بهین فرسا
ز گرد راهش هر دیده که سرمه ندید
نه برگ ریز خزان بود گاه آمدنش
نمود روی ولی آنچنان به عالمیان
شگفته روی او را بهار گر میداشت
بیاد خلقش مانند تخم بر رخ گل
اگر ز کوه وقارش بن محراب یافت
عطاش مستحق و غمیر مستحق شناخت
کشی برشته اگر گوهر کمالا تشش
بهر چه پی نبرد رای روشن سپهر
زیکشت عطیه در صد هزار کام کشاد
ز گرد مویک اقبال شاهزاده مراد
ز نعمتی که بود از زبان شکر زیاد
ز چشم مردم چون خانه شراب افتاد
ز شکر مقدم او برگ رو بسجده نهاد
که رفت گرمی خورشید ذره را از یاد
نمی گذاشت که یک غنچه داشت از باد
بر روی انحر خواهد سپند ریش نهاد
عجب که موج در آید ز جاز جنبش باد
به نزد ابر چه دیان چه منزل آباد
زیاده آید از سلک رشته اعداد
زبان شعاعه ادراک او کند ارشاد

ز سایه پی به بدو نیک حال شخص بود
 زهی کریم که فیض مراد بخششی او
 ز روشنائی چشمی که طلعت تو ندید
 تو چون ز کعبه اقبال چارمین رکنی
 چو پیر را بنود چاره از عصا دارد
 مگر بر فتنه اقبال تو نظر افکند
 اگر چه هست هزارش زبان ز خط شعاع
 رسیده است بعید ز مقدمش کشمیر
 چو جوئے خشک تنه بود بے رواں کشمیر
 جہاں تنی است که کشمیر چشم او آمد
 ز عقل جسم تاریخ مقدمش گفتا

تاریخ ورود شاهزاده مراد

ساکنان گلشن کشمیر را از لطیف حق
 یارب این مردم چه تخم نیکی افتاده اند
 سایه شهرزاده والا گهر سلطان مراد
 هر کجا گردد ره شهرزاده شد سایه فگن
 باغبان موی او فیض ابر نو بهار
 تابهار مقدم او جلوه گر شد در خزاں
 گم در راه روشنی بخشا آن خورشید رنت
 کعبه اقبال را چون رکن چارم شد از آن
 بر سحاب ارسایه افکند و های دولتش
 ز درایش صد زبان شد مهر را خط شعاع

عنا و فقر و غم و شادی و صلاح و فساد
 هر که بود دلی جمع را و و خاطر شاد
 بغیر نام ندارد چو روشنی سواد
 چهار حد را آوازه تو زینت داد
 فلک ز بخت جو امنت تو فتح اداد
 سپهر کا فر زریں شب از سرش افتاد
 بوصف لای تو خور داد یک زبانی دار
 ز فیض مقدم تو از حیات یافت مراد
 ز فیض مقدم تو از حیات یافت مراد
 و لیک نور بان چشم گرد راهست باد
 "دمید از افق مطلب آفتاب مراد" ۱۰۵۷

طرفه فیضی از سمائی آسمان نازل شده
 کز برای هر یکی صد کام دل حاصل شده
 همچو فیض ابر رحمت بر همه شامل شده
 هر سراپ از فیض آن دریایی ساحل شده
 راست همچو سخن حسرت نزد معجزه باطل شده
 رنگ بیماری ز اوراق خزاں نازل شده
 در میان دیده روز سیه حائل شده
 چار حد را صیت عالم گیریش شامل شده
 قطره باران بصلب ابر دریا دل شده
 و آنکه از هر یک به نقص خوشتن قابل شده

فکر در راه مدحش ایک از رفتار ماند
 گرچه دانه عالم بالا برو پوشیده نیست
 دست در دامن اقبالش زده گردون پیر
 دستگیری هر که از بخت جوان آید
 " دیده باید سرمه از گهر همایون مکشش"

همچو نقش پایک گامش دوجا منزل شده
 از کنار زیر دستان حلیم آغوش شده
 گهر ز نیرنگ قضا کاری بر دشکل شده
 چرخ عاجز تر ز پیر بی عصا در گل شده
 بهر تاریخ قدومش ز آسمان نازل شده

تاریخ آمدن اعلی حضرت شاه جهان با کبر آباد

صد شکر که باز اکبر آباد
 تا شاه جهانش تخت گد کرد
 از مقدم شه چو شد سرافراز
 از شادی مقدم شهنشاه
 سرشته عشرت و رنگ دل
 " باز آمد حق بمرکز خود"

آماده صد هزار سودا است
 آرایش کشور وجود است
 از خلد بسوی او درود است
 بر لب چو نفس رسد رود است
 نزدیک بهم چو تار و پود است
 تاریخ سعادت درود است

تعریف مرقع پادشاهی و تاریخ اتمام آن

کوه وقارش از گند سایه بزحار
 شاهنشاهی که پیر مرقع لباس چرخ
 تاریخ شد "مرقع بی مثل و بے بدل"

مانند سطر موج بیک جا کنت مقام
 ذکرش دعای دولت او شد علی الدوام
 چون این سواد گلشن فردوس شد تمام

در ایام تب لرزه گفته

ز آستین بیرون کنم گر پنجه افراخت
 نبض فشاریست اے دل اضطراب از هر چیست

سیلی گرمی بروی مشاخ مرجان میکشم
 آره بر پای نهال درد آسان میکشم

بستر من از پهلوی من صفحه مسطر زده است
از قف لب تب گمر چو بر تم کرده پیر سودی نکرد
چهره ام چون اختر از تاب تبست افروخته
من که چون ماهی مد احم زندگی از آب بود

داستان فزونی را خط نسیان می کشم
من هم آخر انتقام خود ز دوران می کشم
یار پندار د که بی او باده پنهان می کشم
آب میگویم کنون و آه از جا می کشم

خانه طلبیده

قبله عالم شهنشاه جهان ظل آله
ثانی صاحبقرانی زان که از نقاش صنع
عرصه دارم اگر چه گفتش در کار نیست
قبله گاه! مدح سنج آستان حضرت
خانه را کاشیان بلبل طبع منست
خسرو وقت خودم از یمن مداحی شاه

طبع آگاهیت بر اسرار جهان ناظر بود
بهترین کار است آن نقشی که در آخر بود
زان که میدانی که هر کس را چه در خاطر بود
طبعم از فیض ثنائیت بر سخن قادر بود
می خرد خسرو چنان خاطر برین صابر بود
خسرو چله نباشد خسرو شاعر بود

خانه طلبیده

ای قبله زمانه و شاه جهان پناه
صاحبقران ثانی مژ حسن عهد تو
در شهر تاکه لشکر شاهای در آمده
گر کس بهای خانه دهد در کرایه اش
در جستجوی خانه ز بس دور تر رویم
از کثرت سپاه که یار بست زیاده باد

اقبال خاک پامی ترا تاج سر کند
سیمای پیری از رخ پیران سحر کند
در جستجوی جا همه کس راه سر کند
صاحب سر امضایقه را پیشتر کند
لشکر به شهر اگر چه در آمد سحر کند
در هیچ کوچه باد نیار و گزر کند

له : تقاب : ج : تف

له این قطعه نسخ ندارد و از نسخ ج از ورق : ۱۱۱ نقل شده است

له ب : برتن : ع : بریں

له ب : در تو رویم : ع : دور تر رویم

له ب : یاد : ع : یاد

هر خانه چون انار از خانه نشین پراست
بعد از هزار سعی چو در شهر خانه
نقش این چنین نشسته که چون مهر کشاد
از فکر خانه هست امیدم که بنده را
کوچا که شخص پای ز دامن بدر کنند
آرم بدست هر که از آنجا گذر کنند
مارا بضر بکش و زور از آنجا بدر کنند
آسوده لطف پادشاه بحر و بر کنند

تعریف مرقع پادشاهی

حسن خطش بس که کامل شد سپهر از کان صبح
عسکری قلم در گوشه چشم بُتان
بهر تندی بیش زر کامل عیار آورده است
دلبری را همچو شرکان آشکار آورده است

بواسطه جنگ فیل با شهزاده اوزنگ زیب

شیر دل شهزاده فطرت بلند اوزنگ زیب
در هر اقلیمی که صیت جراتش بکشد بار
پای تا سر مغز فطرت جوهر مردانگیست
در حضور ثانی صاحبقران شاه جهان
نیزه اش چون از سر آن فیل جوی خون کشاد
رنش آن رستم دل از آسیب فیل از پافتاد
چون سپرد آن باد پارا حق شناسها بنجاک
برق تا بر خاک او گرد گرفت از ابراشک
آسمان سنگ نزارش را بشکل اسب نخت
آب شمشیرش با تش دعوی پیکار کرد
کاروان شهرت رستم از آنجا بار کرد
تیغ را آمیزش آن دست جوهر دار کرد
جراتش با فیل مست آهنگ گیر و دار کرد
سیل گفتی سوی دشت آهنگ از کهسار کرد
جان فدای شهسوار عرصه پیکار کرد
مرقد او را مطاف آهوی تا تار کرد
باد بر سر خاک حسرت دور از و بسیار کرد
زان که از دل نقش او نتوان برین بکار کرد

تاریخ ولادت شاهزاده والا گوهر سلطان مراد بخش

ز سعی تربیت خورشید اقبال
بر آورده ز کان پادشاهی

سزائے تاج گره دوں گوهری را
ز آبش آبروی هفت دریا
نثارش تا ز دریا گوهر آرد
بای یکتا گهر بنگر که وارو
بلوح جبهه اش کلک پیداشد
شدش سلطان مراد از آسمان نام
باقبال بلند بے زوالش
بجای خویش باشد لطف و قهرش
خود از بهر تار بخش رقم زد

که نورش رفته از ماه تا به ماهی
ز تائب اُفروغ صبحگاهای
سحاب از برق قاصد کرده ای
بحسب معنی از فیض الهی
نوشته آیت عالم پناهی
که بخشد هر مرادی را که خواهی
دید از ماه تا ماهی گواهی
چو در دیده سفیدی و سیاهی
"ز صبح چهره لامع نورشای"

بواسطه نقش کردن بر عاشیه کرسی پادشاهی گفته

با فروغ جبهه اش تخت شاهی میدهد
گوهر از بخت آخر به تخت نشست
رشک از بس بر دبر تخت گرامی گوهرش

پر توی کنج صبح بر گردون های گرد و پدید
زاده کاه را به بین کارش بایں چوں کشید
اشک حسرت کرد آخر چشم اختر را سفید

جهت نقش کردن بر تفنگ شاهی

تفنگ بے خطائی شاه جهان
راست رو موشگاف و صید انگن

نقطه اند روی حرف بردارد
در یک انگشت ضد همنر دارد

تاریخ برگشتن لشکر از کابل گفته

ای شهنشاه همنر و پرور که عقل
ثانی صاحب قراں کن هیبتت

از ره وصف تو حیراں باز گشت
فتنه از سر حد امکان باز گشت

عدلت آمد در مقام بازخواست
 و شمنت در گوشه از مملکت
 مگر باول تاخت آخر بانخت او
 آن زوی سیر دریا کرد نفس
 بس که پیر این به بدنامی درید
 آن که خود را میر مجلس می شمرد
 غنچه از گلشن کابل پخشید
 دست و دلباشد فراخ از برگ عیش
 از پی تاریخ عقل خورده دال
 رایست اقبال شان انگشت گفت

گرد های بد بدوران باز
 گرچه جمع آمد پریشان بازگشت
 رزم جو آمد مگر یزای بازگشت
 خورد چون سیلی طوفان بازگشت
 از لباس فتح عریان بازگشت
 عاقبت از منع دربان بازگشت
 بادی پُر خار حیران بازگشت
 ننگ چشمه ترکان بازگشت
 چوں به نیت های ایشان بازگشت
 "دیو از ملک سلیمان بازگشت" ۱۰۳۹

در تعریف قصر گفته

ای بر صفائی تو آئینه برده رشک
 محتاج عکس تست صفائی جمال نهسر
 آسایشی که لازم آب و هوای تست
 ایوان باب و تاب چو جائی ندیده است
 معنی دلکشائی پندار صورتت
 کرد از هزار منزل دلکش زمانه ات
 صاحب قران ثانی شاه جهان که هست
 از بهر پاسبانی قصر جلال او
 باشد فردغ صبح ز نور ضمیر او

دی تشنه لب بنجا درت آب ماهتاب
 بی سعی صیقل آئینه رانیت آب تاب
 از موج جویبار کند سلب اضطراب
 تا بهر چشم بنیش و اگر ده از حباب
 مانند عکس ز آئینه و نور ز آفتاب
 از بهر تختگاه شهنشاه انتخاب
 خاک رهش بدیده چو در کام تشنه آب
 شبها نرفته دیده انجم دی خواب
 آری ز آفتاب بود لمعت سراب

۱ : خورده دان ؛ ج : خورده دان

۲ : صفایت ؛ تصحیح قیاسی : صفائی تو ۳ : ب : زانیه ؛ تصحیح قیاسی : ز آئینه

۴ : ب : ابدی ؛ ج : ازلی

اجرائی حکمش از مدد چرخ فارغست
کنجشک در حمایت حفظ دے آورد
الهام باد شمع سرائے ضمیر او
بنود رواں بز در کمان ناوک شهاب
خاری که آشیای کند از ناخن عقاب
تا در سرائی دهر چراغست مابتاب

در تعریف سایبان گفته

ز عرش و فرش نشان تا بود شهنشاها
عنایت ازلی رازشش جهت بتوروست
چو آیتی که نیاید نشان از و پیری
همیشه ابر که فیاض عالم خاک است
به بزم قدر تو طومار کجکشان و دوست
برائے خویش ظفر خوش کند اگر وطنی
زید و صبح ازل تا به شامگاه آید
مدام صورت الہام در جمیع امور
ظفر ملازم تیغست بسان جوهر شد
همیشه پیشتر از آفتاب هر دم بوج
تو شمع مهر فروزی به بزم گاه وجود
تو چشم عالمیانی همیشه چوں شرکاں
خدا به هر که دهد دولتی وسیله تویی
همیشه سر سخن این کتاب نہ ورتی
اگر بیدار قیصر صبا کشاید بار
ز سمع ارفع افلاکشت تا بگوش صدق

جبیں باد شہاں فرش آستان تو باد
سعادت ابدی عاشق زمان تو باد
ہمیشہ در قدم بخت کامران تو باد
معدائی دست سخائی گہر نشان تو باد
سپہر از سر اخلاص مدح خوان تو باد
بنمیر چرخ ہمیں حسانہ کمان تو باد
بقدر یک روز از عمر جاودان تو باد
عمیٹاں ز آئینہ طبع غیب دان تو باد
سر عدو شر شدلہ سنان تو باد
ز غیب شاہد تو نسیق میہان تو باد
فلک ہمیشہ چو فانوس پاسبان تو باد
سپاہ حفظ الہی نگاہ بیان تو باد
بزرگی دو جہاں وقف خاندان تو باد
حدیث رفعت اقبال کامران تو باد
گزیدہ تحفہ او خاک آستان تو باد
وظیفہ خوار ز لفظ گہر نشان تو باد

۱۰ ب : بجا : ج : سخائی

۱۱ ب : ملایم : ج : ملازم

۱۲ ب : ابدی : ج : ازلی

۱۳ ب : عنان : ج : عیان

۱۴ این بیت از نسخہ ج حاصل شدہ است

نشان ز سائیه خورشید تا بعالم هست
همای دولت جاوید سائیان تو باد

تاریخ فوت حکیم مسیح الزمان

ندا تم تاکی از فوت عزیزان
نهادم پنبه های داغ در گوشش
نبایت این قدر راه فنا امن
و بال آدمی باشد کمالش
مسیحای زمان تا رفت اشکم
اجل از کرده خود شد پشیمان
بمرض حال ازین بس آه بیمار
سوی عیسی بگردون بایدش شد
ز دل تاریخ فوتش خواستم گفت
مرا خواهد ز دل تاب و توان رفت
شنیدن تا بکے این رفت و آن رفت
که بتوان بی رفیق و کاروان رفت
که هر کس گشت کامل از جهان رفت
ز دل تا دامن آخر زمان رفت
ولی وقتی که تیرش از کمان رفت
که مغزش از تف تب ز استخوان رفت
مسیح عهدش چون زین خاکدان رفت
"طیب در دلهای از میان رفت" ۱۰۹۰

مثنویات

در تعریف اکبر آباد و باغ جهان آرا

بهر سر منزل از آب و طراوت
بجوں اندر مهیتا مرغ و ماه
کدو بر خویش چرخ از مهر و مه بست
ز کشتیه های گردون سیر پر کار
ز بوی خویش چندان میشود مست
همه پر برگ و پُر چوب عمارت
کشیده خوان نعمای آلهیه
مگر بگذشتن از جوشش دهد دست
بناها بر سر آبست بسیار
که افتد هر دمش پیمان از دست

جونی سوسنش بر کرده آن رنگت که برد است از دل تیغ خودش رنگ

مثنوی در قحط دکن گفت

ز فرق دولتش انوار تاتیلید
بدستش خاتم فرماں رواے
سحاب از برق اگر صد سیخ می خورد
دکن سرتاسر از حکم تفتلید
چنان شد عام رسم بے نواے
چو شکل نان ز قرص ماه پیدا است
نظیر چوں قرص مه را کرد تا راج
دهن ز انسان ز خوردن بے خبر بود
ز بے برگی دهن بارنته از کار
اگر از خانه برخواستی دور
بعزت خواب را در دیده جا بود
چو بر مرده گریستی شخص غم ناک
بسان شیشه ساعت دو دنیا

فسر و زان بهیچ نور از تاج خورشید
چو اختر بر فلک باشد جداے
دم آبی بکشت کس نمی برد
ز قحطی خلقتش از جاں می شدی سیر
که کس را نیست عاری از گداے
ز تاتیل نظر بر آسماں کاست
بنان شب فلک هم گشت محتاج
که گفتی او صدف دندان گهر بود
ز جنبش باز مانده بهیچ سو فار
بسان کعبه در شهری نشان بود
باین نسبت که با مرگ آشنا بود
فتادی پیشتر از اشک بر خاک
پُر و خالی شد از احیا و موتا

بواسطه نقش کردن بر حاشیه جلد صدف کاری

گر از عرش آید کتا بے فرو
مگو جلد بستان پُر یا سین
ازین جلد تا تکیه گهر کرده است

تواند نشستن به پہلوے او
چو رخساره دلبران و نشین
صدف آسپ گوهر بر آورده است

بواسطه نقش کردن بر حاشیه سرا پرده پادشاهی

ز صنعت گهر او هنر کامیاب
بزدستی نیمه دوز حباب

ز گلهای تصویر دیبای او معطر شود خاک درپای او

کتاب دولست خانه لاهور

عجب بنود اگر عرش اشتها ہے محل جلوه ظل آلیه
سر صاحب شکوایاں گرچه دریاست بیای قمر شه از در سنیاست

در تعریف کشمیر بهشت نظیر

بباید نیزه بالا سبز را کنند که خاکی را بیای آسب مانند
فتاده عکس گلهایش بدریا کند نظارگی عیش دوبالا
ز بس طول خیالان نهر ناچار زره ترسم که برگردد چو طومار
تن تنها دران میداں بکوشد که خورشید از به بنید چشم پوشد

در تعریف فتح ملک چهار سنگ بندیه

اگر تیغ جهادش آب دار است نمش از جو یبار ذوالفقار است
برفته دامن دامونی از دست نه چو راگرت کنونش چاره گر هست
رعیت سرکشی از دست داده زر از صده ستاند یک پیاده
فرونی جمع پرده هاش بسته بشان از شهر بالاتر نه نشسته
به پیش قامتش و هفتانست در بند بیالایش دله بسته به هر بند
نمن ساگر محیط پیر تلاطم بحار سبوع را اگر دیده هشتم

۱۰ ب : دامونی ؛ ج : دامونی

۱۱ ب : دامونی ؛ ج : دامونی

۱۲ ب : دامونی ؛ ج : دامونی

۱۳ ب : دامونی ؛ ج : دامونی

۱۴ ب : دامونی ؛ ج : دامونی

کتابه عمارت شاهجهان آباد دہلی لہ

زہے قصر والای گردوں اساس
 تجلی چنان دادہ پیرایہ اُست
 بلندی ز تو عالم خاکت را
 زمیں از تو شد با سپہر آشنا
 زمیں از تو شد در جہاں معتبر
 توی از ہمہ بیتہا منتخب
 گرفتہ اساست بہ تحت الشرع
 تو سروی و مرغ نگہ فاختہ
 گلت را چو بگرفت بنا در آب
 ازاں آب خاکت جہاں تاب شد
 غم از دیدنت رفتہ از دل بدر
 تماشاے این نجمتہ مقام
 زمینخانہ لیک صاحب نظر
 خدایت چنان دلبری دادہ است
 بشد از تو دوری گزین نیم کام
 اساس تو روزی کہ قد بر فراشت

زمیں گشتہ از سایہ آست روشناس
 کہ شد خاک آئینہ از سایہ اُست
 ز تو زیور و زیبت افلاکت را
 و گر نہ کجا بود آن ، این کجا
 پدر کو شود نامدار از پسر
 چو مضمون برجستہ گردوں نسب
 ز قارون ہمہ گنجہا رونما
 ز آب طراوت قد افراختہ
 نمائند آب در چشمہ آفتاب
 کہ از دیدنت دیدہ پر آب شد
 ز آب گلستان تو پیشتر
 بر در شک بر چشم احوال مدام
 ز رفتہ ز پایے خود ایں جا بدر
 کہ سایہ ز تو دور افتادہ است
 نہ ہنگام صبح و نہ نزدیک شام
 زمیں شیوہ خاکساری گذاشت

لہ نسخہ و این شہزی ندارد از نسخہ ب، درق: ۱۳۶ ب نقل شدہ لہ ب: گشت؛ ج: گشتہ

لہ ب: سایہ آتش؛ ج: سایہ ات لہ ب: داد؛ ج: دادہ

لہ ب: پیرایہ است؛ پیرایہ ات لہ ب: سایہ است؛ ج: سایہ ات

لہ ب: این بیت ندارد از نسخہ ج نقل شدہ لہ ب: کہ؛ ج: کو

لہ ب: بماند؛ ج: نمائد لہ ب: بماند؛ ج: بماند

لہ ب: ز؛ ج: ز لہ ب: دیدنت

بهاں دم کہ طرح تو بتا کشید
 فرج هر کجا هست جویای تست
 نرفتست از آستان نشاط
 به آرایش باغش آرد بهار
 بهر خانه و شهر عیش و سرور
 چنان دامن دل کشی سوسه خویش
 نگه را فروغست دهد آن صفا
 از و دید خورشید تابان شود
 فروغست دهد گر بآینه تاب
 تراد لک شای بجای رسید
 چنان و نشینی که نقش چنین
 بلند از تو شد نام دلی بدهر
 به آن کهنگی تازه شد آن چنان
 صفا پروری آن چنان کز برون
 نهان تو پیدا است از آب و تاب
 ز رشک تو ای زینت روزگار
 که تا عکس انجا قدم می نهد
 ز آب که در طینت فیض تست
 بود در هوا داریت ناصبور
 بروی تو بیند فلک هر سحر
 ذهی و نشینی نظر با نر تو

فرج رخت خود را با نجا کشید
 رنج او محراب در پای تست
 چو صورت که شد بانند اندر بباط
 اگر خمیزد از آستان غبار
 چنان یافت جاب چشم بد باد دور
 که باد از فضایت نرفتست بیش
 که چون باز گردد سوسه دید
 خطوط شعاعیش مژگان شود
 برد دست از پنجه آفتاب
 که تفل از درت و او شود به کلید
 نرفت از درت همچو نقش نیکن
 ز طرح تو از ناز کی یافت بهر
 که گل داد نخلش بفضل خزاں
 شمر و توان مردم اندرون
 صفا گشته غماز تو چون حباب
 چنان شد دل آینه بر غبار
 ز بس گریده دیده بهم می نهد
 به گلهای تصویر شبم نشست
 دوام بقا و ثبات سرور
 که گیرد دگر ره جوانی ز سر
 کشایش اسیر در باز تو

۱ ب: رنج او الخ مصرعه اولی و فرج هر کجا الخ مصرعه ثانی ؛ ج : مطابق متن هذا

۲ ب: "او" ندارد ؛ ج : او ۳ ب: بانند اندر بباط " و از نسخه ج نقل شده

۴ ب: قضایت ؛ ج : فضایت ۵ ب: چنین ؛ ج : چنان

۶ ب: گرد در دیده هم ؛ ج: گرد دیده بهم ۷ ب: نه ؛ ج : نه

ترو تازگی خانه زاده تو اند
 شد این چار در چار ارکان تو
 خم طاق آبروی دلکش است
 ز طاق بلندی همت قصیده
 بدست فلک طاق آمد کمان
 پی دیده خویشتن روزگار
 درت بر رخ خلق تا باز شد
 درت باد از جهه خاص و عام
 درین آستان بوسه گرفت یافت بار
 درین آستان سلاطین پناه
 بجای قدم بر زمین سر نهد
 ز طریح بنای متینت اگر
 توان بست ازاں برده سیل بند
 فرود از متانت چنان لنگرت
 بجنب دقالت ز بے سنگرمی
 چو دیوارت آینه و شش دیده است
 سرای شهنشاهی و این ادب
 سرای شهنشاه عادل تویی
 خدا داده چوں بخت شاه ترا
 شد از نسبت شاه مالک رقاب
 شهنشاه آفاق شاه جهان

صفا و هوا دل نهاده تو اند
 مجاور تر از نقش ایوان تو
 کز آن ماه نو نعل در آتش است
 برش طاق کسری خم پشت پیر
 کمانی که باشد ز بهش کمان
 غبار از درت جسته یکسر مه وار
 ز نقش جبین سینه باز شد
 چو گر دو ز اختر نقش مدام
 فراموش کند حق لب یار
 دهد هر کرا بخت و اقبال راه
 سرش منت آن که بران سر نهد
 شود صفحی کاغذی بهره ور
 چنین کز متانت شدی بهره مند
 که کوه از صدا شد سبک تهرت
 غباری بود سد اسکندری
 نفس را بخود صبح دزدیده است
 ز روشندان با تو بنود عجیب
 ازاں پادشاه مستازل تویی
 بود کرسیت تخت شاه ترا
 ز افلاک رفعت پناهت خطایب
 به تائید ثانی صاحب قران

۱۵ ب : خم طاق ابروی آن ؛ ج : خم طاق آن ابروی ۱۶ ب : طاق ؛ ج : طاق

۱۷ ب : ز بهش ؛ ج : ز بهش ۱۸ ب : یاد ؛ ج : یاد

۱۹ ب : این و سیزده بیت مابعد ندارد و از نسخه ج نقل شده در ق ۱۸۷

بدرگاهِ قصرِ جلالش سحابُ
 ز فزو شکوهِ سلیمانیش
 فراخور بقدرش نهی گر بنا
 فراز و چو قصرِ فراخور بشان
 نشیند چو شاهنشیرِ بے همال
 ز پاسِ ادبِ خشت در آں بنا
 ستونِ راستیست گوئی ز حملش نظر
 ز فیضِ نظر شد چنان کا مگار
 نهد حفظِ او گر بنای بر آبُ
 بملک که حفظ ویش داشت پاس
 ز خاکِ درش سرمه دید دید
 قسم خورده دولت بنجاک رهش
 چه درگاهِ پناه بلند اختران
 بدرگاهِ جاهش که آورد رو
 چو یابد سراز آستانش مکان
 کند سیل گر خانه را خرابُ
 که از رنگِ شاه روشن نهاد
 سیاهی دید زینت و اعتبار
 اشارت نماید اگر سرمه را
 خلافِ طبیعت شود زو پدید

ببالد به سقا شود گر حسابُ
 کند فخر خاقان به دربانیش
 برون رفت باید ز تحت السما
 شود عالم خاک یک خشتِ آن
 بدولت در ایوانِ جاو جلال
 کند از مریخ نشستن ابا
 که چون سقف برداشت باری بر
 که با سرفرازی بود بُرد بار
 شود ساخته زود تر از جابُ
 بود خانه همچون کماں بے اساس
 که می بیند آن را که باید شنید
 که سر بر نمی دارم از درگاهش
 که خاکش بود انفسِ سروران
 که شبنم از کنارش نشد کامِ او
 شود جبهه اش خطِ لوحِ اماں
 زند آتش برق را در سحابُ
 ز رفت نظر انگند بر سواد
 به هر خانه چون خانه چشم یار
 که بر عکس طبعش کند اقتضا
 کند خانه چشم اعداء سفید

- | | | | |
|----|---|----|--|
| ۱۰ | ج : پیالا شود گر بسقا ؛ ع : مطابق متن نهد | ۱۰ | ب : این بیت مابعد ندارد ؛ دار نسخه ج نقل شده |
| ۱۱ | ب : است ؛ ج : راست | ۱۱ | ب : بازی ؛ ج : باری |
| ۱۲ | ب : رود بر ؛ ج : زود تر | ۱۲ | ب : دید ؛ ج : دیده |
| ۱۳ | ب : دران ؛ ج : ازان | | |

بہ تعمیرِ دل کردہ زانسان شتاب
 شہنشاہ از خاطرِ مستغیر
 کہ می بیند از شعلہ شمعِ ہوش
 بدل چند وارد شدہ میہمان
 نہد خانہ بر باد حفظش پنا
 نیابی ز یکت کعبہ دل نشان
 نیابی ز یکت خانہ دل سراغ
 بعدش کہ سوراخ موری شکافت
 دلی نعمت عالم احسان اوست
 سراے جہاں چلیست ہماں کدہ
 بود تاکہ روی نیشاز اُمم
 چو کعبہ شہنشاہ صاحب قران
 سوئے درگہش روئے امید بار

کہ سیلاب ویرانہ سازد خراب
 نوعی است از حالِ دہا جنیر
 کہ ہر روز از زین چشم و گوش
 از آں خانہ کی گشتہ ہماں رواں
 بدانسان کہ زین گشتہ بر باد پا
 گرا حاشش بنود لباسی براں
 کہ از نور مہر شش ندارد چراغ
 کز احسان او خرمن آنجا نیافت
 ز خورشید تا ذرہ برخوان اوست
 کہ جو دشمن درو میںزبان آمدہ
 سوئے خانہ کعبہ محترم
 ز ہر ناملایم بود در امان
 رسا فیض عاמש چو خورشید باد

کتابہ دولت خانہ سہرند و تاریخ آن

ز ہے عرش بنیاد دولت اساس
 گنج و صف تو تا بگردد در آب

چو خورشید در آسماں روشناس
 رود فکر تا چشمہ سارِ سحاب

- ۱۰ ب : دید : ج : دیدہ
 ۱۱ ب : زینت بر مادام : ج : زینت بر بادیا
 ۱۲ ب : چراغ : ج : سراغ
 ۱۳ ب : بعدے : ج : بعدش
 ۱۴ ب : کہ : ج : و
 ۱۵ ب : بنار : ج : نیاز

۱۶ این مثنوی نسخہ ندارد و از نسخہ ب، ورق ۱۳۹ ب نقل شدہ

اس مثنوی و مابعد کی مثنوی کا عنوان "کتابہ دولت خانہ کشمیر" درج تھا جو صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ مثنویاں، سہرند میں تعمیر ہونے والے محل مقدس، خواب گاہ والہ کی تعریف میں لکھی گئی ہیں، جن کا حوالہ باب اول میں دیا جا چکا ہے۔

ز توصیف^۱ اندیشه رفعت گزین
 ز دیوار تا راز پنهان نمود
 تماشایت^۲ بنیش افروز چشم
 ز تو گلشن رنگت^۳ و بو خرم است
 بر آفتاب آئینه را روزگار
 نظر گر ز نظاره ات مانده دور
 صفایت^۴ بر افلاک^۵ پر توفشان
 ترا آفتاب^۶ خورشید با آفتاب^۷ صبح
 زمین و لر بایی ندارد چو تو
 در آئینه عکست^۸ اگر جاکند
 گرانست^۹ بار تماشا ترا
 گرفت^{۱۰} جهان را چه بالا و پست
 زمین از تو پر جائے خویش استاد
 چو از باب عرفان بقید مکان
 به قارون بیت^{۱۱} گرچه همسایه شد
 لب^{۱۲} بام تو تنگ^{۱۳} در ز جلال
 چه خوشش کردی آغوشش^{۱۴} افلاک^{۱۵} را

سرفکر کرسی زانو نشین،
 مگر خاکت^{۱۶} آئینه سوده بود
 بهار نگاه است^{۱۷} و نور و چشم
 برائے نگاهت^{۱۸} دو دیده کم است
 که از آستان تو شوید غبار
 بغربت^{۱۹} فتاده است در روی خور^{۲۰}
 ز روی تو روشن سواد جهان
 ریخت^{۲۱} را فرغ سفید آفتاب^{۲۲}
 فلک^{۲۳} آشنایی ندارد چو تو
 ز دیدار خوابان^{۲۴} تبر اکند
 چه نازک^{۲۵} بر آورده بستا ترا
 ترا دارد ایام از هر چه هست
 جهان را و فلک^{۲۶} را عمار
 سر برده و سیر در آسمان
 ز وصفیت^{۲۷} سخن آسمان نایه شد
 بهم یافت^{۲۸} چون دو لب^{۲۹} اتصال
 بیت^{۳۰} داد دل عالم خاکت^{۳۱} را

۱ ب: توصیف؛ ج: خاکت

۲ ب: "و" ندارد؛ ج: و

۳ ب: صور؛ ج: حور

۴ ب: آفتاب؛ ج: آب

۵ ب: پایه؛ ج: پایه

۶ ب: ماه؛ ج: یافت

۱ ب: توصیف؛ ج: توصیف

۲ ب: "و" ندارد؛ ج: دارد

۳ ب: مصرعه ندارد

۴ ب: آب؛ ج: آفتاب

۵ ب: وصف؛ ج: وصفیت

۶ ب: چون؛ ج: ز

۷ ب: دولاب؛ ج: دولت

عجب نیست گرسرکش افتاده
 به از یکس دگر جمله اجزای تو
 رواقست اگر خواهد از شیشه زیب
 فلکش را همین ساز و پیرایه
 زمین فرش راه تمنای تو
 ز نظر راهات چو شود کامیاب
 توئی گلبن و خشت برگ گلست
 طراوت چنان داد پیرایه است
 چو از دیدنست پیر گرد و جوان
 چو بستان از خوبیت نازد بخویش
 صفایت که آئین را داد تاب
 به کلک تو چو نقش تصویر رفت
 به کان شفق رنگش دیگر نماند
 هنرمند نقاشش مانی قلم
 چو بر صفحه رو کشد دیده را
 ز بس برده در کار دقت بکار
 در آید چو از روزنست آفتاب
 کشید است نقاشش نازک ادا
 فلکش رتبه گر زمین زاده
 تاسسب اسیر سراپای تو
 ز عشاق بستان دل ناشکیب
 زمین از تو دارد همین سایه
 فلکش یک سرو پیر سودائی تو
 نگه خانه دیده را باشد آب
 بر آب طراوت ز طاق ملست
 که ابر آب بردارد از سایه ات
 بطاقست چرا مانده از خم نشان
 کند پنجه خویش از بوسه ریش
 به گلپایه تصویر دار است آب
 نه رنگ از گلستان کشمش رفت
 طلا در صدف های اختر نماند
 نکرده صور بے معانی رسم
 نماید نگه های دزدیده را
 گلی را کشید است در یک بهار
 نهد بر گلست نقطه انتخاب
 کشاده دل و تنگی دستها

۱۰ ب: این مصرعه ندارد و از نسخه ج نقل شده

۱۱ ب: این بیت ندارد و از نسخه ج نقل شده

۱۲ ب: حنیاز؛ ج: چرنیاز

۱۳ ب: نقش؛ ج: کلک

۱۴ ب: نکار؛ ج: بکار

۱۵ ب: "و" ندارد

۱۰ ب: امیر؛ ج: اسیر

۱۱ ب: این بیت ندارد و از نسخه ج نقل شده

۱۲ ب: طاقت؛ ج: ز طاق ملست

۱۳ ب: کلک؛ ج: نقش

۱۴ ب: نماید؛ ج: نماید

۱۵ ج: کشیده؛ ب: مطابق متن

کشد گر گلی می نماید بهار
 همه رنگ با را نشار تو کرد
 صدف وار نقاشی این خانه است
 مراے شهنشاه باید چنین
 جهان بخش ثانی صاحب قران
 منور از و خانه چشم مهر
 با سندر آیت یک رو کند
 فلک از تو ابست نهسد غود سوز
 صراحت است دلها ی پر معرفت
 ز دود بخورشش فلک سبز چهر
 که اختر بود نافه در آسمان
 رکاب از ازل آمده پایمال
 بنه آشیان کرد جای یک ها
 شود بارگاه سلیمان دلش
 شود خاک آں جمله آب و هوا
 که در خواب خوش چشم روزن نماید
 شود دست در آستین کوچه بند
 ز روزن بهر می نکرده نگاه
 که باشد صدف زیر دست حباب

کند نقش گلزار جزو آشکار
 فلک مانده و یک صدف لاجورد
 برنگ ارچه طاووس افان است
 پر آوازه خوبیت روم و چین
 شه کشور عدل شاه جهان
 شه آسمان قدر خورشید چهر
 چون نظاره عارض او کند
 به بزمی که شاه است مجلس فروز
 می بزم رانیست رنگ صفت
 گل شمع بزمش بهار سپهر
 چا خیزد از غود عنبر و خان
 قناد است دریای قدرش هلال
 مرایش فلک را سعادت فرا
 اگر موریاد آرد از محفلش
 بنام ضمیرش تهی گر بنا
 که از راحت عهدش^۹ افسانه خواند
 نه گردد اگر در دعایش بلند
 خود از پاس او آب عهد شاه
 تمیزش نخواهد از آن بحر آب

۱	ب : ماند ؛ ج : مانده	۱	ب : بر ؛ ج : پر
۲	ب : سیر ؛ ج : سبز	۲	ب : ناکه ؛ ج : تانه
۳	ب : قدر ؛ ج : قدرش	۳	ب : چایک ؛ ج : چایک
۴	ب : پادارد ؛ ج : یاد آرد	۴	ب : تها ؛ ج : نهی
۵	ب : عدش ؛ ج : عهدش	۵	ب : بهر می نکرد ؛ ج : بهر می نکرده

گل خلق او چوں نماید ز دور
نگار و قلم گر ز خلقتش سخن
علو کفش علویان را مدد
چو گر دید دولت سرایش بنا
رقم دید آخر بلوح ازل

کشد پرده دامن بعیب بخور
شود نقطه ناف غزال ختن
سر چرخ را اختر او خرد
بتاریخ او رفت فکر قضا
سرانته شاه والا محل ۱۰۴۸

کتابه دولت خانه سهند و تاریخ آن

دیده نظاره وقف حیرت است
هست کشتی از صفا جنت سرشت
اے گل خاکست بهار رنگت و بو
تاز دیوار تو نگرفت آب و رنگ
تا شده دیوار تو افراشته
پرده کج گر برخاست کشید
باشد از تر دستی بستای تو
روی دیوارست ز موج آبرو
پیش نقاش تو ای نقش بهار
کار نقاشانت از بس دلبر است
دلر با گلهاے سقفست جا بجا
تابه نقشست خانه تصویر رفت
خانه از نقاشش تا گلشن نشد
ای وجودت در جهان رنگت و بو

زین بنا کار امگاه دولتست
باشد این دلکش بنا قصر بهشت
خشتت از خوش طینتی آئینه رو
صبح را آئینه بر ناند ز رنگت
آئینه در روی بنا داشته
کرد در آئینه روی خود سفید
سایه چوں ابرسیه در پای تو
نقش بر آب است و نقاشی بر آو
نامیه رنگت آورد از لاله زار
بید را بار صنوبر در بر است
نقش طاووس است بر بالها
آئین و رنگت گلشن کشمیر رفت
معنی بستان سرا روشن نشد
بر همه بالانشین آئین رو

ب: سخن ؛ ج: ختن	ب: سرایت ؛ ج: سرایش	۱۰
این مشنوی نیز از نسخ ب نقل شده است: ورق ۱۴۱ ا و ب	ب: را کامگاه ؛ ج: کار امگاه	۱۱
ب: این ؛ ج: اے	ب: اخشت ؛ ج: خشتت	۱۲
ب: بر ؛ ج: در	ب: رنگ و گلشن ؛ ج: رنگ گلشن	۱۳
ب: شد ؛ ج: نشد		۱۴

ای بصورت شاید باغ جنان
 عکس موج دهر بر دیوار و در
 اندرین دارالسرور دل پذیر
 خا نهاییست در صفا همتهای چشم
 پایه الهیست در غور چوں فکر حکیم
 دلکشایی آلتی در شان تو
 می رود رضوان ازین دلکش بنا
 بسکه دیوارت بود آینه رو
 تا ترا آب صفا آراست چهر
 پیش نقاشی تو از بهر شرف
 ای بهار روی هر گلست
 بسکه گلپایست بهم انگند رنگ
 رفعتت گوید با و از بلند
 قامتت را هر که دید افراحت
 ز ارتقاع شان خان نکته دان
 محفل اقبال را مسند نشین
 آبروی گلشن کون و مکان
 رائے او با شمع گر یاری کند
 مگر به تمسیر جهان آرد شتاب
 حفظ او بر موم اگر خواند فسون
 نیست در عالم بجز او شاه کس

نهر در نور است چوں در تن توان
 همچو ماهی کافتند از دریا بدر
 عالم آبیت هر سو گوش گیر
 رو بروی همچو منظرهای چشم
 سقفست از رفعت بود دست کریم
 عشرت عالم بود مهبان تو
 تا به گلزار جنان رو بر قفا
 روی دولتی می توان دیدن درو
 صبح را ناشسته رو خواند سپهر
 لاله گلزار جنت شد صدف
 روح مانی غنلیب هر گلست
 یک گلست آراسته از چند رنگ
 کنه کداین سرفرازم بهره مند
 گوید این را سرفرازی ساخته
 پایه قدرت به فرق فرق دال
 بنده شاه جهان باید چنین
 ثانی صاحب قران شاه جهان
 خانه را از دود گچ کاری کند
 خا نهاییست نخواهد چوں جالب
 شمع را در خا نهاسازد ستون
 خادیکشت شمع را فانوس بس

که با: ناسا سه رو خواهد: ج: ناشسته رو خواند

که با: سربلند: ج: بهره مند

له با: پایت: ج: پایت

که با: چنگ: ج: رنگ

که با: بجز او شاه: ج: بجز او شاه

کس نسیاید در جهان آب و گل
 بهر آفتابش اگر سوزی سپند
 روی او شمع سرائے کائنات
 چوں تمامی یافت این رشک بهار
 لیک تاریخی که لایق شهرتست
 تو بهاری بهیچ خلقتش معتدل
 دود آن بر چرخ اندازد کمند
 خانه زاد خاطرش آب حیات
 گوهر تاریخ که دم نشار
 "قصر اتیبال و محل دولت است" ۱۰۴۸

غزلیات

ردیف الف

جز حرف عشق نیست سراسر بیان ما
 گرمی در پی چمن ز بهار و خنزاں ندید
 آرام را ز قافله اشک برده اند
 مشکل که چشم دهر تواند که بست گرد
 از بار عشق اگر چه دو تا نیم یک دلیم
 از شوق ناوکست همه تن آب می شویم
 چوں جنبش نسیم تغافل و ز دلیم
 چوں شمع یک سخن گذرد بر زبان ما
 نگرفت آتشی بخس آشیان ما
 یک جانش مقام کند کاروان ما
 رنگ شکسته نیز بروی خزان ما
 از راستی دو خانه ندارد کمان ما
 پیکان چساں بماند در استخوان ما
 مانند موج می رود از کف عثمان ما

❖ ❖ ❖

در نیل کشند او بنود دسترس خون
 عشاق تو بے رنگ نه پوشند کفن را

❖ ❖ ❖

نماز بے وضوی زاهدن اجر دگر دارد
 بکوشش چوں رسی لے اشک از هم خانه یادی کن
 دضو آبی بود کالائی این طاعت فروشان را
 بیاد آستان او دی جا روئید شرکان را

علائق لازم این نشأ باشد بلکه زینت هم که بے زنجیر بود رونقی زندان شاہاں را

♦ ♦ ♦

اے برودوش تو آفتی دل و دین را
کام دلم نیست جز گزیدن آں لب لب
یک شبکی هم چرخ خلوت ماثو
ناصح ازاں غزه زخم تازه ندارد
کیست که مائل بخال کج لبست نیست
هر که فروتن مسلمست ز آفت
صندل هندو بتان ز خون کلیم ست

♦ ♦ ♦

شمشیر آزمون بر مرده از تو خوش نیست
چون شیشه شکسته در شان طاقم نیست
ضایع به صید اغیار میسند ناز خود را
آں قدرتی که پوشم یک لحظه راز خود را

♦ ♦ ♦

با همه ناقابل داریم رنگی از قبول
باشد از باران نشانی گوهر بے آب را

♦ ♦ ♦

خورده را گل خرچ کرد و نوبت پراهنست
بسکه می سوزد سپند آں روی آتشناک را

♦ ♦ ♦

بار باب معافی داده ایزد
درین دنیا وصال حور عین را

♦ ♦ ♦

عیب عریانی ما را حق چو پوشد از کفن
بر نمی دارد ز کار ما بکشر پرده را

♦ ♦ ♦

ایچ دردی نیست که را چاره همراه نیست
بر سر آتش نشانیست خار پامرا

♦ ♦ ♦

وحشی طبیعتی را آخر بسر ندیم با عزلت آشنا شد طبع رسیده ما

♦ ♦ ♦

نیست درین کار که غیر نخ آه من رشته که قیمت دهد گوهر مقصود را

♦ ♦ ♦

ز پیری و کهن سالے نشد کم قوت بادہ ہماں یک جرعه اش از دل برد غمہائے عالم را

♦ ♦ ♦

برده را پنہاں کند دزد و دلیراں می برند بر سر بازار معنی شہرت و ز دیدہ را

♦ ♦ ♦

بدست دہریم آں تیغ آزمودہ کہ ہست ز ننگ طالع بد تیغ و تائب جو ہر ما

♦ ♦ ♦

شدم گر در جوانی پیر شادم کز سر حسرت نخواہم یاد کردن رونق عیش جوانی را

♦ ♦ ♦

اشتیاق آں گل رو سازدش چوں بیقرار آورد تا آں سر کو خار خار آئینہ را

رولیف ب

بستہ ست بر میان کمر بستگی ز موج بس بر در خدیو جہاں ایستادہ آب

رولیف ت

ہمہ ہند و صنماں و رو زباں شان راست کہ رمیدن روش آہوی ایں صحرانہست

♦ ♦ ♦

ز بسکہ چین جبین در دیار ما عامست کشادہ روی آئینہ جائے حیرانست

♦ ♦ ♦

جلے کہ حنائے عیش بستند جز خانہ دلکشائی زیں نیست

♦ ♦ ♦

عشق آں روزی که از دلغ و فانی گلرخاں
سینه ام را کرد روشن آسمان اختر نداشت
عشق می گیرد کمال از پر تو خورشید حسن
شمع تا روشن نشد پروانه بال و پر نداشت

♦ ♦ ♦

هر کس که دست بیش بدشمن نداد طرح
گویش نشین که نقش مرادش بساز نیست

♦ ♦ ♦

گفته شد با تم دل آه سیه پوش هماں
شد زبان سوده و لے حسرت شیون باقیست

♦ ♦ ♦

از رنم وحشی غزالاں حسن دام از صد دهن
خنده با بر کوشش بیهوده صیاد داشت

♦ ♦ ♦

بسکه از چشم ترم دیوار کوشش نم کشید
گل بشادابی چو خار آں سر دیوار نیست

♦ ♦ ♦

چو مایه داری گنبد از چشم بد مرصاد
دلش تہی نشد از چه هزار بارم سوخت

♦ ♦ ♦

حسن لاف استغنامی زند و لے مشنو
بهر دامن گلچین نوک خار قلا بست

♦ ♦ ♦

فرد تنی کند و ہمہی بدشمن تند
و گرنہ حرزی بر بازوی شناور نیست

♦ ♦ ♦

دل ترک آشنائی بازو کرد و رفت
ز اں شد پسند یار که عیب و فائد داشت

♦ ♦ ♦

عزیز مصر جفا یم گذشت آں خواری
کنون ہمہ قسم ناوکت به جان منست

♦ ♦ ♦

تنہانہ ز دل زود بروں رفته جفا یت
بر پیچرم از این ہمہ زخم تو نشان نیست

۱۵ این بیت و بیت مابعد نسخہ ندارد و از نسخہ ب نقل شده است

۱۶ این بیت نسخہ ندارد و از نسخہ ب نقل شده است ۱۷ این بیت زائد از نسخہ ج نقل گرفته

چوں روزه خوری جانب میخانه روان شو بهتر ز سفر چاره برائے رمضان نیست

♦ ♦ ♦

یار اگر امروز بامادوست فردا دشمنست
تا تو در دل جاگرفتی از فروغ عارضت
در همین نبیشتن اگر خواهی شکارافتد بدام
آنس میگیرم بمردم پر بیابانی نیم
گر چه بے روزن بود غم خانه ماچوں حباب
بسکه قدر گلر خاں در دور حسن او شکست
چاره سوز درون از من نمی آید کلیم

گاه ابر کشته ما، گاه برقی خر منست
دید های داغ روشن تر ز چشم روزنست
خویش را به نما که آن روی نکو صید افکنست
هم و شاق شعله ام آرمگا هم گلخنست
لیک دایم از صفائی سینه مار و شنست
گل ز بس خواری تو پنداری غریب گلشنست
فکر خود کن کاتب این آتش نهان در دامنست

♦ ♦ ♦

در غریبی هیچ کس بے طالع فیروز نیست
از فسون عشق شهبازی بچنگ آورده ام
چوں سپند از روی گرم هر کس از جاکي روم
بسکه از ذوق شهادت زندگانی تلخ شد
آستین خامه کوتاه دست و معنی بس بلند
از شفق هر شام می در جام گردون میکنند
نقش مانده نشسته بود آنجا که نقش پانشت
پاز عشرت خانه مشرب منه بیرون کلیم

حیرتی دارم که چوں قدر چراغ روز نیست
در برد بامی که آنجا بهله دست آموز نیست
دل نمی سوزد در آں آتش که مجمر سوز نیست
غیر شمع کشته مارا انجمن افروز نیست
حیف یک خیاط در واسطه موافق دوز نیست
تا شود روشن که وقت باده خوردن روز نیست
نسبت این جبهه بال آتش خاک در امروز نیست
بزم می هر شام هست و روزه سی روزه نیست

♦ ♦ ♦

دریا دلیم و موج به دریائے همت است
نقشی که هست بر تن مارا حصیر نیست

♦ ♦ ♦

پای طلب براه تو از کار مانده است
اشکم ز بس دویده ز رفتار مانده است

♦ ♦ ♦

هر رهرو از حقیقتِ این ره نه آگهست نتوان سُرغ کعبه ز ریگ سُر روان گرفت

❖ ❖ ❖

منم که گردِ ملال آبروی کار منست دگر به بیکی من بگو که گریه کنند
بجای رتم چو در ابر سفید باران نیست چه دجلهاست که در چشم اشکبار منست
به هر چه رود دهن آئینه دار می سازم زمانه منفعل از طبع سازگار منست
بسان سرمه و چشمند عشق و نجات سیه از و چه شکوه کنم زیب روزگار منست
هنوز کلمه من از مستاع به برگی چنان پرست که صد چرخه خانه دار منست
بسان ناله فغان را در آستین دارم کلیم نوحه سرای همیشه کار منست

❖ ❖ ❖

خاکش آب سیل سرشت از پی شگون روزی که دهر نمکده ام را بت گذاشت

❖ ❖ ❖

قد میکشد و لیکه فرو می رود به خاک آری نهالِ بخت مرا این نمابس است
رهزن بسیت تا بتوانی جریده رو سامانِ راه عشق همین خارِ پابس است

❖ ❖ ❖

سیار در آن کوئی با دوا نسیم پرواز به بالِ دگر می در پرکاره است

❖ ❖ ❖

تا چه خواهد بر سرم آورد کین باغبان از گلم آتش بخارِ آشیان افتاده است

❖ ❖ ❖

پست فطرت هوس گوشه عزلت نکند تا گدا بر سره نیست دلش خرم نیست

❖ ❖ ❖

پیامِ عالم بالا که محویش تشنه اوست ترانه ایست که با آبشار کشمیر است

۱. مگو؛ ب. ا. ج. بگو

۲. پر؛ ب. پرواز

۱. من؛ ب. ما

۲. سگون؛ ب. شگون

۳. دلرانگوی مابداد؛ ب. دران نگوی مابداد

بہ رشتہاںے دو زلفش کمانِ حلقہ بست دلا بہ بین کہ ببازوی ماکمالے ہست

ۛ ۛ ۛ

تمام کیست بعالم بہ بین کہ با آن فیض سحر بشمع مبارک اثر نیامده است

ۛ ۛ ۛ

تختِ آخر پے تابوتِ است کہ ز دریا بہ کنار افتاد است

ۛ ۛ ۛ

بہ ہر کجا کہ رود دیدہ می روم چکنم ز اشک یکسر ز بخیر او بیائے منت

ۛ ۛ ۛ

من کہ ہچوں ساغر لبر نیم آب از سرگذشت از کہ می ترسم کہ باید بے لب پیما سوخت

ۛ ۛ ۛ

در راہ فنا قافلہ دان اہل جہاں را دین ماندن دنیا ہمہ یک روز مقامت

ۛ ۛ ۛ

دامن از دامن صحراست درد کی گنج در سر کوی تو پائے کہ بسنگ آمدہ است
نیست چوں جامہ اربابِ جنوں چاک ہزار تنم از پرہن پوست بہ تنگ آمدہ است

ۛ ۛ ۛ

از سر نو قسمتی باز نخواہند کرد خار بیامی رسد گل بر افتادہ است

ۛ ۛ ۛ

دل از شکستہ بائے و ز سرکشی گلبن چوں نقش پای آخر بر خاک آشیان بست

ۛ ۛ ۛ

مضاربے مطرب از رگِ طینور خوں کشاد در خاطرش کرشمہ ساقیِ خلیدہ است
بے دستِ مزدخار ز پائے نمی کشد ہمراہی زمانہ بایں جاکشیدہ است

۱: سلامت ؛ ج ، ب ، ز دریا ۲: ہزار ؛ ب ، ہزار ؛ ج ، ہزار

۳: پائے در ؛ ج ، بالے وز ۴: بیت زاید از نسخہ ب نقل گرفتہ

۵: ب ، خون ؛ ج ، چوں ۶: بے دست مزد ؛ ج ، بے مزد دست

هر کس که تیغِ جدستِ طبعش برنده تر اول زبانِ دعوی خود را بریده است

♦ ♦ ♦

امید کام یافتن از روزگار ها عطر گلاب از گل اختر کشیدنست

♦ ♦ ♦

هر گلی که رشته گلدسته گرد پای بند بیج و تاب غنایب رشته بر پا روشنست

♦ ♦ ♦

چشم پوشیدن ز نیک و بد چراغ دیده است روشنی دل را ز نور دیده پوشیده است
با که گردون سازگاری کرد تا با کند بر مراد دیده هرگز آسیاگر دیده است
سرور ادانی چرا آزاد میگویند خلق ز آنکه دامن تعلق زین چمن برچیده است
گر قرض تنگست از بے رخی صیاد نیست صید از ذوق گرفتاری بخود بالیده است
گر بصرای مرود در سر بد ریا می کشد میل راه برو بحر از اشک من پریده است
جامه لایق بآن دستار عریانی بود بر سر هر کس که دستار جنون پچیده است
چشم خود را بایش دادن ب مردم عاریت هر که خود را لایق بالانشینی دیده است
با چنین همت که جان بخشی بعالم می کند حیرتی دارم که آن لب خند چون ز دیده است
دیده دارم که ویران گشته از یک قطره اشک خانه چشم تو کوئی از گل نم دیده است
دیده بے دل چنان از زخم می ترسد کلیم چشم داغ من ز مرهم آن چنان ترسیده است

♦ ♦ ♦

مانه تنها میگذاریم از غم بخت سیاه هر کجا روشنند لے دیدیم شمع این شبست

♦ ♦ ♦

حاصل شب زنده داریهای تو دل مردگیست خواب بخت ای دیده بهتر باشد از بیداریست

♦ ♦ ♦

جزو جزو من جدا آشفته هر جزو اوست گوچو من دیوانه مجنون تمام اجزایکست

♦ ♦ ♦

بُزِ خاک کوئی دوست که نتوان از و گذشت از چاکِ سینه بستنِ خونم دو انداشت

♦ ♦ ♦

در عشق دست و پائے ازین بیش میزدم آن دست ماند بر سرو آن پائے در گلست

♦ ♦ ♦

وقت رفتن دل از آن برداشتن دشوار نیست گوشه دیرانه از ملک سلیمان بهتر است
بختِ سیاه بر سرِ معراج کوتهی است از موی زنگیان طربم تا رسا تر است
آن جا که کار تیغ زبانِ خموشی است هر کس لب از سوال به بندد گدا تر است

♦ ♦ ♦

عفا و دنا جفت بنودند از بهر چه این هر دو بیک جا مکان یافت
هر تارک دنیا شناسائی جهان است عفا بحقیقت خبر از کارِ جهان یافت

♦ ♦ ♦

آئینه دار روی دلش جانب ریاست آن را که پشتِ کار به از روی کار نیست

♦ ♦ ♦

براهِ شوق که پُر هم گشت سالک را شکسته پای تو دایم دلا بخواب چراست

♦ ♦ ♦

یک هوا دار از خطش بر جانماند آخر چرا یک گلستان خار را یک خار دامگیر نیست
یا زبانِ شمع باشد یا زبانِ من کلیم آن زبانی کاشنای شکوه تقدیر نیست

♦ ♦ ♦

چشم پوشیده ما بر رخِ دل دوخته است که حجاب از نظرش بسته به دریا باز است
یک سرو گردنی از خاکش مذلت باله بهتر آنکس که تو ابنائے زمان ممتاز است

♦ ♦ ♦

آبرو دارم زمینِ عشق هر جسامی روم به رخِ پروانه کس در هیچ مجلس در نه بست

گر نه اثر ربط سسری با کمر اوست
هر ذره اگر گرم طلب نیست وری راه
این کوه غم بر دل از آن موی میان چیت
در بادی سرگشتگی ریگ روان چیت

❖ ❖ ❖

می رساند خوشه اش خود را با بار از شوق برق
در ره عشقت که دارد پیش و پس را صد خطر
پیش ساغر شیشه گردن کج کشد دانی چرا
بوی خون باید شنید آنکه قدم در ره نهاد
مرزع امید ما از بسکه عاشق آفت است
پیش رفتن پر خطر و پس نهادن جرات است
یعنی از گیرنده بر بخشنده جای منت است
نیست سودی با سفر در راه اگر امنیتیست

❖ ❖ ❖

پایه دوان بود نزد یلیمان با منند
خار سزاوار جز بر سر دیوار نیست

❖ ❖ ❖

حیات هم بسر آید چو رزق خورده شود
چه نعمتست که در کام پیر زندان نیست

❖ ❖ ❖

تمتعی نبرند اغنیاء ز نعمت خویش
که باغبان نشناسد که سیر گلشن چیت

❖ ❖ ❖

عمر دلم که هم سفری کرد با سر شک
آگه نشد که منزل این کاروان کجاست

❖ ❖ ❖

ربط غص یا شعله چپان ترا ز نیم باش کو
زخم صید مدعا کار می نمی باشد کلمیم
یار اگر بدخوست قرب مدعی جانگاه نیست
لحنت دل گاهی که پیکان خدنگ آه نیست

❖ ❖ ❖

ز آفتضائے طالع و اثر دن و بخت پست ما
آفتی در راه ماگر هست غیر از چاه نیست

❖ ❖ ❖

در دیده و دلم بنود اشک را قرار
طفلی که شوخ طبع بود خانه دشمن است

له (جرات است) ب: حیرتست
له (کنند) ب: نهند

له (ارامتست) ب: ارج: اگر امنیتیست

حشمت خراج باده ز میخسانها گرفت
آئینه راز پر تو غورشید رو نداد
دل را فریب کام نیفکسده در بلا
در خاک گرفتشت چو ماکي بنون طپد
چشمی که شد ز حریت لعل لببت سفید
از الفت قدیم که دارد یاسین کدفت
مستی ز چشم تو نبود خوشنما و کمر
در صیرتم که حال نقیران چه می شود
منت ز دستگیر کشیدن کشنده است
هر دم کلیم ساقش سودا درو فتاد

♦ ♦ ♦

زلف توباج مشک ز چین و خطا گرفت
تابی که چهره تو ز آسب حیا گرفت
در دام عشق پیشتر از دانه جا گرفت
نقش قدم کجا بر هست جای ما گرفت
چون چشم داغ من ز نمک تو تیا گرفت
تیر تو استخوان مرا از هما گرفت
رویت ز خط چو ماتم اهل دفا گرفت
حرص غنی چو کاس زر دست گدا گرفت
شفق آن چنان خوشست که نتوان عسا گرفت
مانند شمع در شب که این زلف جا گرفت

بے آه سرشک من روان نیست
تن گشته ز درد بسکه لب ریز
دارد در تاب زلفش او را
از غارت عشق خانه پرداز
چون دیده دام باد بر خاکش
تم شیشم ز درو نیست خالی
ما گریه ز شمع یاد داریم
مرگی که مانند از تو چسبند
راز تو کلیم چو بپوشد

♦ ♦ ♦

هوای کشید روز زاهد خشک اثر نگذاشت
که زباده دست کشیدیم ابر تر نگذاشت

له ب : صبا : ع : حیا ۲۵ ب : کف : ج : شب

که این و نزل بالا از نسخه ۱۹۲ ب ۱۹۴ نقل شده است
که این و نزل شمس و ندارد از نسخه ۱۹۴ ب ۱۹۵ نقل شده است

دلہ بہ لالہ ہواے قدح ز سر نگذاشت
تواں بہ بیچ تنی تاب آں کمر نگذاشت
کہ صد ہوس را بر روی یک دگر نگذاشت
نبرد خواہش تاخشت زیر سر نگذاشت
بہ باغ گیتی یکٹ نخل بارور نگذاشت
کہ قیمت کفن و مژدہ فوحہ گر نگذاشت
کہ تاج زر بر سرش دہتر احمر نگذاشت
اثر ز غمکدہ اشک اشک بے اثر نگذاشت

اگرچہ کاسہ ستان شکست بر سر من
کہ دیدہ است ضعیفی بایں تو انانی
کہ دید روی ترا اے بہار گلشن حسن
کسی کہ گشت فراغت شمار گوشت فقر
ہنروران ہمہ رفتند با غیبان قضا
کسی گذاشت پس از مرگ نام نیک بدہ
بقائے دولت دنیا ز شمع روشن شد
کلیم ز نینسان بے خانمان ہمیشہ نہ بود

♦ ♦ ♦

بسان شمع مرا اشکٹ در میان نگرفت
کہ خاکم از قدم ہیچ کس نشان نگرفت
خوش آں رسیدہ کہ الفت باین و آں نگرفت
چنان گرفت کہ آتش بہ نیستان نگرفت
مراد جان و جوانی ز آسمان نگرفت
دلہ کہ غیر سر انگشت در وہاں نگرفت
چو ہرگز آتش عشقت نہان ماں نگرفت
براست بوسہ براں خاک آستان نگرفت

کدام شب کہ ز ہجر آتشم بجاں نگرفت
رمیدہ ام ز گرفت چنان بہ ہمت فقر
علاقہ بدن و جاں دوستک راہ وفاست
بہ ہمت و بودرگ و ریشہ من آتش شوق
کسی کہ تلخی منت چشیدہ ہمت او
ز خوان نعمت دنیا چہ بہرہ دارد
تو قدر دیدہ گریاں چہ دانی اے نا صح
سرے کہ خدمت فراق او نکو و کلیم

♦ ♦ ♦

کہ پیر را بشراب انس طفل با شیر است

زماں بے غمی کو کی چستان پر گشت

♦ ♦ ♦

دولف و

پر تاسٹ مدہ بہ زلفٹ و بگذار کین فتنہ شی ز پانشیند

♦ ♦ ♦

زین بخش آب و تاب که روی تو برده است جز گرد ووی کار با خنک نمی رسد

❖ ❖ ❖

نتوان نار صبح عریانی مارا پوشد راز پنهان نشود چوں به ملا می افستد

❖ ❖ ❖

بنگر بجز و نارے من گر نه دیده آن آتشی که طرح کشش بوریاشود

❖ ❖ ❖

مجلس تہی ز غمیر شد و ما ہماں خموش رہنر نماند و راہ سخن و امنی شود

❖ ❖ ❖

ز خلق کسندہ دماغی چگونہ بر تا بم بایں دماغ کہ از بونے گل ز کام کسند

❖ ❖ ❖

راہ عشقت این کہ خارش را بود از دیدہ ننگ دل بایں شاد است کاسی بی ز خار پانندید

❖ ❖ ❖

بایں روش اگر از دیدہ نہاں گردد بغیر نام کمر در میاں نمی ماند

❖ ❖ ❖

ارزاں فروخت اشک متاع تکیب ما کالاز دست طفل توان رایگان خرید

❖ ❖ ❖

تبیخت کہ هست تشنہ بنجہ نم عجب دار از شوقی مور جو ہرش از پرہ بر آورد

❖ ❖ ❖

در برہ عاشق دیوانہ بہ فتوای جنون نگر ہمہ جا مہ کعبہ است دریدن دارد

❖ ❖ ❖

برات روزی چشم نوشتہ اند بہ دریا از اں زمان کہ خط موج را بر آب نوشتند
نگراہل معرفتی نور جوی سطر بیابی کہ نسبتی بود آنہا کہ در کباب نوشتند

❖ ❖ ❖

لہ لہ "نشد" ندارد ؛ ج ، نشود

لہ لہ این بیت زاید از نسخہ ب نقل شدہ است ۔

آنکه گل را بجمال تو برابر گسیرد
روکشی بر رخ آئینه ز نگار کشد

♦ ♦ ♦

خطاب یافتند دیوانه دوزنجیره
ستم کشی که هوا دار زلف و کاکل شد

♦ ♦ ♦

سنگ از کف طفلان بخریدن چو توان خورد
دیوانه چرا ملک شب بیا بان نفرد شد

♦ ♦ ♦

حوص گدائے در بدری گنج می نهشد
گر قیمت ازل ز طلب پیستر شود

♦ ♦ ♦

نئے تائب کردارد و نه کوه سربنی
شخصت و هین قاضی اندام ندارد

♦ ♦ ♦

طفل اشکی که ندیدست بجز خانه چشم
حیرتم سوخت که چون راه بیا باں داند

♦ ♦ ♦

بهار عشرتم را خرمی نبگر که بخت اکنون
پی آرایش با غم گل از بازار می آرد

♦ ♦ ♦

چون عضا هر کس که باشد بهره مند از راستی
زیر دست خلق شد محکوم نابیتا فاد

♦ ♦ ♦

شوق هر کس را که سامان سرشکم داده است
خاک در چشمم اگر هم چشم دریا می شود

♦ ♦ ♦

در گلشن محبت نخل امسید عاشق
چون سبزه خط او پیوند با خزان کرد

♦ ♦ ♦

بخاک ساراں ربطیست سرفرازاں را
سواد رنگ ز همراهی غبار نکر و

♦ ♦ ♦

هزاراں خر زمانه بزد بر بام
و فی یک یوسف از چه بر نیسیا ورد

ز آسب دیده و خاکِ نعلت فلک مارا چها بر سر نیاورد

خاک دارد فلک از کاسه امید ریخ طمع غام از و آسب بقا می خواهد
گریه خاکستر دل را همه دزدیده به چشم بے رخت آئینه دیده جلا می خواهد

بچوب تاک بزن دست، باده گر بنود چو کار ضعف بپا مردی عصا افتد

همت حدِ خضری باید که همراهی کنند اشک ماسرگشتگان تابانی به داما می برد

تنگست راه پیش سبک شو که مردِ عشق سرا بجا گذاشت که نامِ نکو برد

هر بد از پر تو نیکان نبرد به سره که زهر می کشد گر همه از دست میجا باشد

همین پسند از زبانِ حال گوید شیشه ساعت که فرصت دال غنیمت دست بالا زیر می گردد

درون خلوت فانوس نیست جای دو شمع چو دل بعشق بود زنده جاں نمی باید
کویم بر سر کانِ نمک چسرا لرزد حساب بوسه دگر در میاں نمی باید

به نادان کار دانا مهر نیست دل بینا به نابینا بسوزد

تابکی سینه برد نور به هر زخم از پیش سپهر تازه گهی هم ز جگر می باید

بستر من چون نقش پای بایس نداشته
تن اگر بگذاخت از غم خوشش دلم
خانه دلبا اگر چه کعبه است
کعبه ام را نقش بام و در نبود
اشک مار را رسته گوهر نبود
ایمن از به آن چشم غارتگر نبود

♦ ♦ ♦

دیده ما چشم آهوا چشم جادو دیده است
دیده نابیناست تا در بند خواب دایم است
هیچ چشمی را باین سامان پرکاری ندید
کور گویم بخت را بچون روی بیداری ندید

♦ ♦ ♦

لباس عافیتی به سر دل نمی دوزم
که ابره در گرو آستر نمی باشد

♦ ♦ ♦

مار که تلخ کام بخت آفریده اند
اینست اگر زمانه و ابدانی او کلیم
غیر از لب پیاله مکیدن نمی رسد
هیچ آرمیدن بر مسیدن نمی رسد

♦ ♦ ♦

دامم از می اگر آلالشی دارد چه شد
پاره مومم بدست انقلاب روزگار
کس گریبان رانمی باید بدست او دهد
ز و نخواهم ساخت هر صورت که خواهد رو دهد

♦ ♦ ♦

بشکر مایه فقر تر زبان باشم
بغیر خاک مرا اگر چه در دهان بود

♦ ♦ ♦

از عدم ویر آیدیم این قسمت مای رسد
بخت ماگر نارسا افتاد زلف او رساست
کم نصیب است آن که در آخر بدینا می رسد
طره اش آخر بدست کوتاه مای رسد
در پناه باوه از آسیب دوران باک نیست
واعظ از افسون نخواهد توبه داد از می رسد
صد شکست از شیشه متان بخار می رسد
پا نخواهم خورد تا دستم به میشای رسد

که ۱: بداشت ؛ ج: نداشت

که ۲: نخواهد ؛ ع: نخواهد

که ۱: "پا" ندارد ؛ ج: پا

که ۲: اذن ؛ ج: اذن

که ۳: ترا ؛ ج: مرا

عشق اگر مهلت دهد هم تا بکی خواهد کشید
مردمی می زیبد الحق چشم بیمار ترا
چشم از مستی چه داند حال دلهارا که چسبست
خرمی در طالع چوں نیست پیوده است سعی
برز نخل آرزو هرگز نمی چسبستی کلیم

شمع اگر بسیار مان یابد بفروای رسد
خود باین حال و بحال خستگان وای رسد
کنج کاویهای شرکانت باین می رسد
خس نخواهد سبز گردید اربد ریای رسد
در چه فصل این میوه خام تمنا می رسد

❖ ❖ ❖

شانه روکش کرده ز نقش راه پاک قد اوست

ز آرزوی قامت او این الفهای کشد

❖ ❖ ❖

ریض را چو عیادت کشت روا چکند
چو شانه نوبت چاکم بسینه افتادست
گر فتم اینک سر بهتم ز چرخ گذشت
بدیده کاسه همسایه دال اگر نهد
میرس حال دل آندم که در حدیث آئی
به هر نواله گرم استخوان دهی اے بخت
کلیم شکوه ز توفیق چند شرمست. بار

کسی به پیش یک شهر آشنا چکند
بدست شوق همین جیب یک قبا چکند
کسی به کوتاهی بخت نارسا چکند
دو شیشه خون جگر با خمار ما چکند
کریم چوں گهر افشان شود گدا چکند
تو خود بگو که درین قحط پس هما چکند
تو چوں برده نه نهی پای رهنا چکند

❖ ❖ ❖

هر چه از عمر سفر کوتاه شد یارب که بخت

مایه افسردنی شبهای وصل ما کند

❖ ❖ ❖

نفاق پیشه گران بر دل کسی کم شد
کسی که موم صفت چرب و نرم شد ز نفاق
بدانش آنکه سراید بکس طرف نشود
که همچو آئینه در دهر خود نمائی کرد
ز خلق غیر تری سر او نمی دانم

نگفت حرف حق و دلتشین عالم شد
به مجلس غم و شادی چو شمع محرم شد
دگر طرف شده ناکرده بخت نازم شد
که آون منتظر کلفت و مادام شد
چه آسب بود که داخل بخاک آدم شد

غروبِ حُسن چه پروای قتل ما دارد
 نمی توان چو نفس یافت در سراپایم
 که آفتاب نه گوم از برای شبنم شد
 ز تیغ جور تو زخمی که به زمره هم شد
 که هر که از سرِ فلسی گذشت حاتم شد
 پو ترک آن نتوانست کرد و اکرم شد
 زبان که تیشتر دشمن تراشی است کیم

ردیفش

هلاک غیرت آن سالکم که سوخت ز رنگ
 براه دید اگر جاده را ز خویش بر پیش

بادۀ روز آتش و هرنگ دشمن دشمن است
 مگر حکمی منکر می در شب مهتاب باش

♦ ♦ ♦

جهان را آن مودم تلخ شیرین بیم دایش
 حیات جادواں را غیر کلفت حاصلی بنود
 نیر ز دشت عیش برنج دیده وادیش
 همین مرگ عزیزاں دیده خضر از عمر جاویش
 درین مینا نه یارب ساغر ما را چه پیش آید
 اگر گلگون نباشد اشک می آید ز دل بیرون
 می خواب حسرت می شود در جام جمیش
 بسا طفل غمگینی که بنود جامه عیش
 که گردد چتر سلطانیست بر سایه بدیش
 بهار آمد که گرد باغبان را نخوتی حاصل
 کسی را شوق در راه تو به نشاند که به نشینی
 اگر بر دیده اش براه باشد چشم امیدش
 ندارم دیده لایق باین دیدار می خواهم
 که گیرم عاریت از چرخ چشم ماه و خورشیدش
 می چسپید زیناں بر مریداں و هوا داراں
 کلیم از دل اگر می بودی رخ شهر تجریدش

ردیفم

از برای چو منی الفت تیر تو گذاشت
 می کشد این همه دلجوی پیکان توام

از انقلاب دوران هر درد بر سر آمد
 ناچار در نیم چرخ من صاف در نشینم

♦ ♦ ♦

چون جام درین میکده از دست حریفان / خون می خورم و زهره فریاد ندارد م

♦ ♦ ♦

سای دریا می بے دادم که پایم پس ز رفت / این قدر که موج زخم بے محابا دید د ام

♦ ♦ ♦

جنس که خود بره سیل برده ام / دارد روایی ز قضا نارد ایم

♦ ♦ ♦

از نظر خاں بود آن جمیعت و طرح غزل / با که دیگر زلف معنی را پریشان می کنم

♦ ♦ ♦

از به ائے کلفت من سیر یک گلشن کم است / از گلستان چون برایم زده زندان می نهم

♦ ♦ ♦

رخت صندوق به تابوت نخواهد گنجید / هر چه بان خود نتوان بر دزد خود دور کنیم

♦ ♦ ♦

بسکه راه تا امید را مکر ز رفتن ام / چشم اگر بر هم نهم این راه را سر می کنم

♦ ♦ ♦

دایم فتاده ایم ز هر جا که عاجز نیست / تا غدر لنگ نیست از و پانمی خوریم

♦ ♦ ♦

چرخ اندک بخش گوهر که مراد من بدو / نقش کم نه نشسته بهتر هیچ در هم نیستم

♦ ♦ ♦

ذاتی تلخ پوش شیرینی قناعت یافت / چو طفل گل خورم و خاک را شکر گیرم
شوم ز می چو فلک سیر که کسب خود را / به چرخ پس دهم و اختر دگر گیرم

♦ ♦ ♦

ما طفل کردیم و سبق نامه ای دوست / صد بار خوانده و دگر از سر گرفته ایم
چون دام بر گرفتن ما بهر داد نیست / گیرنده ایم و اسم طمع بر گرفته ایم

♦ ♦ ♦

در آتش چو شعله آوار و دود نیست گر آتش بدلی زنی از جا نهان کنم

♦ ♦ ♦

بعد کام درین دشت طالعی دارم که غیر رخنه نیفتاده است در دالم

♦ ♦ ♦

چون نباشد سبز نه گلگون رخ سبزان هند کم ز ابر دیده خوں در پائے شاں باریده ام

♦ ♦ ♦

خوش آن غیرت که بے خود جانب دلداریم خوش آن خلوت سراگر اتحاد حسن و عشق آنجا
وداع پابراه او پرو بالست سالک را کز دل گر گلستان در دالم باشد نمی بینم
به عزت عادت دارم که گم از گوشه خلوت نشانش را ز خود چوں یافتم در جستجوی او
و گر تقریب رفتن چوں به بزم او نمی دیدم گوی شور جنون از عقل با خود اینقدر دیدم
کلیم از یاد کس رفتن اگر در دست من بودی

♦ ♦ ♦

منظر گشت گیم همچو جام آئینه صورت حیرانیم

♦ ♦ ♦

عشق یک صورت ندارد تا توان او را شناخت قطره ام چوں گریه زور آورد دریا می شوم

♦ ♦ ♦

تا بر رخ او نظر نگذردیم از دل همه را بدرنگ ندیم
شمیر ستیزه نیز تر شد هر چند که ما سپر نگذردیم

له ب : بکوی له ب : نمی دیدم ؛ ل : نمی دندم
له ای غزل زاید سخا ندارد و از نسخ ب از ورق : ۲۸۵ ب نقل شده است -

هر جا رسمیست برنگندیم
تا چشم بر آن کمرنگندیم
دل بر سر نیست رنگندیم
این کار به نوحه گرنگندیم
هر چند که بال و پر رنگندیم
خاک از انمش برنگندیم

تا رسم دره جنون گرفتیم
صبر و طاقت کز نه بستند
شرکان تو عار داشت از ما
کوفتند آه و ناله ما را
پرواز یلند کم نه کردیم
بر فرق کلیت سار گل کرد

♦ ♦ ♦

چو قوت یافتیم تخیل ملکش آن زوا کردیم
چه طفلان را باین امید از کتب رها کردیم
دم خوش بر نیارد در دل هر کس که جا کردیم
هولے سر بلندی راز سر روزے که وا کردیم
ز غیرت استخوان رآلخ در کام همسا کردیم
باین زودی عیبت خود را چنین بیست پا کردیم
باتش التجا بردم از و کسب هوا کردیم
گریبان را دمی کز دست بیتابی رها کردیم
ازین ناسازگاری طالع بد را دعا کردیم

ز پر هیز قناعت در دستم را دوا کردیم
بیرکوی او تا باز شد پای سر شک من
درین ماتم سراچوں من دگر کلفت پرسی کو
دمید از کرسی زانو سرم در خشت بالین هم
قناعت کرده تا طعم به بیج از فتوی هست
بخون دل بسی می بایدیم دیگر شنا کردن
مراد دوزخ بحر تومی سوز که گرز آنجا
میانخی ضعیف در میان پامال گردیدیم
نیم نمون نجات بد کلیم از وادی کای

دولفان

تیره روزانیم ما را انصت طالع یکیت از شکست زلف زینیاں شد در جنگ من

♦ ♦ ♦

جُدائی از غم زلفت دل به صبر و طاقت را بسی مشکل بود چون نفلس از هندوستان رفتن

♦ ♦ ♦

گرچه مورم ولی آن حوصله را هم دارم که به بخشم بود از ملک سلیمان از من

♦ ♦ ♦

بسی تویشتن هرگز نکودی نیک نجت ایدل تمام عمر اگر بال بها خواهی بسر بستن

♦ ♦ ♦

بیشی از خواهی به هر پس مانده همراهی گزیں
در ره عصیان هم ای دل همتی باید بستند
روز از خجالت بگناه انجا که شب مهان شدی
عزبت ای خانه را لایت نباشد هر چراغ
پاچو از در ها کشیدی گنج در دامن بیاب
تا نمائی از گرانی نا امید از جذب تلخ عشق
گر درون لبریز نشتر باشد از نیش خلق
پادشاهان با نزاکت بار عالم می برند
رهبر عامی کلیم از وی عصا بهتر بود

سر بلندی بایدت دیوار کو تازی گزیں
بهتر از شیطان رفیق راه گمراهی گزیں
گر غیوری شیوه شمع سحر گاهای گزیں
از برای کعبه دل شمع آ گاهای گزیں
دیده از دنیا چو بستی هر چه می خواهی گزیں
از درون جانگاہی از بوی رخ گاهای گزیں
لب به بند از شکوه کس مشرب ماهی گزیں
بار بر عالم گذار و فقر بر شاہی گزیں
در طریقت مرشدت گروست گمراهی گزیں

♦ ♦ ♦

دستگیران را ز بس چرخ زبون کس دشمنت
در هوای شمع رویت ای چراغ دید با
هر کجا خالیست در پائے عصا خواهد شدن
بر تن نانوس پراهن قبا خواهد شدن

♦ ♦ ♦

فلک جام مرادم کی دهد گر آید از دستش
برد پیما نه داغ از حد از دست من پیروں

رولیف و

در هر چمن اگر گل رنگین نشان کند
باراں کی کند نقطه انتخاب او

رولیف ه

از کعبتین رنجش در نزد بی گرو چیت
چون مطلبی نداری بد کرد کو ستاره

♦ ♦ ♦

له	لاهی دل ؛ ب ؛ ج ؛ هم اے دل	له	ب ؛ ج ؛ حرمت
له	له ؛ خویش ؛ ج ؛ عشق ؛ ب ؛ شوق	له	له ؛ می کشند ؛ ج ؛ می برند
له	ج ؛ بند	له	له ؛ نزد ؛ ج ؛ نزد

از دست هر چه رفته گم کرده بارے از دل و ایافتست هر کس گم کرده را بخت

دو لیلی

مگر بود کامروائی ز تو بس بگر فتنی داخل قرض شمار آنچه ز دنیایابی

دل مارا به جگر نادک دل دوز تو دخت بر جگر هم پس ازین حق طپیدن داری

بوصف مورسیلیمان جناب من که بگویم چگونه بهر سیلیمان کنم تلاش شنائی

تاب کمر نیر دست تاب دتوان صبرت زین غم خبرنداری درد کمر نداری

کمان قامت تو گوشه با بنجاک رساند طریق راست چو تیر خطانمی گیری

تو کی بر حرص خواهی چار تبکیرفت گفتن که هر جا چار را ہی بنگری خواهی گدا کردی

رباعیات

نه از گریه است ضعف چشم نه ز درد این پرده بروی کار بجشراں آورد
هر خانه که صاحبش سفر کرد از آن ناچار درد غمبار به نشیند و گردد

اسبت که حنا زین فسنائی تن اوست کوهیست که لاله زار در دامن اوست
نی نه غلطم که آسمان دگر است وز رنگ حنا شفق ته پر اامن اوست

حسب

قصیده در بهجت نوروز

در مدح ابوالنطفه شاه جهان بادشاه هندوستان

چنان که مقدم نوروز شد طراوت عام
اگر ز عالم بالا نوید رحمت نیست
زمانه از رقم سبزه بر صیف خاک
چمن ز یک نیم باران رساند سبزه بابر
ز رقص برق بود ابر گرم در پاشی
ز بسکه چوب قفس را هوا علایم کرد
ز چرب و نری این جوهر هوا چه عجب
ز بسکه شیشه رطوبت پذیر شد ز هوا
مُرود محفلستان مگر دمی شنود
شگوفه پرهن تر بشاخ اگر چه فلکند
ز بسکه برق شب و روز در کجک زدنست
ز حسن تربیت بر شگال نیست عجب
بلفظ خار بگردد اگر زبان مسلم

که سبز گشت هم از آب تیغ چوب نیام
بخاک این همه باران چه می برد بیخام
سند نوشته که از ابر می ستاند دام
بسرعتی که کسی پس دهد جواب سلام
نه رقص او شود آخر نه این نثار تمام
به پیچد از طیش مرغ همچو حلقه دام
که مغز روغن گرد و دود بخت دام
اگر ز باده خورد صدقه افتد از اندام
نهاده ابر به هر خانه سینه بربابام
ندید پر تو خورشید را درین ایام
نگاه داشته پیل سحاب را ز خرام
که خار پشت شود همچو گل حسه بر اندام
وماغ خامه کند نکبت گل استشام

صفای خاک بر نوعی که آتش از دل سنگ
بساط سبزه در و دشت را تمام گرفت
باین که در زمین ریشه زپاشنه برد
شود ز لطف هوا بر تنش تبای حریر
جهاں زیر تو دلهای بے غبار افروخت
کسی که چین چین خط سرفوشتش بود
چمن خوشست و گر گلشن و گر خواهی
بیا بدرگه شاهنشاهی که از در او
جهاں بدولت شاه جهان قرار گرفت
بصارتش نگرد از حجاب تن رنج جان
بدست قدرت صاحب قران ثانی داد
کمال فطرت ذاتی رسیده تا حدی
زد کنشینی پیوسته صیت شاهی او
ز سر برهنگی آفتاب روشن شد
بروز عید جلوسش به تخت پادشاهی
به بخت تخت ولی رشک می برد منبر
بعهد شاه زیب فتنه گوشه گیر شد است
نمی گذارد و محراب پیشت بر دیوار
رواج شرع بحدی که در قلمرو هندی
اگر گیاه کند دعوی طراوت خویش
بغیر اذن بگلزار اگر صبا بوزد

فروغ داده چو از شیشه باده گلغام
زمین تمام زبان شد بشکر نعمت عام
شگفت غنچه گل میخها و ریخت تمام
درین بهار گنه گار اگر کشند بنجام
چنانچه شمع کساد است در قلمرو شام
ز انبساط زمان هرزه خند شد چون جام
که باشدش به ازین فیض دلکشای عام
شگفت غنچه گل میخ بر رنج ایام
بدان مثابه که بیمار نیست بے آرام
فراستش بدر دل برد پی الهام
زمانه نیزه خورشید و خنجر بهرام
که حال شخص تواند شناختن از نام
خورد بگوشش بدان سان که بوی گل بمشام
که بسته بهر طواف حریم او احرام
اگرچه خطبه و منبر رسیده اند بکام
چرا که قسمت منبر نمی رسد جز نام
برون نمی رود از خانه چو زبان زکام
ز بسکه تقویتش ضعف برده از اسلام
زمین تشنه نخورد آب را بماء صیام
بآفتاب ز دار القضا رود اعلام
بروی بوی به بسند در دماغ نکام

زبس شباهت ظالم بدست در عهدش
تو جی که بدرگاه کسب ریا دارد
بود نشانه تنخیر هفت اقلیمش
ستوده شیوه دینداری و جهانداری
بود درازی زینت قبای عمرش را
مدام تا که دید آفتاب بعد از صبح
مباد پیش و پس دولت ترا تعین

نخل ز پیچ خود گشته شخص شیر اندام
نهد بدرگاه او جبهه خواص و عوام
نهد بسجده حق بر زمین چو هفت اندام
نموده جمع بهم چون دو باده در یک جام
چنانچه هست خوش آینه اختصار کلام
همیشه تا که نیاید چراغ پیش از شام
بان آخر اعتداد و اول ایام

در تهنیت نوروز و عید مبارک رمضان

و اورنگ پر جلال پادشاهی

نخستین مقدم نوروز و غره شوال
به بزم عیش و دو جامست در کف ساقی
ز روزه خشکی زاهد فرو ده می باید
مگر تلافی سی روزه تشنگی بکنم
می دو آتشه خوش دلی زبس پیدا است
فکفت غنچه، مرغم کشود و روزه گذشت
ز روزه طفل هوا و هوس بمکتب بود
و نور عیش پیدا است از در آمدگار
ازین هدایت خوش حُسن عاقبت پیدا است
شب وصال بر آید ز عید کُتای

فشانده اند گل عیش بر سر مه و سال
ضرورتست بلی این دو عید را دو هلال
برای دفع میبوست دو جام مالا مال
کشاده ام بر ساقی دوست را بسوال
بآن رسیده که داخل کنیم آب ملال
و گر چه بهتر ازین خواهی از محول حال
رسید عید و زمکتب را باشند اطفال
ازین بهار نمایان بود نکوی سال
چنانچه عاقل آسوده شد ز فکر مال
زبس رسای عشرت گرفته است کمال

۱ درج : این لفظ نیست

۲ در، و، در ب، ج، در

۳ در، ج، خوش آینه، در ب، ز آینه

۴ در، اعدا، در ب، ج، اعدا

۵ ل، چو گلهای عیش بر سر سال، ب، چه گلهای عیش بر سر، ج، گل عیش بر سر

۶ ج، تند است

۷ ب، سال

۸ در، پیدا است، در ب، ج، پیدا است

۹ در، عاقبت، در ب، ج، عاقبت

مسافری کہ سوئی کشور وجود آید
 ز مویاے اصلاح در زمانہ ما
 ہلال دار نباشد دور و دور مایکان
 زمانہ راہ تنزل ز ہر طرف بستہ است
 بہار آبی بر روی کار خاک آورد
 جہاں بہانہ طلب گشتہ بہر سبزی
 عروج نشو و نما میں کہ ہنچو سبزہ خط
 منو کھترہ تہ ہنچو آب فوارہ است
 صفای خاک بنوعی کہ ماہی اندر آب
 شگوفہ سیم نشان بی نیم تحریر کی
 بدست رنگ ز نو بہار در یک خم
 برائے سبقت بیرون شدن شگوفہ و برگ
 ہوائی ابر چنناں نرم کردہ آہن را
 ز امتزاج ہوا آتش انچناں سیراب
 رطوبتیت زمین را کہ دانہ در تہ خاک
 دریں بہار گنہر گر فرشتہ بہ نوید
 زمانہ ز اں ساں قانون اعتدال نواخت
 ہزار آید بر آید نشاط تغیرش
 ہلال دل خوشی اہل اکبر آدم
 ہر چشم مردم دار الخلافہ عید نویست

رسید کو که صاحبقران ثانی را
 بهار آب رخ خود فروخت تا که خسید
 غبار نعل سمنش بدیده که نشست
 ز فیض مقدم شه چون آب حیوان شد
 ز رشک جودش ابر از وجود و لگیر است
 کفش کشاده چنان کاب دستش از بخورو
 به بزم جود مقدم نشین شاهان است
 کسی که دست به فلسی نداشت از کمرش
 که سخاوت چون سیل سر بسر تعجیل
 ز بیم نهیش بے اذن در نیارود شد
 ز پنجه شیر بعهدش نشان خون شکار
 بود مناقب ذاتش ز مدح مستعنی
 جهان بعهدش ز انصاف انچهان پُرشد
 قضا نهان خود از رای او نمی پوشد
 چنانچه شاه جهانست سایه یزدان
 بوصف تخت مرصع گهر فشان شده ام
 هزار سیلان یا قوت و صد بدخشان لعل
 فتاده پر تو یا قوت و لعل بر الماس
 زمر و کهنش تازه تر ز سبزه نو
 طلای تخت شدی آب آتش یا قوت
 به پیش نقش و نگارش بهار باغ ارم

ز گرد لشکرش ای آسمان بخوش بهال
 غبار راهش از توتیا فروش شمال
 نشست منزلت توتیا به صفت نعال
 چه خوش بسا حش آمد سفینه آمال
 بغایتی که زند خویش را به تیغ جبال
 بگفتگو یکتاید زبان بسته لال
 که بر عطاش تقدم نموده است سوال
 بریر پای در آورده مال چو پامال
 گسیاست چون تیغ کوه پُراهمال
 اگر بنحانه آئینه رو نه بد تمثال
 چنان بشت که زایل شد آل از چنگال
 کجوتران حرم را چه زینت از خلخال
 که در میان سودا نیافت جا دلال
 چون خسته که به پیش طبیب گوید حال
 بود ز عرش بریں نیز تخت او تمثال
 خدا نصیب کند عمر نوح و طول مقال
 بردنمائی گرفتست تا نموده جمال
 چنانکه عکس چراغان فست در آب زلال
 که اجستماع نقیقین را شمرده محال
 اگر نه قطره فشان میبشردی ز نعل لال
 نخل ز جلوه چو طاووس زنجیره دنبال

له درک : خون ؛ در ب ؛ چون ؛ ده ج ؛ جون

له درک : بخت ؛ در ب ؛ ج ؛ تخت

له در ب ؛ بخار ؛ درک ؛ ج ؛ غبار

له در ب ؛ درخواهد ؛ درک ؛ ج ؛ درنیارد

له درک ؛ ب ؛ زلال ؛ در ج ؛ ز لعل

توان ز آتش یا قوت او چراغ افروخت
 ندیده وصف توان کردنش که برق گهر
 اگر فروغ گهرهای او به یاد آرند
 ز فکر نقش و نگارش بکارگاه سخن
 به پای تخت خود آن کوکب گهر چو رسد
 ز آب و رنگ جواهر شد دست گلبدی
 بشکل کوه ولی پر حباب بخون دریا
 به قیمتش نرسد فهم جوهری هرگز
 بهاندارد و بیگره آنچه خواهی هست
 همیشه تا که بر آو رنگ زر نگار سپهر
 به تخت پادشاهی همچو قطب ثابت باش

که نه ز باد رسد آفتش نه ز آب زوال
 ز دور سوزد مرغ نگاه را پر و بال
 ز تیرگی بدر آید طبیعت جلال
 هزار رنگ بر آورد پر نیان خیال
 اگر برافسر قیصر رسد فستد بو بال
 ز گاه بهانش اگر گرده تخت پوش از شال
 حباب مختلف الوان مختلف اشکال
 چگونه کوه بسجد ترا زو مشقال
 ز شان و شوکت و فرو شکوه و حن و جمال
 نشسته خسرو سیارگان باستقلال
 نه بیند اختر جاهت تغیر احوال

در تهنیت عید وزن مبارک و فتح دکن در مدح شاه جهان و تعریف از عید وزن

گر دودل نشاط کودک از سر چنان گرفت
 آن کس که پیر زاد ز مادر ملال وار
 بوی گل جوانی ایام تماشید
 در کوی میفروشش ز ارزانی نشاط
 از شیشه استفاضة انوار می کند
 کاش که کوشش از کف توان گرفت
 خود را ز انبساط طبیعت جواں گرفت
 در باغ عمر ببل عیش آشیان گرفت
 هر تنگ دست کاند رطل گراں گرفت
 عالم تمام مشرب اشراقیاں گرفت

۱ در ب: آب در متن و "باد" بر حاشیه ۲ در ل: طابع؛ در ب: اج؛ طبیعت

۳ در ب: به پای تخت خود آن کوکب گهر چو رسید؛ در ل: اج؛ به پای این تخت آن کوکب گهر چو رسید

۴ در ل: رود؛ در ب: ج؛ رسد ۵ در ب: "فجسته" در متن و "تخت" بر حاشیه نوشته است

۶ در ب: سر؛ در ل: اج؛ کف ۷ در ل: آمد؛ در ب: اج؛ کاند

۸ در ل: عمر؛ در ب: دهر

اکنون، هجوم کام بود مانع وصال
 بلبل ز بسکه برگ نشاطش فراخ شد
 بخت و ستاره سرکشی از سر نهاده اند
 یک بخت خفته در همه عالم کسی نیافت
 دو ران ما چو چنبر دلف دایم عشرتست
 بنگ که در بهار چه گلهاش بشگفت
 زینسان که روزگار جوانمرد خوش اداست
 این روی تازه که جہاں را نموده رو
 صاحب قران ثانی کز حسن عهد او
 سامان عمید وزن مبارکش همی کند
 آمد هما بسایه شاهین او نشست
 دوران ز خوان حشمت شاهی بخش وزن
 از مرکز خلافت ازین یک سفر که کرد
 از یک کشاده بال ز شهباز دولتش
 تعداد قلعهها و فتوحات چون کنم
 پیر و جوان چو تیر و کمان از سپاه شاه
 حکاک تیغ کنند بر د نام فتح را
 مردون چو خاتمت در انگشت کنگرش
 چل قلعه فتح شد که یکی دیو گسیر بود
 ذان گونه مرتفع که اگر قلعه دار آن
 گوی ز اتصال حصارش با سماء
 کوتاه بود شعیر بلند دم ز وصف آن

گل پر شد انچنان که در گلستان گرفت
 گلزار در محوطه آشیاں گرفت
 شاید گلاب از گل انجم توان گرفت
 از بس صلا ی عمیش زمین ز ماں گرفت
 سامان عمیش بین که گراں تا گراں گرفت
 اکنون که دهر کار بهار اند خزاں گرفت
 تاوان عمر رفته توان از جہاں گرفت
 گوئی ز گرد مویک شاه جہاں گرفت
 گلزار دهر رونق باغ جہاں گرفت
 دوراں که جمله حاصل دریا و کال گرفت
 میزراں ز وزن تا شرف جاوداں گرفت
 ادراک ز فلک را یک بیرہ پاں گرفت
 شاهنشہ زمانہ زمین و زماں گرفت
 چندین شکار فتح شدہ کامراں گرفت
 ہر روز کشوری شدہ گیتی ستاں گرفت
 ہر جا قدم نہاد ز فتحی نشاں گرفت
 ہر قلعه را کہ ہمچون نگین در میاں گرفت
 آن قلعه کہ شاہ سلیمان مکاں گرفت
 کال را نمی توان بکشد و کماں گرفت
 راضی شود توان کماں از آسماں گرفت
 دستیت کنگرش کہ ز گردون کماں گرفت
 سطر بنیر پای سخن زرد باں گرفت

مرغ سخن ز دست اگر پر بر آورد
 کوهش ز چار سوی تراشیده آیدست
 هر کس تراشش خارۀ آن را نظاره کرد
 مگر کوه کمندن این بود و زخم تیش اش
 تحقیق عمق خندق آن گر کسی کند
 از رفعت خلیفۀ و در بگر سخن کم
 تا شد نظیر برای و پالکی سوار
 نصرت بر اهل انگی و تنگی گرفت تنگ
 در بحر شش کشتی نامش روان نشد
 از آنچه تا کتاره دریای شور رفت
 دریا بلب چو کاسه پر از شراب فتح
 دار الخلافه قلعه آن شد طلسم گنج
 این ملکها به تیغ گرفت و از تو خصم
 از غصه گرفتن این ملکها عدو
 تا فتح قلعه های حب است کار باد
 هر ملک را که از پی فتحش شوی سوار
 جاوید مان که کوکب بخت بلند تو

بر بام و صفای آن نتواند مکان گرفت
 تا آسمان تواندش اندر میاں گرفت
 انند تیشۀ انگشت اندر و هاں گرفت
 رو نیست بیستون که ز ناخن توان گرفت
 باید ز امتداد ز ماں ریسماں گرفت
 خواهد نفس بقالب شخص بیاں گرفت
 او بگیرد او سه راهمه در یک زماں گرفت
 تا آنچه الجزای خط ا ماں گرفت
 آن قلعه ها که حضرت صاحبقران گرفت
 پر کار فتح بین که گراں تا گراں گرفت
 از سیم اسب لشکر گیتی ستاں گرفت
 زین قلعه ها که قدرت از سر کشاں گرفت
 انگشت حسرتست که اندر و هاں گرفت
 گر آب خورد و در گلویش استخوان گرفت
 تا تیغ موج عرصه آب رواں گرفت
 گیری همین که دست مبارک غناں گرفت
 خواهد خراج عمر ابد ز آسماں گرفت

در تهنیت عید وزن مبارک و عید جلوس

در مدح شاه جهان و تعریف از بر خور و عید

باز از دو عید مجلس ایام گلشنست چشم طرب چو دیده پیمشان روشنست

درک : بیان ؛ در ب : ج ؛ سخن

درک : اد ؛ در ب : ج ؛ آن

درک : درج ؛ زین گنجا که قدرت از سر کشاں
 درک : ب ؛ زین قلعه ها که قدرت از سر کشاں

درک : "تا" ندارد

درک : چراغ ؛ درک : ب ؛ خراج

بر گلبهای خاطر عشرت نصیب ماست
عشرت چنان رساست که در گلشن^{له} مراد
عید جلوس و وزن مبارک یکی شد است
دلها کشاده بستگی نیست و ربود
صاحب قران ثانی شاهنشاهی^ه
هند و جهان ز روی عدد هر دو چون یکیست
از ابر خلق اوست که در بوستان دهر
نقش چنین چون نقش نیکی از درش نرفت
هوشش فریب ظالم عاجز نما نخورد
با خصم ناکش مدد بخشد چاره ساز
از شیشه شکسته تراوش نکردی
قانون ضبط ملک به هر سرزمین که بست
انجا که سعی کرده در اصلاح مفسدان
سر رشته مخافتش را کسی که یافت
گر سر بدانه طایر قدرش در آورد
جایی که اوج گریه دشهباز فطرش
پیش نفاذ حکمش باد سبک عمان
در بزم کون کرده تقدیم بر آب خضر
کف النصیب دانی بر اوج چرخ پلیست
شاهنشهبها ! تمام فتوحات تازه ات
بُت خانه نهشت جهاد است بملک هند

تا بیده آفتاب طرب از دور روز نیست
گلهای عیش بر سرم افزون زوامنست
دل را بر اوج عیش دو بالاشمین است
پیش خدا و سایه او دست بستست
کاقبال را ز خاک درش چشم روشنست
شه را خطاب شاه جهان^{له} زان مبرهن است
گلخن بفرق گل زده ماند گلشن است
آری نمی روند ز جای که مامنست
داند که ناله شاهد بیداد باونست
بیهوده چون ز راه گزر گرد رفتست
تا فتنه را بگوشه عزلت نشمین است
زنجیرهای جاده در پای رهزنست
آتش بسان باد هوا دار خرممنست
بی بود و تار زندگیش همچو سوزنست
گردون و انجش همه یک مشت از زنست
پرواز طایر فلکی چشم جستنت
بر جای خشک مانده تر از آب آهمنست
تا با چرخ دولست او ربط روغنست
دستی که کسریای ترا بار و امن است
مانند آب تیغ تو بر خلق روشنست
سرمایه بت اکنون دست برهن است

له درک : جهان ؛ در ب ؛ زمان

له درک : ظاهر ؛ در ب ؛ ظالم

له درک : گلشن ؛ در ج ؛ خاطر

له در ب ؛ زان مبرهن ؛ درک ؛ جهانی مبرهن

له درک ؛ ج ؛ مدد ؛ در ب ؛ بنود

در بحر ز مگاه که سر با حباب اوست
یکاله راه ملک بمای گرفتار
آن قلعهها به تیغ گزفتی که آفتاب
هر گنج گوهری که گزفتی ز سرشان
دریا بروز جود تو لرزد بخویشتن
شاه! ز دست همت عالم نواز تو
دریا حباب بر کف عینک فروش گشت
چون مدحتم با وج ثنایتی نمی رسد
تا بهره تر از و از قشمت ازل
خصمت همیشه سنگ حوادث نصیب اوست

بادیست تیغ تو که سر و تن بهم زلفت
طی اللسان ز وصف چنین جلدی الکنست
چون شمع نیم سوخته نزدش فرو تنست
افزون ز ضبط حوصله بحر منحنست
پوشیده نیست لرزش نوبت معین است
باناله بحر و با جگر خسته معدنست
کم مایگیش بر همه امروزد ثمنست
گر ختم بر دعا کنم این صفت منست
که سنگ و گداز و گهر و گاه آهن است
سنگشته را مناسبتی با فلاخن است

در تهنیت عیش و مدح میر حمله

در مدح روح الامین

قدسیان کردند مشق نام آن فرخنده فال
پادشاه کشور دانشوره روح الامین
بر فلک هر برگ او گردد زبان طعنه
چون بنون اسم او دارد مه نویسته
از فلک پیش از شب عیدار خواهد ماه نو
آسمان قدرا! مه نو جمله تن لب گشته است
زین خجالت کنز درت یک ماه روگردان شده
چون به بوسم دست در پایش ترا در روز عید
دست در پایش ترا امروز هر کس بوسه داد

شکل نوین بر لوح گردون نیک از هلال
آنکه از ضبطش مزاج دهر دارد اعتدال
گر بیاد رفعتش در باغ بنشانی نهال
زین شرف در نه فلک اختر نیفتد در و بال
سینه بازش نماید آسمان از بس هلال
غالباً بوسیدن دست تو دارد در خیال
جبهه دارد گنوں در زیر گرد و انفعال
می شود زین لبم زین فیض مانند هلال
در دهنش رشته دندان شود عقد لال

خصمت از هر روز عیدی می کند نبود عجب
 نام نیکویت جهان بگرفت گویا نقطه ایست
 ماستانده نباشد زان که نقص همست
 خامه اندر دست تو چون نامه از هم و اشود
 تا کند کسب سعادت از دور و دیوار تو
 از حروف حلقه دارش حلقه در گوش افکند
 جدا دیوان تو کز بهر جلدش در ختن
 لفظ بر معنی دلالت می کند و ز بس ظهور
 نقطه بر فوق حروفش همچو اختر بر سپهر
 خلعت الفاظ بر قد معانی و دخت
 گرز کلک سحر سازش نقطه گیرد الف
 بسکه مربوط اند معنیها بهم چون سلسله
 معنی از کلکت جدا بنود که اند بس الیتام
 چونکه دارد نسبتی باد فتر اشعار تو
 از پی تذهیب او خورشید را حل کرده اند
 آسمان افتاده در پیش تذهیب چون صند
 در ضمیرم هست معنیها ولی بس می کنم
 هاں کلیم از حال خود حسرتی نگونی زینهار
 تا جدا داند یمن را از شمال ادراک شخص
 دوستت دلشاد بادا همچو اصحاب الیمین

تا سر آید عمر او تعجیل دارد ماه و سال
 در میان حلقه نوش جهان بایں جلال
 نجات جان از عد و نگرنت هنگام قتال
 بستگی را خوش ندارد آن کف دریانوال
 بر سر جامت هما پیوسته بکشا دست بال
 گرنخواهم بیتی از دیوان تو بر اهل حال
 پوست را از تن بندگان میکند بیرون غزال
 در همه اشعار تو معنی بود بر لفظ و ال
 تحت الفاظش نقطه چون در تیره دریا لال
 راست همچون جامه کلک تو بر بالائی نال
 پشت او از بار معنی خم شود مانند وال
 جزوهایا بند بے شیرازه با هم اتصال
 ریشها در خامه ات معنی فرو برده ز نال
 دفتر گل رانیار در رو بهم باد شمال
 تا ز سر لوحش بسازند آفتاب بے زوال
 وز شفق شجرت در روی سوده پیرنگ آل
 کز پریشان گفتنم نگرفت صاحب رطلال
 تا دعا باشد کسی هرگز نگوید شرح حال
 تا نیز و عقل باشد دوست غیر از بدسگال
 بدسگالت خسته جان مانند اصحاب الشمال

۱۰ در ل : جدال ؛ در ب : ج : قتال

۱۱ در ل : ج : جامه ؛ در ب : خامه

۱۲ در ل : زد ؛ در ب : رو

۱۳ در ل : هستی ؛ در ب : ج : بیتی

۱۴ در ل : سازد ؛ در ب : ج : سازش

تعریف مسجد اجمیر تاریخ آن

تاریخ اتمام مسجد شاه جهان

ای سوادت در دل عالم سویداران نشان
من نگویم کعبه لیک این قدر گویم که هست
صفحه رخسار دیوار ترا تا دیده است
پر تو انوار تو چون عالم افسوزی کند
گمراهان را تا فروغت آتش منزل شده
از صفا و نور پاشی دیده عالم تو سینه
خانه فرشت ولی از جبهه پاسکان بود
از سجود جبهه نورانی اهل صلاح
گمراه صاحب خانه بروی قدرت خوراک
رایگان فیض سیمای را کجای قسبول
پادشاه پادشاهان را سزای لاجرم
شکل محرابت کمان بازوی ایمان بود
مسجد آرائیست می زبید انامش جبریل
داده ایمن حرمت اجمیر را فیض حرم
زین محل فیض هر حاجت که می خواهی بخواه
دست استاد قضا تا از رخامت ساخته

چون دل ارباب عرفان نور بر عالم نشان
جبهه او تا در عاشق سجده این آستان
تنگ آمد از اختلاط آینه آینه دان
صبح را گرد و نفس انگشت حیرت در دهان
گم نگردد در بیابان نیز راه کاروان
پیش و پس صفهای طاعت از تو چون شرکان
را احترام در تو فرش تازه افتد هر زمان
شد قضایت همچو صحن آسمان اختر نشان
چون توان گنجاند چندین فیض را در یک مکان
طاعت مقبول بالای فرستی پیش از آن
بر درت پیوسته باشد پنج نوبت از اذان
وز دعای مستجاب آماده تیر این کمان
خلوت روحانیان را شمع باید بے دخان
سر نوشت ساکنانش نیز جز خط امان
می توان صد دسته گل بست از یک گلستان
رو سفیدی ابد آماده شد از بهر کان

۱۰ ل: رخسار دیوار؛ ج: دیوار رخسار

۱۱ ل: آمد ز؛ ج: اندر

۱۲ ل: انوار؛ ب: رخسار؛ ج: دیوار

۱۳ ل: عیان؛ ب: ج: نهان

۱۴ ل: ای؛ ب: ج: شد

۱۵ ل: سزای؛ ج: سزائی

۱۶ ل: داده ایمن حرمت جبریل؛ ب: دادا ایمن حرمت اجمیر ۱۷ ل: شد؛ ب: ج: گشت

بحر پاکان^۱ تا در اجر این بنا گم دو شریک
می توان کردن وضو از آب سنگ مرمرت
ای ستون شمع کا فوری بنزیم^۲ اولیاء
ای فروغ مرمرت در نیت فرض عشاء
آسمان فیض را صبح سعادت پر تو
بر نماز صورت اتمام فایض ناشده
بازین هرگز عبادت نمی شد آشنا
نیست در روی حاصل اوقات اهل طاعت
تقویت از بسکه عهدش میدهد اسلام را
توبه را هم لشکر عصیان نمی آرد شکست
این زمان از سجده یزدانست پیشانی کبود
در بنای خیر این سعی که دارو همتش
گر نه تعمیر جهان کردی به حکم معدلت
کی ز بحر رحمت او سوی ساحل میرود
در پناه قدرتش بازوی بے زور او تو میت
کجک اکنون میکند از سینه شهباز پر
تیغ او آن روز و ر بازار شهرت جلوه داشت
تیر او در روی دشمن گفت پیغام اجل
گرچه هفت اقلیم را در قبض حکم آورده است
بسکه با اعدای او زخم حادش خو گرفت

در لباس صوری شد آب دریا با نهان
کعبه دیدستی که از سنگش بود نرم روان
منبر و آلات و رفیع عملها نزد بان
میگذارم فرض صبح آید همیشه بر زبان
آفتابت روی نورانی طاعت پیشگان
می برند اجرش را یک یک با فلک ارمغان
گر نمی آمد نمازت را تشهد و در میان
جز دُعای ثانی صاحب قرآن شاه جهان
نام ضعف اعتقاد آخر برافت از جهان
قوت دین را به بین در پیروی آخر زمان
هر سری کز صندل بُت داشت از سرخی نشان
حاصل گمان جمله خواهد گشت آخر حرف کان
از برائے کشت و هتقان جا نمادی در جهان
گر ورقهای سفینه جمله گرد و باد بان
تا بآن غایت که گوهر سفته گشت از ریسمان
تا از آن سامان کند نقش و نگار آشیان
کز همیشه مغر شد خلوت نشین استخوان
شمع را هر چیز در دل هست آید بر زبان
لیک دست همتش چیزی نگیرد جز عنان
دشمنش را بعد مردن شانه گرد و استخوان

۱ ل: باکان؛ ب: پاکان

۲ ل: یازد؛ ج: آرد

۳ ل: بازار؛ ب: میدان

۴ ل: "هم" ندارد؛ ج: دارد

۵ ب: "تعمیری" ای زاید است

۶ ل: دست؛ ب: ج: آرد زخم

خصم جایش را که بی برگی بود سامان او
 و شمش را بهره از دستگاه خویش نیست
 خلق او را هیچ مکرده‌ی نباشد ناگوار
 بحر حلم او نگردد ابروی موجبش ترش
 کی شود آگاه از کهنه کمالش سپهر
 آورد سیمرخ را صیاد معنی در تنفس
 در زمانش بسکه دوران سازگاری میکند
 سرفرازی با خود آورد است شمع بخت او
 گر حدیث قدرش از ول بوی لب رود
 وصف رایی بے خطایش بر زبان گر بگردد
 رونق کار سپهر او داد ورنه پیش ازین
 آرزوی خاک پایش میکند دوران و لے
 تا همیشه قبله اسلام سمت کعبه است
 مسجدش کان کعبه ثانیه است تارخیش بود

جغد باشد هم متاع خانه و هم پاسبان
 شاخ یکجمله نمی پوشد ز زوای خندان
 بر دل آینه عکس زشتگی باشد گران
 گر شود طوفان مکر و هاست او را مهان
 ساحل از دریانه بیند غیسر سطحی در میان
 گر بگنجاند حدیث شان او را در میان
 مجرم اندر خانه زنجیر باشد میهمان
 سر بلندی در دل کان بوده بهره باستان
 زخمه اندر دست دندان افتد از تیغ زبان
 ره نیاید در حریم گفتگو سهو اللسان
 ماهیش بے آب بود و دیو او بی ریمان
 نرخ می پرسد همی مفلس ز کالائی گران
 قبله گاه آرزو باد اجناس جاودان
 کعبه حاجات و نیامسجد شاه جهان

قطعات

بواسطه قرضداری خود گفت

از بزرگی طلب ادائی قروض خود را کرده است

ای خداوندی که باشد نسبت انعام تو
دست جودت از جهان رسم قناعت بزرگست
نقطه تنگ برسد و ریا نهد ابر از حجاب
چون یکی مردود جودتست از بهر همین
همت می خواست یک را از عدد و برل کند
کام بخشا! از هجوم قرض خواهان می کشم
قرض خواهان همچو آب ارچه برویم میکشند
من که چون عیسی مجرد گشته ام از مفلسی
در زمین صدره فرو رفتم ز بس شرمندگی
پشت سرمی یایدم خارید از شرمندگی
بس که هر دم بر سر راه من آیند این گمراه
قافیه گریشایگان افتاد عیب من مکن
بس که مسکنیم ز بار قرض ایشان بعد مرگ
دست از من بر نمیدارند بهر هر دم
روزگار از قرض ایشان داشتی مانند من

راست با حرص و طمع چون نسبت و ستان
میکند اکنون هما بهلوتی از استخوان
بحر دستت را اگر روزی به بیت ورفشان
حامله تار و در ایام تو غمیر از تو امان
گشت آخر وحدت واجب شفاعت خواه آن
آن پریشانی که ز را ز دست صاحب همتان
گر شوم آب از حیا و در زمین گرم نهان
میگریم از کف ایشان کنون بر آسمان
شور بختی من ندیدم از زر قارون نشان
وز تهی دستی بدستم نیست اکنون ناخنان
در گمان انتم که من معشوقم ایشان عاشقان
شایگان بندم همی بر باد غنچ شایگان
استخوانم بر هما بار نیست چون کوه گران
تا نمیگیرند از من همچو قارون صد ضمان
می نمودندی ز رفتن منع اجزای زمان

کاشکی میداشتی تا روزگار دولتی
مردمان گویند مفلس در امان حق بود
می بماندی در جهان چون نام نیکت جاودان
سایه حق چو تویی زان از تومی خواهی امان

در قلعه شاد برکت گفته

هنگامی که در بیجا پور مورد سوزن قرار گرفت و به مجلس افتاده است

فلک قدر را! نمی پرسی که گردون
چرا زد راه بیمار غمی را
حدیث طرفه دارم که باشد
بعزم سیر بیجا پور گشتیم
دوبال طایر شوقیم هر دو
ولی آخر ز چشم زخم گردون
بچنگ را پداران اوندیم
همه اندر تجسس موشگانان
بسرحد عدم گر جای گیرند
یکی گوید که ندانند باشند
دیگر گوید که جاسوس فلانند
یکی میگوید ایشان را بکاوید
ز بس تفتیش از هم میکشوند
بجرم این که می ماند بنامه
سواد نامه را می ماند شستیم
در آن غوغا ز ترس خود دریدند
بغیر از سر نوشت بد که گم باد

چرا آزد مارا بے محابا
که می آمد بدرگاه مسیحا
برای بے دماغان به ز صهبای
رہی با اختری خوش دشت پیما
نمی بودیم یک ساعت شکیبای
عجایب سنگ را ہی گشت پیدا
چگویم تا چہا کردند با ما
همه در کنج کاوی ذہن دانا
نخواہد رفت بیرون کس ز دنیا
به زندان چند کہ زنجیر فرسا
کہ از تفتیش ما گشتند رسوا
کہ شاید نامہ گر دو ہویدا
اگر در بار ما بودی معما
کشیدند استخوانها را ز اعضا
سیاہی را باشک از چشم بینا
ملایک نامہ اعمال مارا
نوشته ہمرہ مانیت اصلًا

کنون در چنگ ایشان مبتلایم
چون شرکان پیش چشم استاده
ز بهر پاس هندوهای با تیغ
برای ضبط ما پر بسته مرغان
عجب دارم که باین منع جاده
اشارت کن که چون اقبال کردیم

نمی دانیم چاره جز مدارا
سیاهان روز و شب بهر تماشای
چو مواستاده وایم بر سر ما
همه هم پشت همچون موج دریا
ز نقش جبهه هر بے سرو پا
بخاک آستان جبهه فرسا

در قلع شاد رکت گفت

در مدح شاهنواز خان موثق که ظاهراً تحت نظر قرار گرفته بوده است

حدیث شکوه گردون بلند خواهم کرد
پناه اهل هنر شهنواز خان که کند
جهاں بذات عدیم المصال او نازان
کشد شمار عطا های بے حدش هر دم
خرد ز وسعت میدان همتش گفت
بعهد عدلش نخج کشیده می آید
دمی که خامه نگار و حدیث قدرش را
قضا بهفته و ایام کرد تعبیرش
ز شرم ناخن اندیشه اش همی نگند
زهی شکسته اهل همت در دست از تو
سزای بے گنهاں گرجین بود چکنم
بگنج ده من سی روزه مست رسوارا
روا بود که فراموش کرده از من
گرفتم این که رهم میدی بخاطر خویش

مگر بدر گه خان جهان رسد فریاد
ز رای روشن او آفتاب استمداد
بدان مشابه که اهل هنر با استعداد
ز صفر حلقه بگوشش مراتب اعداد
هزار برهان بر لاتنهای ابعاد
بانتقام کشیدن چراغ در ره باد
سیاهی شب قدر آورم بجای اعداد
چو تیغ تیزش پیوند های دهر کشاد
سر خجالت در پیش تیشه فرهاد
چه واقع است که مارا نمی کنی امداد
بفرض اگر گنهی کس بماند اسناد
زمانه چله نشین کرده است چوں زهاد
خصوص از پی صد گونه شکوه و بیداد
ز بسکه مضطربم زود میروم از یاد

رضای آمدن از نیست زحمت رستن
بدان مثابه ازین آمدن سبک شده ام
هزار کوه غم سنگ راه شد تا که
کلیم گوهر از زنده ایست حیرانم
کریم نما که درین ره نمی توان استاد
که همچو موج به پس میروم ز جنبش باد
ز نوک خامه کنم کار تیشۀ فرهاد
که از کجا بکف طالع زبون افتاد

تعریف مرقع پادشاهی و تاریخ آما آن در مدح شاه جهان و توصیف مرقع شاهی

پرووده کدام بهار است این چنین
هر خطه آن چون خطه کشمیر و لفریب
از دیدنش نظار گیاه مست می شوند
از بس که دیده خیره شود در نظاره اش
یا قوت ثلث این خط اگر می نگاشتی
تذهیب داده شاید خط را چه زینتی
آراسته بهشتی تصویر حوریان
چپان شد اختلاط خط و صورتش بهم
مواز زبان چو خامه نقاش سرزند
تصویر و خط چو صورت و معنی قرین بهم
تمکین حسن اگر نشدی مانع آمدی
چندین هزار نقش بدیع انتخاب کرد
صاحبقران ثانی از اقبال سرمدی
کوه وقارش از فلکند سایه بر بچار
شاهنشاهی که پیر مرقع لباس چرخ
تاریخ شد مرقع بی مثل و بے بدل

کز بهر دیدنش نگه از هم کنیم دام
وز حلقه حروف براه نظر ره دام
ز آن باده که دایره را بود بحسام
نتوان شناخت نقطه کدامت و خط کد ام
مستعصمش بر دیده نشاندی ز احترام
آری شفق فروزده بحسن جمال شام
حوری که باشد آن را غلمان کمین غلام
پسچد بهوی طره تصویر زلفش لام
نطق از رخس صورت او سر کند کلام
وز اتحاد کرده در آغوش هم مقام
در باغ صفی شاید تصویر در خرام
دوران که شد مرقع شاه جهانش نام
شاه ستاره لشکر خورشید اختتام
مانند سطر موج بیک جا کند مقام
ذکرش دعای دولت او شد علی الدوام
چون این سواد گلشن فردوس شد تمام

تعریف مرقع پادشاهی در توصیف از مرقع شاه جهان

نقش بند کارگاه صنع همچون زلف یار
از بهار گلشن فردوس رنگین نسخه
نازم این زیبا مرقع را که چون روی بیان
این مرقع نیست غوصی کرده غواص قلم
مخضر خوبی بخط جمله استادان رساند
حسن خطش بسکه کامل شد سپهر از کان صبح
روح مانی عندلیب گلین تصویر اوست
از تحرک خامه نقاشش جا دو کار او
سحرکاری قلم در گوشه چشم بتان
جلد را شیرازه جمعیت خاطر از دست
طرح این گلشن شه جنت مکان کرد از نخست
حسن سی ثانی صاحبقران شاه جهان
آن شهنشاهی که این پیر مرقع پوش چرخ
باد عهد دولتش پیوسته تا روز شمار

نقش پرکاری دگر بر روی کار آورده است
کاتب قدرست برای روکار آورده است
صفحه اش خطی بخون تو بهار آورده است
یک صدف لبریز در شاهاوار آورده است
میرسد فخرش سجده افتخار آورده است
بهرتند هیش زرب کامل عیار آورده است
این گلستان این چنین بلبل هزار آورده است
پنجه تمثالها را ریشه دار آورده است
دلبری را همچو مژگان آشکار آورده است
کاین چنین زیبانگاری در کنار آورده است
این زمان لیکن گل اتماسم بار آورده است
آب شادابش اندر جویبار آورده است
نقد انجم بر درشس بهر نشا آورده است
کو بهالم رسم جو دبه شمار آورده است

تاریخ فتح بلخ

شکر خدا را که یک توجه اقبال
همچو خدنگی که بگذرد ز رو نچسبید

زد دو گل فتح تازه بر سر دوران
گشت بیک دفع فتح بلخ و بدخشان

له ۱: زلف یار؛ ب: نوبهار
که ۱: ج: سجد؛ ب: مستجل

له ۱: غوصی؛ ب: غوصی
که ۱: مرقع بوس؛ ج: مرقع پوش

شاهد این فتح را رسد ز نجوی
 چون گهر فتح پادشاه ز مانه
 لشکر اقبال سرخ روی شد از فتح
 والی بلخ از حدیث کردی و تردنی
 در عوض از دست دشمنت چه برآمد
 ثانی صاحبقران و شاه جهان را
 عزت اقبال تو به ندرت افلاک
 از سر دشمن چو مایه یافت سنانت
 خصم ترا سر بلند از سر زانوست
 بسکه برو روزگار تنگ گرفت
 بر سر خوان مصیبت است همیشه
 بخت بلند چو یافت خلعت ایجاد
 از صف اقبال شاه یک سوار است
 تا که نهیب صف سپاه تو دید
 چون شود از شکل نعل اسب سپاهت
 دانه شود قطره های خون عدویت
 فتح شود باغبان گلشن رزمیت
 فتح به تیغیت قسم خورد که ندیدست
 جامه سرخ از نیافت نیست شگفته
 از پی تاریخ فتح قبت الاسلام
 رایت والی ملک پست شد و گفت

گمید اگر رونما ولایت توران
 گوهر دیگر نه بگردارد و نه کان
 رنگ ز خون ناگرفته چهره میدان
 گشت ز گرد سپاه فتح گریزان
 اینکه ده انگشت خویش کند بدندان
 داده خدا بخت ملک گیر ز شاهان
 واجب و لازم بسان حرمت مهران
 یافتم آن روز معنی سروسامان
 مگر سی زانو کجا و تخت سلیمان
 دشمن تو در حصار رفت ز دامان
 چشم عدویت ز رشک شور نمکدان
 غالب مطلق خطاب یافت ز یزدان
 شعله که تنها زند به قلب نیستان
 چشم عدویت رمیده از صف ترکان
 صورت دای زمین عرصه تودان
 صید گرفتار او همه تن بی جان
 معرکه از خون دمی که گشت گلستان
 همچو سپاهت ظفر پناه به دوران
 تیغ تو در روز عید رزم چو طفلان
 برد چو خواص فکر سر بگریبان
 "بلخ مبارک بود به سایه یزدان"

تاریخ وفات ممتاز محل

گوهری ارجمند از کفِ شاه
حاصل هر دو کون شاه جهان
رختِ گلگون شفق نمی پو شد
آسمان بر سر از مه و خورشید
گشت تاریخ این مُصیبتِ عام
رفته کز دیده خون نمی بستند
بدیدگر به سلک پیوند
که ببر جز سیاه نه پسند
چهره زردگر نمی بستند
"صبحدم زین الم نمی خندد" ۱۰۴۰

غزلیات

۱

بدل کردم بمستی عاقبت ز هر ریائی را
 ز سینه این دل بے معرفت را میکنم بریں
 تعلق نیست با جان گر نیفشاندم بپای او
 گذشتن از جہاں ناوید ز پایے ہمت ہر کس
 بود آرایش معشوق حال و رہم عاشق
 پس از درد جدائی محنت ایام نہ نماید
 رسانیدم آب از بین می بنیاد تقوی را
 چرا بیہودہ گیرم در بغل بیستائی خالی را
 من بیدل نمی فہمم تکلفہائے رسمی را
 نباشد بیچ معجز بہتر از تجرید عیسی را
 سیہ روزی مجنون سرمہ باشد چشم لیلی را
 ز آتش بیج پروانست دور از آب مای را

دو مصرع در سبک روحی کلیم آن طور می باید
 کہ در پروانہ شہرت بال باشد مرغ معنی را

دریں چمن چو گل نشود فغان مرا
 حدیث زلف تو از دل بلب چومی آید
 ز بس کہ ماندہ ز پروانہ اندرین گلشن
 بہ زندگی نہ نشستی بہ پہلوم ہرگز
 چو نخل شعلہ بہ باغ جہاں بہ یکشت عالم
 چو شمع در رہ باد صبا سبک روم
 ندید کوچیہ زخمی کہ رہ بدر نہ رود
 کجاست برق کہ بردار دآشیان مرا
 بان خامہ سیہ می کند زبان مرا
 ز نقش پانہ شناسند آشیان مرا
 مگر خدنگ تو بنواز داستخوان مرا
 نہ کس بہار مرا دیدہ ، نہ خزان مرا
 نسیم وصل تو اندر بود جان مرا
 چو بردالم گذرانستاد وستان مرا

۱۰ ل : اے : آب : ج : این

۱۱ ل : تو : آب : ج : اد

۱۲ ل : ج : نمود : آب : بہرہ

ز بس کہ نقش سیہ چہ دکان بدل جاگرد
 بہ تن سیاہ چورگ ساخت استخوان مرا
 کلیم وام کن از خامہ ہمزبانے چسند
 کہ یک زبان نکند شرح داستان مرا

لب فرو بستم زیان دارد زبان دانے مرا
 شانہ در زلف تو بادے میدہد از حال من
 نکته سنجی چسیت عیب کس نفہمیدن کہ چسیت
 یک دو گامی از سر کوشش سفر خواہم گزید
 بندگی را در دہ خدمت ز بس شایستہ ام
 گرچہ خوارم عزتم ایں بس کہ در بیع نیاز
 گرچنین از بار غم خواہم بخود رفتن فرو
 از خرابی کس نمی گردد بگر و خانہ ام
 روشناس ابر رحمت گشتہ ام از فیض او
 چشم پوشیدم نمی زید عید عریانے مرا
 بے تیزینسان در میثاں دارد پریشانی مرا
 می کند فہمیدے کہ تعلیم نادانے مرا
 باز پس گر ناورد اشک پیشانی مرا
 می شود داغ غلامی خط پیشانی مرا
 میدہی خود را بمن تا آنکہ بشانی مرا
 شمع سان آخر کند دامن گریبانے مرا
 پاسبانی نیست مشفق تر ز ویرانے مرا
 عاقبت آمد بکار آلودہ دامانے مرا

گرم کردم جانی خود در گوشہ گلخن کلیم
 کہ دگر از جابر و تخت سلیمانے مرا

بگذاشتم بہم بد و نیکی زمانہ را
 سربلے سرو مہری گل بود در چمن
 گنج قفس با یمنے او بہشت نیست
 از حلقہ ہائے زلف تو داغ نم کہ می دہند
 تیر مراد من بہ ہفت بر نمی خورد
 خواہم اگر ز گوشہ عزلت بیرون روم
 آزادہ ام نہ دام شناسم نہ دانہ را
 آتش زدیم خار و خن آشیانہ را
 بے دام دیدہ ایم و ریں گوشہ دانہ را
 انگشتہ سلیمان انگشت شانہ را
 در خانہ کمان بہ نہم گمر نشانہ را
 گم می کنم ز نابلدے راہ خانہ را

در گوشے یار سر بنہ و خود برو کلیم
 با خود میرامانت ایں آستانہ را

نیلگون شد فلک از تیرگے اختر ما
 بیکسایم گذاری بشر ما که کند
 اے دل انگار کہ چوں تیغ بہ بند او فتادیم
 نہ تدر ویم نہ طاووس چه دریا دیدہ است
 روی گرمی چو نہ بینم بہ کس و انشوم
 نشا از بادہ ندیدیم و طربست درستی
 اشک اختر ہمہ از دیدہ گمر دوں بچکد
 پیش ایں جو ہر مانے کہ دریں بازارند

گر دو آئینہ سہ تاب ز خاکستر ما
 مگر از گریہ گھبے بگذر و آب از سر ما
 بہر آنست کہ ظاہر نشود جوہر ما
 کہ پرد دیدہ دام از پئے بال و پر ما
 نخل مویم، بحر شعلہ نچیشد بہر ما
 خاک محنت زدہ بود گل ساغر ما
 مصلحت نیست کہ دودی بکند بھر ما
 قیمت رشتہ فزوں تر بود از گوہر ما

نیست دور از اثر طالع پست تو کلیم

کہ بچاہ افتد اگر سیر کند اختر ما

ز تیغش چاک شد دل چوں نہاں سازم غم اُورا
 سپہر وون در فیض آئینان بست بر عالم
 سخن در ہر زبان بے رحمت تعلیم می گوید
 بکج کلختم نہ بستی باشد نہ بالینے
 زرا سوائے بعالم عیب من شد فاش و آسودم
 نروید سبزہ از ہر جانمک زار لیت حیرانم

گر یہاں پارہ شد گل را کجا پنہاں کند بُورا
 کہ سیلاب بہاری ترخی سازد لب جُورا
 اگر طوطی بہ بیند یک رہ آن چشم سخن گُورا
 چو خاکستر برا خرمی نہم پیوستہ پہلورا
 کہ دیگ در حق من یح حرنی نیست بد گُورا
 کہ خط چوں سبز و خرم میکند لعل لب اُورا

بہ زارے کام دل چاہی تو اں کردن کلیم اما

مقید ہمچو بلب گرشوے یار تنک رُورا

ہیچ ولسوزی نہ داند چارہ کار مرا
 دست ہر کس را بسان سجہ بوسیدم چه سود
 ماندہ در قید لباسم زانکہ گاہے می فروش
 ہچو نقش پاندار و بام و در ویرانہ ام

شمع بہ گریزد اگر بلیند شب تاب مرا
 ہیچ کس نکشود آخر عقیقہ کار مرا
 می ستاند در گروہ ایں کہنہ دستار مرا
 روزگار از بسکہ کوتہ ساخت دیار مرا

۱۔ ایں بیت ندارد و از نسخہ نقل شدہ است

۲۔ ل، نچیند، ہج، نچیند

۳۔ ل، سازم، باج، سازد

خوردنی زخمست و آشا میدنی خون جگر
چون کنم این سازگار افتاده بیمار مرا
گر سیه روزم و لے چون سرمه خوابانم لبیت
روشنی از من بود چشم خشریدار مرا
نزد رندان قول و فعل من سند باشد کلیم
سهل باشد زاهد از بدگفتہ اطوار مرا

بهر منزل فزون دیدم ز هجران زاری دل
خوشا حال جرس فہیدہ است آرام منزل را
ز شوق ہند زانسان چشم حسرت بر فدا دارم
کہ روہم گمر برہ آرام نمی بینم مقابل را
چمن را غنچہ نشگفتہ بسیار است می ترسم
کہ در گلزار ایران ہم نہ بینم شادمان دل را
اسیر ہندم و زین رفتن بے جاپشمانم
کجا خواهد رساندن پریشانی مرغ بمل را
اگرچہ ہند گمر وابستہ امان از وی نمی خواہم
نیکو دوست استغنائی من و امان ساحل را

بایران می رود نالان کلیم از شوق ہمراہان
بیائے دیگران همچون جرس طے کردہ منزل را

ہر کس بقبلہ کرد روی نیاز خود را
ہند و صنم پرستد من شہ و ناز خود را
نگذاشت آستانش در جہہ ام سجودے
بے سجدہ میگذارم اکنون نماز خود را
شمشیر آزمودن بر مردہ از تو خوش نیست
ضایع بصید اغیار میباشند ناز خود را
چون شیشہ شکستہ در شان طاقتم نیست
آن قدرتی کہ پوشتم یک لحظہ راز خود را
در کنج نامرادے تاکتے ز منع دشمن
در زیر سر گزارم دست دراز خود را
از نقش پا بر شکم گر چہ ہمی گذارد
بر آستان جانان روعے نیاز خود را

پروانہ سان نگرود ہر لحظہ گم دشمنی

خواہد کلیم بے دل عاشق گداز خود را

شہید آن قدر عنا و صیت کردہ ہمدم را
کہ بندد نیزہ بالاد در عزایش نخل ماتم را
اگر گویم کہ خاتم چو دہان اوست از شالے
شود بہ زخم ناسورش علم سازد قد خم را
ز پیری و کهن سالی نشد کم قوت بادہ
ہماں یک جرعہ اش از دل بروغما عالم را
در شتند اہل عالم خواہ شہری خواہ رستائے
قضا نا بینختہ گل کہ وہ گوئی خاکب آدم را

تو ہم از فیض خاموشی چو غواصاں گہریا بے
فلک می آورد مارا برون از کوره محنت
نرمی چاره داغ جفای دوستداران کن
بدانے تاکہ شہد ز ندگانی نیست بی تلخی
علاج دیدہ بی آب جستم از خرد گفتا
نہ بینی مایہ پستی کہ کس بنود طلب گارش

بغیر از خانہ ویران سازی درخت سراسوزی

کلیتم آخر چہ حال آتش اشک دادم را

کہ خریدی ز غم گردش دوران مارا
مفلس از جنس خود ارزان نفروشد چکند
ریشک این گرسنہ چشمان مژہ دارد ہر چند
در چین دیدہ ز قطارہ آدم نشدیم
ناصحان گہ نتوانید کہ آزاد کنی شد
خصمی زشت پائینہ چہ نقصان دارد
چون گہر غربت ما بہ ز وطن خواهد بود

چشم جادوی تو ہر چند پرد دل ز کلیتم

باز دل میدہد آن عشوہ پنہان مارا

قراری برد از خلق آہ و زاری ما
شویم گرد و بدنبال تو سست افتیم
کدام بار غم از خاطری زیاد آید
خمار صحبت تو عقل و ہوش از ما برد
تو چون روی برہ انتظار دیدہ خلق
بایں قرار اگر ماند بے قشراری ما
دگر برائے چہ روز ست خاکساری ما
کہ دہر نہد برد ووش بردباری ما
چہ مستی ز قفا داشت میگساری ما
بہم نیاید چون زخمہائے کارے ما

بروی دشت اگر گرد بادت آید پیش ازوبه پرسی احوال به قرارے ما

نماند جان و دلے تا به یادگار و هم
کلیم را ببراز ما به یادگاری ما

ت

نوبها آمد و گرد لها خوش و دنیا خوشست
در میان نیک و بد زین بیشتر هم فرق نیست
نهر بسر عمرش به تلخی هیچ کس چون من نرفت
حسن مستغنیست اما عشق می گوید بلند
پر تنگ ظرفست مینا هرزه فتنه افتاده جام
میکنند زنجیر کار سبزه و آب روان
هیچ منظوری بزم میکشان چون شیشه نیست
نام خود را رخصت سیر جهان بهر چه دار

تا ازین خون گرم تر کردند غمخواران کلیم

گاه گاه از دوستان شکوه بیجا خوشست

زین چمن عاشق ز نخل عیش هرگز برنداشت
عاقبت مکتوب ما را سوی او پروانه بُرد
عشق آن روزی که از داغ و فانی گلرخان
عشق میگیرد کمال از پر تو خورشید حسن
بتقراری بین که بعد از سوختن همچون سپند
شب که از شمع جمالش دیده ام روشن بنود
هرگز از دوران کلیم خسته آسایش ندید
غیر زخم خونچکان دیگر گله بر بنداشت
تاب سوز نامه ام بال و پر دیگر نداشت
سینه ام را کرد روشن آسمان آختنداشت
شمع تا روشن نشد پروانه بال و پر نداشت
یک نفس خاکسترم جا بر سر آهگر نداشت
مردمک در دیده من قدر خاکستر نداشت
دردش صد نمیش بود از خار و در بستر نداشت

له ل: بسرگرمی؛ ج: گر بسری

له ل: بسرگرمی؛ ج: گر بسری

له این بیت نسخه ل ندارد و از نسخه ب نقل شده است

له این بیت نسخه ل ندارد و از نسخه ب نقل شده است

در جگر سوزی ندارم آهیم آتشبار نیست
 شبنم و گل را چه آمیزش درین گلزار نیست
 پشت طاقت بر سر کوئی تو بر دیوار نیست
 چشم بستم بیش ازین درویده جا خار نیست
 شادمانی بهتر از آن غم که بے غمخوار نیست
 گل بشادابی چو خار آن سر دیوار نیست

بهر تا آمد کلیم خسته جان تسلیم کرد
 می شناسد طاقت خود را حریف آزار نیست

گیا ه خشم و هجران تو بهارم سوخت
 فلک ز داغ جدایی هزار بارم سوخت
 پس از وفات من آورد و برضایم سوخت
 چو شمع لخت جگر چه در کنارم سوخت
 بوعده کرد و فدا چون در انتظارم سوخت
 دلش تهنی نشد از چه هزار بارم سوخت

مرا جدا یی جانان اگر نکشت کلیم
 چه منست تفت آه شعله بارم سوخت

گر تو هم گاهی کنی یاد اسیران دور نیست
 تا بدانی خاک مشتاقان ز دامن دور نیست
 جمله میدانند که این بیل زبستان دور نیست
 گر کشد کارم برون آب حیوان دور نیست
 بوی گل را قیمت از آن کن گلستان دور نیست

راحتی دارم که یا سودای عشقم کار نیست
 عندلیب ما با مید چه بند و آشیان
 گر وفا پایم نه بند روی گودان میشوم
 از گلستانه که زاع و بلبش هم نغمه اند
 در محبت بیکسی در عشق تنهایی خوشست
 بسکه از چشم ترم دیوار کولیش نم کشید

فراق هم نفعان جان بقیه رازم سوخت
 چون مباد کس آواره هزار وطن
 زمانه از شب تارم چراغ باز گرفت
 سر شک راه بدامن نبرد در شب هجر
 طیب خسته دلان بعد مرگ مشفق شد
 چو مایه داری گنه از چشم بدر ساد

نال می آید بگویت راه چندان دور نیست
 گرچه مار امید یی بر با ولفشان دامنست
 کیست در گویت که شبها ناله ام نشینده است
 میکند هجرت مدار از آنکه میدانند که من
 تادل و جان بود و اویم اے صبا آخر تو هم

۱. هجر : ج. عشق

۲. هزار بارم : ب. ج. هر دیارم

۱. چشم السار : ب. ج. آهیم آتشبار

۳. لاله : ج. ز

۴. لاله : ج. گر

دست بیتابی بفرتم مشت خاکی هم بر نیت
 با بلا هم پرهن یار سب کسی چون من مباد
 تا ز دامنانت جدا شد از گریبان دور نیست
 پای گم در دامن آرم از خیلان دور نیست
 دور ازان در گره ندارد خاطر جمعی کلیم
 از وطن آواره گر باشد پریشان دور نیست

پیری رسید و موسم طبع جوان گذشت
 یاریک بنیت چه ز پهلوی عینکیت
 وضع زمانه لایق دیدن دو بار نیست
 در راه عشق گریه متاع اثر نداشت
 از دستبرد حسن تو بر لشکر بهار
 حب الوطن نگر که ز گل چشم بسته ام
 طبعی بهم رسان که بسازی بعالمی
 در کیش ما تجر و غقت تمام نیست
 مضمون سر نوشت دو عالم جز این بنود
 بے دیده راه اگر نتوان رفت پس چرا
 بدنامی جیات دو روزی نه بود پیش
 یک روز حرف بستن دل شد باین دآن
 ضعف تن از تحمل رطل گران گذشت
 باید ز فکر و لبر لاغریان گذشت
 رو پس نکرد هر که ازین خاکدان گذشت
 صد بار از کسار من این کاران گذشت
 یک نیره خون گل ز سرار خوان گذشت
 نتوان دله ز مشت خس آشیان گذشت
 یا همتی که از سر عالم توان گذشت
 در قید نام ماند اگر از نشان گذشت
 کان سر که خاک راه شد از آسمان گذشت
 چشم از جهان چو بستی از و میتوان گذشت
 گویم کلیم با تو که آن هم چسان گذشت
 روزی دگر بکندن دل از جهان گذشت

براه شوق تو جز اشک و آه با من نیست
 ز بس گدا ختم از غم چنان سبک شده ام
 بغیر دیده و دل کز رخت مزورغ بر ند
 درین چمن دل ما همچو غنچه پیکان
 برای قافله کعبه سبک بارے
 ازان متاع چه بهتر که باب رهن نیست
 که خون ناحق من نیست بار گردن نیست
 دو خانه هرگز از یک چراغ روشن نیست
 ز صد بهارش امید یک شگفتی نیست
 هزار بدرقه و راه بشر چو رهن نیست

۱: اگر ؛ ج ؛ گرد

۲: لایق ؛ ج ؛ قابل

۳: غنا ندارد و از نسخه نقل شده است

۴: ل ؛ نه " ندارد و " از نسخه نقل شده است

۵: ل ؛ گدا ختم ؛ ج ؛ که کا ستم

دلم کہ در کف عشقت ز موم نرم تر مست
 بہ بحر ہستی غیر از جاسب نتوان یافت
 کہم از ہنر بنود عیب چوں بجا باشد
 چو دقت پند شود کم ز سنگ و آہن نیست
 سرے کہ منت تیغ تو اش بگردن نیست
 کہ تنگ چشمی نقصت و عیب سوزن نیست

کلیسم را سر ہم خانگی بہ شعہ بنود
 و مگر نہ جائے بہتر ز کج کلخن نیست

عارف کہ جا بحر سر کوئے فنا نہ ساخت
 افلاک را بفکر من انداخت و صل او
 در ملک زندگی دل بے شور عشق نیست
 زان کوئے پاکشیدم و رفتیم زیاد او
 عاشق کہ چشم حسرت او وقف آن لب است
 دلفے کمر از شیر دلان مرد گفتہ اند
 گفتم کہ دل بدست من آمد ترک عشق
 شمشیر امتیاز جہان را برش نہاند
 ہر جا کہ سیل راہ ندارد سرائہ ساخت
 کم بخت را سعادت بال ہمان ساخت
 آری بد ہر کس جس بے صدان ساخت
 داروی ناگوار صبری مران ساخت
 تا داشت دسترس بہ نک تو تیان ساخت
 آن را کہ تنگ دستی بیدست و پان ساخت
 دل کز تو شد جدا بہن بے توان ساخت
 یک جوہری ذر و خرف از ہم جوان ساخت

در روزگار تنگ دلی عام شد کلیسم

زانکہ شمع در دل فانوس جان ساخت

آہم ز سر کشی بہ تلاش اثر نرفت
 چوں یافت اینکہ شربتیش از خون عاشقت
 با آنکہ در بہت زد و عالم گذشتہ ایم
 جز خون دل کہ رنگ وفاداشت این جنا
 بگرخت خواب و روشنی از دیدہ رخت بست
 خود را بہ پیچ و تاب ہزار آرزو نہاد
 ہر جانید روی دل آن جا دگر نرفت
 بیمار چشم تو کہ طبعیش بس نرفت
 یک گام آشنای ما پیشتر نرفت
 دیگر چہ داشتم کہ زدستم بدر نرفت
 بے روی تو چہا کہ ازین چشم تر نرفت
 آسودہ آنکہ از پئے تاب کمر نرفت

۱۔ نقصت ؛ ب۔ عیب است

۲۔ این بیت زاید از نسخہ ب نقل شدہ است

۳۔ سر تیش ؛ ج۔ شربتیش

۱۔ پینہ ؛ ج۔ بند

۲۔ عیب ؛ ب۔ نقص

۳۔ جہان ؛ ب۔ زمان

دیگر بخواب تشنه چه بیند بغیر آب
مردیم و شوق تیغ تو مار از سر نرفت
شعر بلند را چه غم از کا و کا و دخل
آب گهر بسفته شدن از گهر نرفت
از آستین خامه و آلاهی من کلیم
یکباره دشت معنی خواهش بدر نرفت

هرگز دلت نشان گذار و فانداشت
سنگی که ره فتاد برو نقش پانداشت
دل از هجوم درو تو شرمندگی کشید
ویرانه حیف در خور سیلاب چانداشت
شمع ز باد و امن فانوس می کشد
آن محنتی که در ره باد صبا نداشت
از های های گریه من تا دلش گرفت
دین محنتی که در ره باد صبا نداشت
بر سینه خط زخم چو خوانا نوشته
می شست بے تو خانه چشم صفا نداشت
روزی هزار بار اگر گریه دیده را
از چاک سینه بستن خونم دوانداشت
جز خاک کوئی دوست که نتوان از و گذشت
صیاد را چه جرم قفس آن قضا نداشت
مگر آب ودانه در قفس مرغ دل بنود
پایه گل بنود که رنگش خندان داشت
از گریه ام که زیب عروسان گلشن ست
دل ترک آشنای مازود کرد و رفت
زان شد پسند یار که عیب و فانداشت

دست جُنون لباس چو کند از بر کلیم
چون غنچه غنچه زخم بر قیاس نداشت

شگفت غنچه و لے موسم خزان منست
فروغ عارض گل برق آشیان منست
چنان نهفته ام اسرار عشق را که لبم
خبر نیافت که نام که بر زبان منست
زبان بسته باشک روان گذاشت سخن
چو طفل بسته زبان گریه ام بیان منست
عزیز مصر جفا می گذاشت آن خوارے
کنون همه قسم ناو گت به جان منست
سفید روی اما جگاه جور از دست
باین تو خوار مینیش که استخوان منست
بغیر ازین که بنظر راه ات ز خویش روم
دگر به هر سفری می روم زیان منست

۱. ازین ؛ ب ؛ ازیر

۲. میش ؛ ج ؛ میش

۱. یکبار دست ؛ ب ؛ یکبار دست

۲. سفید روی ؛ ج ؛ سفید روی

مرا برائے تغافل بہ بزم می خواند
بداد تا نرسد گوش بر فغان منست
بچاک سینه و فریاد پیشرو اویم
جرس براہِ دقا میسر کاروان منست
کلیم این ہمہ خون پس ز فیض کاوش کیست
اگر نہ آن شرہ در چشم خون نشان منست

رفتن ز درت کار من دل نگران نیست
با تیر بلا چون ہدفم روئے کشادہ
حال من بے برگ و ثوارا چہ شناسد
رسولے مارا ز کفن پردہ چہ پوشید
شمشیر تو خوبست کہ بے خواست بر آید
طالع بد دم گم کند کہ بہ بر آئے
تنہا نہ ز دل زود برون رفتہ جفایت
چون روزہ خوری جانب میخانہ رواں شو
کس واقف حیرانے مانیت دریں بزم
درد امن الوند دگر غمخیز شود گل

ز نہار مگوئید کلیم از ہمدان نیست

توبہ کردی مستی از چشم تہان افتاد است
دست تا کش بشکند گریہ در عیشت قفل
شیبہ کے باشد کہ در پشت دلی خالی کند
بوی خون می آید از راہی کہ ماسر کردہ ایم
در زبان ہا گفت گو گم کردہ راہ از تیرگی
فصل گل رفت و سراز زانوی گلبن برداشت
کاہش غیرت ز مو بار یکست تر دارد مرا
تا کہ راہم از خزان آتش بجان افتادہ است
مگر ہمیں سر پنجہ چندیں پہلوان افتادہ است
شکوہا دارد کہ ساتی سگران افتادہ است
نقش ماہر گام چون برگ خزان افتادہ است
ہر کجا حرفی ز انجمن در میان افتادہ است
غنجہ پنداری بفر آن دشمنان افتادہ است
بر زبان ہا تا حدیث آن میان افتادہ است

لے ۱ : بکف آئی ؛ ج : بہ بر آئی

لے ۲ : میان ؛ ب : دہان

لے ۱ : پوشید ؛ ج : چہ پوشید

لے ۲ : کم راہ ؛ ب : ج : گم کردہ راہ

تا چه خواهد بر سرم آورد کین باغبان
 حاصل دنیا بچشم چون در آید جاکجاست
 از گلم آتش بخار آشیان افتاده است
 اشک انجا کاروان در کاروان افتاده است
 شد کلیم آوازه اش از صبح عالمگیرتر
 تا چو شمع صبح گاهی از زبان افتاده است

ایچ که جوش سرشک از مژه ماکم نیست
 پست فطرت هوس گوشه عزلت نکند
 مایه نظاره پریشان دختراهم ازو
 جرم مستان همه بر گردن خود می گسپرد
 همه از حسرت لعیل لب او بے تاب شد
 نام او در همه دوری به زبان ها بوده است
 بے رخت تنگدلی بسکه جهان را گرفت
 بسکه دلهای عزیزان به نقان از هم گشت

چشم داغ تو بسی شورفت دست کلیم
 چون نباشد که بغیر از نمکش مرهم نیست

در مزرع بنجم اثر نشوئمان نیست
 چون کج نرود آنکه زمینخانه بر آید
 چون شمع به هر جا که نشایند نشینم
 هر چند که ترکان تو برگشته ز عاشق
 صد بارم اگر بخت ببار از فرستد
 آمیزش ابناء زمان عین نفاق است
 شادی و غم عشق به هر کس نه پسندیم
 بے قطع تعلق عبت است این همه طاعت
 میکش کلیم آرند بد فیض سخن روئے
 از گریه من آب اگر هست هوا نیست
 این کج روشیها گنه آن مژها نیست
 با یح کسم گفت دشمنو بر سر جانیت
 آن نیست که روی سختش جانب مانیت
 چون خون در برابر سرم نام بهسانیت
 هر جا قدم صلح رسیده است صفایت
 خار و گل اولایق هر بے سرو پاییت
 سرتا نبریده است از وسع دروایت
 این جاست که ابرام خاک عیب گدایت

نخل آسید ز بار افتاد دست
بے حسابست ہماں درو و لم
گمریہ زین تختم کہ بر سینہ نشانند
بود بر سر کشیم سر کو بے
درو را در خور طاقت نہ ہند
دل زمانہ نیست حق رہگذر نیست
تختہ آخر پے تابوت کیت
اضطراب نگہت آزد دل ماست
حسن تو با ہمہ بے پروا ہے

باغم از چشم بہار افتاد ست
نفسم گمر بشمار افتاد ست
مالہشا آبلہ دار افتاد ست
حیف دستم کہ زکار افتاد ست
شعلہ در جان شہرا افتاد ست
ہر چہ در را ہکذا افتاد ست
کہ ز دریا بہ کنار افتاد ست
باز چشمش بشکار افتاد ست
در پے خون بہار افتاد ست

ہمہ جا آہ کلیم از پے اوست

گمردن بال سوار افتاد ست

سرخوش از می چونیم موج ہوا شمشیر است
زور بازوی توانائیم از فیض میست
موج سان بر سر قطرہ می میلرزم
بر سرم لشکر غم آمدہ از کفش نہ ہم
با گل روی تو دعوی نکوی خورشید
گمر بجوشم بہم ما و تو ساقی و قلت
در خم زلف تو دہا چشہ بہم ساختہ اند
ایں قدر فرق میان خط یک کاتب چیست

ابر را خود چکنم قطرہ باران تیسرا ست
بادہ در طبع من آبست کہ در شمشیرا ست
چو توان کرد مس طبع مرا کسیرا ست
آنچہ شمشیر جوانست عصای پیرا ست
بر طرف چون نکند زلف تو جانبگیرا ست
ابر و مہتاب بہم ہمو شکر در شیرا ست
چون نسا ز ندبای ہمہ یک زنجیرا ست
سر نوشت ہمہ گمرا از قلم تقدیرا ست

سبق نطق بہ پیش ہمیشہ خواندیم کلیم

آز مودیم خموشیست کہ خوش تقریر است

۱۔ ل: سلامت ؛ ج: اب ؛ ز دریا

۲۔ ل: با ؛ ج: در

۱۔ ل: اب ؛ ناہا ؛ ج: ناہا

۲۔ ل: از ؛ ج: در

۳۔ ل: چو ؛ ج: چہ

آفت اوقات بود خوب بهر افتاده است
در همه ملک این پدر بد پسرافتاده است
خار بیامی رسد گل بسرافتاده است
دیده ام از گلر خان بر کرافتاده است
تیر نیکننده ام کار گرافتاده است
سردی ایام از ان گرم تر افتاده است
دره سودای او بسکه سر افتاده است

پاس وفاداشتم بے اثر افتاده است
شکوه ام از دهر نیست داد ز ابتای او
از سر نو قسمتی باز نخواهند کرد
بسکه درین تنگ چشم و دلم تنگ شد
بر سر رحم آمد از ناله فرو خورد و نم
گرمی احباب را دیده و سنجیده ام
رشته گوهر شد است جاده ما سر بر

ظاہر و باطن کلیم، بچو حسابم یکست
صدر ہم از کار ما پرده بر افتاده است

بر اصول مرغ بسمل کی کند عاقل گرفت
جائے خود ویران کند هر جا دمی منزل گرفت
گر بزی تیغ آمد نکست بر قاتل گرفت
تشنه ز آب جوی پیش از سیل کام دل گرفت
حرص هر جا غالب آمد لقمه از سایل گرفت
تیغ تعلیم بخون غلطیدن از بسمل گرفت
هر کرا طبع بلند از دهر بے حاصل گرفت
گرد اگر برخاست از جانت از مجمل گرفت

شیوه نادان بود بر عاشق بے دل گرفت
عشق با سیلاب پنداری ز یک سر چشمه است
طبع بے انصاف را از عیب جوی چاره نیست
هر کجا سامان فزون تر بهره مندی کمتر است
بسفله چون دستش قوی گرد زبوں کش میشود
باد صحت اگر یک دم بود وارد اثر
موج می تیغست بروی جلوه گل آتشست
راه عشقست این که نتوان بے ادب یک گام رفت

رفت عمرم در سفر چوں موج و نتوانم کلیم
گوشه امنی ازین دریائے بے حال گرفت

راحت درین چمن بر نخل بریده است
طفل سر شک در پے رنگ پریده است

پیوسته دل ز قطع امید آرمیده است
صبرم به جستن دل گم گشته رفته است

۱. ل: بار د از کاراج: بار چوری کاری؛ ب: صدر هم از کار

۱. ل: شدت جادها؛ ب: ج: شده است جاده ما

۳. ل: جوی ندارد؛ ب: جوی

۳. ل: مرغ؛ ب: ج: رقص

۴. ل: "و" ندارد؛ ج: و

۴. ل: کس شود؛ ب: ج: کش میشود

باز از شراب غصه و ماغم رسیده است
گوئی مرا فروخته یوسف خریده است
در خاطرش کرشمه ساقی خلیده است
همراهی زمانه باین جاکشیده است
اول زبان دعوی خود را بریده است
کسب کمال شعر دلم را گزیده است

رنگین سخن گمان نبری خویش از کلیم
مخزنه خاتم بریده زبان خون چکیده است

قطع امید دست طلب بریدنست
تن کثیت و مرگ باطل رسیدنست
عطر گلاب از گل اخته کشیدنست
گلزار را از رخت دیوار دیدنست
دشوار تر ز مرگ گم بیان دیدنست
ای تیغ جور نوبت در خون پیدنست
دستی که کوتهیست علاجش بریدنست
عیب کمیت خامه درین ره دیدنست

و ربنده جامه با همه آزاد گئی کلیم
از اشتیاق پائے بدامن کشیدنست

دفتر معرفت ماست در آب افتاد است
اول و آخر این کهنه کتاب افتاد است
دامنی تازوی آتش به کباب افتاد است

با گریه خنده رویم و باناله گرم خون
شادست بخت بد که به مفهم دوست دار
مضر آب مطرب از رگ طبنور خون کشاد
بے دست مزد خازن پائے نمی کشد
هر کس که تیغ جدت طبعش برنده تر
تا چند نیش عقرب از دغل کج خورم

آزادگی ز منت احسان و میدان است
بحریت زندگی که نهنگش حوادث است
امید کام یافتن از دوزگار با
سیر ریاض عالم جان با حجاب تن
دو دور ما ز خست است پائے روزگار
در کوی دوست خاک نشینی ز حد گذشت
تدبیر تنگدستی جسم ز عقل گفت
افتاد پیش در سخن آن کس که استاد

دل که چون نرگس مستست بشراب افتاد است
ماز آغاز و انجام جهان بے خبریم
غمره ات کار و لم ساخت به یک چشم زدن

شکر چشم تو کند محتسب شهر کزو
از حریفان قمار تو نماند سست کس
شیشه از بادیه برنگیت که می پندارے
بر رخ ساقی گلرنگ پریشانے زلف

چشم ساری شده است از نکه شادالیش

چشم گریان کلیم از شراب افتاد است

مُسن اگر بے پرده باشد عشق از و دیوانه نیست
تا طیبیست خستگان عشق چشم مست اوست
نیست سامانی بغیر از رخساره درویرانه ام
بادل روشن که درت همزه دیرینه است
سِل که جاروب منزل گاه فرش خانه است
صید معنی راز بس می بندم و دام می کنم
مرزع اُمید را از گریه نتوان سبز کرد
زخمها برداشت تا زلف ترا تسخیر کرد

هر کس از بیداد گردون شکوه دارد کلیم

گر تو هم داری بگو ای جا کسی بیگانه نیست

گر بقتت قالی بیش و کم دنیا یکیت
حرص و هقان گر نباشد کشته را شبنم بس است
کج نظر سود و زیان مرا امتیازی داده است
ناامیدی دستگاه عیش می سازد مزاج
غم نه پیوندی بدل دارد کزو بتوان برید
تشنه خون یک جرعه خواهد کوزه و دریا یکیت
خوشه و خرمن به پیش چشم استغنا یکیت
هر چه را احوال دومی بیند برینا یکیت
گریه بندی دیده کج خانه و صحرا یکیت
گر باصل کار بینی شیشه و خسار یکیت

له ۱: دختر از آتش؛ ب: دختر از که آتش؛ ج: آتش دختر از را

له ۲: این بیت زایه از نسخ ج نقل شده است

له ۳: بشراب؛ ج: لبراب

له ۴: احوال دومی بیند؛ ج: احوال دومی بیند

له ۵: سایه؛ ج: شانه

ما که از افتاد گے فیروز جنگ افتاده ایم
عزت و خواری که پشت و روزی کاری عالم است
جزو جزو من جدا آشفته هر جزو اوست
در قفس بالا و پاینی نمی باشد کلیم

از که اندیشم چون فتح و شکست مایکیت
نزد زندگی گوندارد کار بادنیایکیت
گوچر من دیوانه مجنون تمام اجزایکیت
آستان و مسند دنیا بردانا یکیت

زان سینه چه راحت که ره زخم بدر نیست
باین همه تنگی که نصیب دهن اوست
چشم غم آن زلف سیه روز ندارد
از خضر مکش منت بے جابر عشق
زان غمزه بدل می رسد از ره دیده
از چرخ چه بینای اگر بخت ندارد
زین حرفه کے در طینت ایام سرشته
گوبار بدوزخ نکشایم چه سازیم
در خاک وطن تخم مراد نشود سبز

بازی نخورد و بردل اگر خانه دودر نیست
داغ که چرا روزی از باب مهر نیست
از ماتم همسایه درین خانه خبر نیست
کمز بحر ره قافله موج بدر نیست
صد زخم که در پیش ریش سینه سپر نیست
بے طالبی طفل ز تقصیر پدر نیست
در باغ جهان سایه اگر نیست ثمر نیست
مارا که متاع بجز از همینم تر نیست

بیهوده کلیم این همه سرگرم سفر نیست

عاقل سپر زخم زبان گوش گران یافت
شیطان چه تمتع برد از اهل تجرد
و نیا طلب از مور میانان نشد از جا
مارا هدف ناوک بیداد نوشند
نازم بخراباست که از هر در خانه
عفتار و فاجعت بودند ندانم
از فقر و فسادی برد آلوده دنیا

گر عقل بود این سپر از پنبه توان یافت
رهزن چه درین بادی از ریگ روان یافت
بس دیده که اوجن کمر در همیان یافت
آن روز که ابروی بتان شکل کمان یافت
آب که سیاه بود از بخت توان یافت
از بهر چه این هر دو به یک جای مکان یافت
فیضی که شکم بنده ز ماه رمضان یافت

له ل : بشود ؛ ج : نشود

له ل : توان ؛ ج ؛ ب ؛ مکان

هر تارک دنیا نه شناسای جهان است غنقا بحقیقت جز از کار جهان یافت
سرگشته کلیم از پی آنم که درین راه
هر کس بطریق دگر از دوست نشان یافت

ما را اطمینان از غم دنیا شعار نیست صد شکر کاب طینت ما موج دار نیست
بے جذبہ جنون نرسد کس به یسج جا سالک براه ماند اگر نه سوار نیست
آئینہ دار روی دلش جانب ریاست آن را که پشت کار به از روی کار نیست
روشن دلاں حباب صفت چشم بسته اند روزن چه احتیاج اگر خانه تار نیست
آن را که دل ز مشرب منصور آب خورد کثول نقر او بجز از چوب دار نیست
قطع امید کرده نخواهد نعیم و هر شاخ بریده را نظرے بر بهار نیست
دل را که باشد آتش شوقی بغم چکار آئینہ گداخته جائے غبار نیست
مجلس فروز گیر و مسلمان یک آتش است در سنگ دیو و کعبه بجز یک شرار نیست
لوح مزار خویش ز دیوان خود کس نم یعنی زمین بغیر سخن یادگار نیست
در گلشنی که عشق بود باغبان کلیم
جز آشیان سوخته بر شاخسار نیست

بزخم تیغ جفا مرهم عتاسی چراست نمک بر دے نمک بود کباب چراست
فلک به تشنه لبان قطره را شمرده دهر بعا شقان کرم اشک بے حساب چراست
شیء است عمر طبعی چو شمع عاشق را بقتل سوختگان بس تراشتاب چراست
تمام نسل بزرگان اگر نکو باشد ز بحر زاده تنک ظرفی حباب چراست
تو در کنار کے در نیامدے بخیاں کمر ہمیشہ در آغوش پیچ و تاب چراست
براه شوق که شمر هم گمت سالک را شکسته پای تو دایم دلا بخواب چراست

۱. بطریق دگر؛ ج. بطریق دگر

۲. چشم؛ ج. دیده

۳. زمین؛ ب. مرا

۴. پر؛ ج. سر

۵. پشت؛ ج. پست

۶. یعنی؛ ج. چیزے

۷. چو شمع عمر طبعی شب است عاشق را؛ ب. مطابق متن هذا

کمزک ضرور نباشد شراب غفلت را دلت بر آتش حرص این قدر کباب چراست
 ز ذوق فقر و فتنای بے خبر چه میداند که جغد معتکف خانهٔ خراب چراست
 کلیم مرغ دل به بال و پر شکسته ما
 همیشه در قفس از چنگل عقاب چراست

چاره خاموشی بود هر جا سخن در گیر نیست
 مگر بخلق الفت نمی گیرم گناه از من بدان
 خواری و عزت درین محنت سراسیمه بود
 مادر گیتی که باشد نارستان زمین انار
 یک هوا دار از خطش بر جانماند آخر چرا
 عاشق و معشوق بی آمیزش هم ناقصند
 کار فردا با کریمی دان که او از شوق عفو
 تیر بر سنگ آرزوون جز زبان تیر نیست
 طینت ابنای دهر از خاک دامگیر نیست
 آستان و مندی در خانه زنجیر نیست
 خون بود مگر بهره وارند طفلان شیر نیست
 یک گلستان خار را یک خار دامگیر نیست
 شاید این مدعی به از کمان و تیر نیست
 غدر با را نشنود مگر بدتر از تقصیر نیست

یا زبان شمع باشد یا زبان من کلیم
 آن زبانی کاشنای شکوه تقدیر نیست

آن صید پیشه فکر مدارا نکرده است
 امروز در بهشتی اگر بے تعلقی
 در روزگار خاک گل آدمیت و بس
 تاراه برده است خرابی بخانه ام
 بے برگی نه سال محبت به بسین که دل
 زاهد که بر نداشته دست از عصای شید
 عقل این ملایمت که بایں سرکشان کند
 مگر سر بریده رشته ز پاوان کرده است
 هرگز کریم دعه بفشردان کرده است
 خاک که عشق او بسر مان کرده است
 یک سیل رو به جانب صحرا نکرده است
 از نخل آه سایه تمنا نکرده است
 دارد گمان که تکبیر به دنیا نکرده است
 در میح دور پنبه به مینا نکرده است

له ل : دل دبال ؛ ع : دل بال

له ل : خانه ؛ ج : منزل

له این بیت زاید نسخ له ندارد و از نسخ ج نقل شده است -

له ل : آه ؛ ب : موم

له ل : سیر ؛ ج : شیر

له ل : شد ؛ ج : شیر

سالک اگر بکوی تسلق در آمده
چون تیر خانه ساخته و جانکرده است
دل برده از کلیم در آن زلف روبرو
دزدی که شمشیر او را پیدا نکرده است

علاج عاشق دلگیر سیرستان نیست
ز استخوان شهیدان اگر نخیزد و دود
ز بهر تن زرهی نیست به ز نقش حصی
حدیث تلخ ازان لب برون نمی آید
بدور حسن تو گل از لطف چنان افتاد
ز راه پر خط عشق زین عجب دارم
مرا صحبت مینائی باده شد روشن
حیات هم بسر آید چو رزق خورده شود
ز باد دامن برهم خورد و محبت شان
یکبست خسانه زنجیر و خانه دنیا

چشم تنگ دلان غنچه کم ز پیکان نیست
دلیل راهروان کس درین بیا بان نیست
برائے سرسپری بهتر از گریبان نیست
که شور طوفان در طبع آب حیوان نیست
که چشم رخنه دیوار بگلستان نیست
که سیل ریگ روانش بفر طوفان نیست
که راز هر که تنگ ظرف گشت پنهان نیست
چه نعمتست که در کام پیر زندان نیست
میان شعله و شمع اتحش و چپان نیست
درین دو خانه فراغت نصیب همان نیست

چگونه پام بدامن عافیت پیچی
کلیم آبلهاگر فراخ دامن نیست

د

دولت بملک عشق به هر سر نمی رسد
جایی که عارض تو بدعوی طرف شود
تا امن گشته میکرده از دست رهنان
هر جا که تشنه ایست رسد گر بکام خویش
زین بخش آب و تاب که روی تو برده است
پیدانمی کنند نمک شور رستخیز

سرتا بریده نیست با سر نمی رسد
میراث آئینه بسکندر نمی رسد
می از حجاب شلیش لبانغز نمی رسد
زین بحر قطره نیست زنگهر نمی رسد
جز گرد روی کار باخگر نمی رسد
تا گریه ام بدامن محشر نمی رسد

بر سر زن آن قدر که رسد کن با بدله
تا غنچه دهان ترا نقش بسته اند
بیگانه پئے بدقت معنی نمی برد
جز آشنا بداد سخنور نمی رسد

چشم اثر کلیم ندارم ز آه خویش
آرے ز نخل سوختن نو بر نمی رسد

خوش آن که لاف همنر نزد بے همنر نزنند
بچاره دست مزین در بلا که شست قضا
مکن سوال که ابواسپ فیض اهل سخا
چراغ عقل دهد روشنی ز پر تو عشق
فراخ حوصله گر خانه را بسیل دهد
بجز تو کز دل بیچاره صبر می طلبی
دل ز جانب آن چشم فتنه چو جمعیت
دیزین بهار چنان روزگار افسردست

کلیم خوار تر از خود کسی نمی بیند

چرا از حلقه اهل دف بدر نزنند

دل که بریزد الم شد ز نوای افتد
سوخت اسباب تعلق دل و آسوده نشست
نتوان تا صبح غریبان را پو شد
جامه در خون شهیدان کش و بخرام بنواز
دوستداری مراد هر شگون نگرفت
جام هر چند که پر شد ز صدای افتد
قدم برق بس منزل مای افتد
راز پنهان نشود چون به بلای افتد
بتوای شاخ گل این رنگ قبا می افتد
گر بمن سایه کند بال هما می افتد

له ۱: شست قضا؛ ج: شست قضا

له ۲: دیزین؛ ج: درین

له ۳: جامه؛ ج: جامه

له ۴: هوای؛ ج: بتوای

له ۱: بے؛ ج: بے

له ۲: سخا؛ ب: کرم

له ۳: "نشود" ندارد؛ ج: نشود

له ۴: ساز؛ ج: بنواز

زلف پر کار تو چون تن بشکستن ندهد
 نیست کس در ره افتادگی از مادر پیش
 چه بگویم که شبم بے تو چه سان می‌گذرد
 شب آدینه بدر یوزه میخشانه روم
 هر که از روی تو برخاست بجای افتد
 هر که از پایے فتد بر سر مای افتد
 صبحم از تیرگی شب ز صفا می افتد
 زانکه از هفته شب بگدا می افتد

هر که عاجز تر از دخواست امداد کلیم
 دستگیرش بود آن کس که زیبا می افتد

نشود اینک ز دل اشک جگرگون نرود
 کام دل رم کند اما به طلب رام شود
 ز خست بادیه گردی ز کج خواهد رفت
 شب خیال تو چنان بر سر دل می آید
 ما بر آئینه دشمن نه پسندیم غبار
 گریه در اول عشقت نشان خای
 آه سرگشته که در سینه مای پیچد
 رازدار آده با همیشه بے پروایے
 طفل آراسته از خانه بدر چون نرود
 راه اگر گم شد از بادیه بیرون نرود
 اشک ماگر بر سر تربت مجنون نرود
 گر کسی بر سر دشمن به شب خون نرود
 آه ما صاف دلان جانب گردون نرود
 زخم ما تا نشود که هست از خون نرود
 مگر بادیست که از خانه به هانمون نرود
 که سخن از دهن تنگ تو بیرون نرود

میرود از سر مخور برون فکر شراب

ولے از یاد کلیم آن لب میگون نرود

از غم شکوه مکن تا غم دیگر ندهند
 خوب رویان چون نشیند در ایوان غرور
 در دیاری که ربای از اسیری مرگست
 خط آزادے ما ز غم دوراں که دهد
 حاجت از فقر طلب روی طلب گردای
 گر چه خود کشته زن حرص و طمع می گوید
 جامه عرض نکویان چو در و نتوان دوخت
 از لب خشک مگو تا مژه تر ندهند
 منصب آئینه دارے بکند ندهند
 صید تا لایق کشتن نشود سر ندهند
 ساقیان باده اگر تا خط ساغر ندهند
 که زیک در دهدت انچه ز صد در ندهند
 مفتی شهریک زن بد و شوهر ندهند
 زانکه پراهن گل را به رفوگر ندهند

از سخن غمیز زیاں نفع سخن ساز نبود
بصدق جو هریاں قیمت گوهر ندهند
در دیارے که بود گردش آن چشم کلیم
نسبت فتنه به بر گردی اختر ندهند

چشم از جهاں که بست به که او دیده در نشد
گرد رخ از گهر نتوان شست ز آب او
درمان روزگار چو درد دست جانگذار
یک جام را ترقی طالع نگه نداشت
در حیرتم که تفرقه سازے روزگار
در راه شوق خود قدم از سر نهاده ایم
عمرم بسر شد و شب بجزاں بسر نرفت
سرگشته هر که نیست بجای نمی رسد

از کار خود رفت از زبان سوده شد لبم
دیگر مگو کلیم دعا کار گر نشد

فلک اسباب دولت را ز بهر ناکسان دارد
ز محرومیت دل گر زاری دارد درین داد
ز رشک طالع تر دامنان داغم برین گلشن
خوشی پیشه کن مگر نطق آفتاب است سالک را
بعاشق ناز معشوقان بیک نسبت نمی ماند
اگر راحت هوس داری بکوی ناامیدی او
هوادران گروه دیگر ندو عاشقان دیگر
میان زاهدان خشک کستر اهل دل بینی
مُراحی چون دلی خالی کند دیگر نمی گرید
هماگر سایه دارد بر آس استخوان دارد
بقدر دوری منزل جرس دایم فغان دارد
که شبم خانه از گل بلبل از خار آشیان دارد
جرس دایم زبان با رهنمان کاروان دارد
که تیر رفته آخر باز گشتی با کمان دارد
که دایم باغبان آسودگی فصل خزان دارد
نیگر و جای بلبل گل اگر صد باغبان دارد
نه هر جا استخوانی هست مغزی در میان دارد
کلیمت این که دایم دید ایست خنقسان دارد

هنرم را ثمرے چرخ جفا کار ندارد
نا امید نشود یاس براحت نرسی
شمع را بنگر و داد دیش دهر به بین
صحبتی نیست که آخر اثرش گل نکند
سالك راه حق از ترک علایق دیده ست
هر که پیوند تعلق ز بد و نیک برید
تا ندامت بکفم چون صدف انگشت نهاد
نشئه باده نیاید ز سرش راه عروج
وای بر حال عزیزان که درین قحط تمیز
دهد کامست ندهد منت که امید گلاب

دیده قدر شناسی به خریدار ندارد
این نهاییست که تا خشک نشد بار ندارد
چوں زبان داد باد قوت گفتار ندارد
خنده را غیر گل زخم بسو فار ندارد
آن قدر نفع که پر هیز به بیمار ندارد
گاه در خانه او پشت به دیوار ندارد
بخت بد کار مرا عقده دشوار ندارد
آن قدر خوش که دستار بخمار ندارد
یخ کس خار بیای گل به خار ندارد
تا نیامد بمیان آب لکڑا ر ندارد

تا نداد آب بایں مزرعه از گریه کلیم
شعله سر سبز نگر دید و شرر بار ندارد

کند گر آرزوے دیدنت آئینه جادارد
ندارد بزم میخواران بغیر از ماتنک ظرفی
نویسم نامه و از بسکه خون می گریم از هجرت
نشد بے روی او چشم سفید از تو تیاروش
ز هم ربط نیاز و نیاز را نتوان گست آے
چه سرگردان شوی از بهر روزے پایدا من کش

که از خورشید رویت در برابر رونما دارد
صراحی بر رخ هر کس که میخندد بمسما دارد
تو گوی کاغذ مکتوب من رنگ حسنا دارد
نه بلیند بهره هر چند کاغذ تو تیار دارد
کشش باقی بود تا گاه رنگش کهر با دارد
کز آب و دانه این سرگشتگی را آسیا دارد

ز کویت چون کلیم آمد چوستان هر قدم رفته
نه بیند پیش ما بیچاره چون روبرو افتادارد

ساقی از تاب می آن لحظه که در میگیرد
می پذیرند بدان راه طفیل نیکان
صاف دل ترک حق از بهر خوشامد نکند

عرق از عارض او رنگ شرر میگیرد
رشته را پس ندهد آن که گهر میگیرد
زشت رو بهیده آئینه زهر میگیرد

هردی را اثری هست که از صحبت خلق
چشم بند و ز جهان مابکشاید دل تنگ
منم آن نخل برومند که دهنقان قضا
می فروشد شرم را و بستر میگیرد

اشک آگاه بود از دل شوریده کلیم
پیشتر طفل ز دیوانه خبر میگیرد

دور آرام ز عمری که به بحر ارا گزرد
بر گرفتاری دل خنده ز نان میگذرم
بخت شاد است ز ویرانی مادر غم عشق
قسمت این بود که چون موج بدریای وجود
حسن بے پرده او بیشترم می سوزد
چشم بر راه خضر سالک عارف بود
آگه از غمیش جوانی نشدم در غم دهر
هر کجا مور قناعت پر هست واکرد

دست و پا بیسوده ز در غم عشق تو کلیم
بشناکس نتواند که ز عیان گذرد

بجز سکوت ز روشندان نمی آید
ز سیل حادثه چشم چین که ترسیدست
خدا نگ آه شکار افکن ست لیک چه سود
بزلف او نیم آگه ز حال دل چسکم
جرس براه طلب غیر ازین نمی گوید
سری که افرشای قسم باد نخورد
ازان دیار که سود سفر خط شر باشد
زبان شعله بکار بیان نمی آید
ز دیده دیدن ریگ روان نمی آید
که از هزار یکی بر نشان نمی آید
خبر همیشه ز هندوستان نمی آید
که هیچ کار ز آه و فغان نمی آید
بکار سجده آن آستان نمی آید
چو راه امن شود کار روان نمی آید

زمور لاف صلیبانی از چپہ برتابم زمین فروتنی از آسمان نمی آید
 ہلاک چشم ادا فہمیم کہ دریا بد ہر آن سخن کہ ز دل بر زبان نمی آید
 ز غمزدہ اش مطلب رخصت نظارہ کلیم
 صلائی سیر گل از باغبان نمی آید

شیخ از مسواک دندان طمع را تیز کرد سجدہ را ہم بہر تخم شید دست آویز کرد
 اہل عالم طفل طبعانند و بیمار ہوس کی تواند محفل چون بیمار شد پر مہیر کرد
 خونم از ذوق شہادت جنگ دارد بایں ہر کہ تیغی بر فسان زد شوق اورا تیز کرد
 حیرتے دارم کہ گردون چون بہ دانیان بدست او کہ نتواند میان نیکو و بد تمیز کرد
 ہر کجا زہریت باید ریخت در جام حیات تا توان پیما نہ یک عمر را بسر نیز کرد
 صوت بلبل جانی قلقل گشت از مینا بلند چون ز تاب بادہ ساقی چہرہ را گل نیز کرد
 سر بلندی ہر کجا کمتر سلامت پیشتر باد نتواندستم بر سبزہ نوخیز کرد
 گر ببردی سیل اشکم می شدم فرسودہ پا گر یہ در راہ طلب سستی مرا ناچیز کرد

دیدہ را سامان یک شبنم کلیم اول بنود

ایں زمانش موج حسن یا رطوفان خیز کرد

سرفراز آن سر کہ فارغ از غم سامان شود بر سرت گل زن گوار دستار روگرداں شود
 ہر کہ چون سوزن ز تجریدش بود سر رشته صدرش گر جاہ پوششانی و گر عسریاں شود
 عاشق بیچارہ از یکت دیدہ در پاس قیب وزو گر چہشی بکار خویشتن حیراں شود
 ایچ جا بہر وطن ہجو دیار عشق نیست خانہ در آن ملک از سیلاب آباداں شود
 شوق زخم ماچوسازد جذبہ خویش آتشکا تیرا در ترکش او جملہ بے پریکاں شود
 در چین ہلالہ بنود ایں کہ ایام حسود میزند آتش بہاغ از غنچہ خنداں شود
 ہجو برق آن آفت صد خرم ہوش و خرد خویش را زان می نماید گر نظر پریاں شود

لہ : ذوق ؛ باج ؛ شوق

لہ : جملگی پریکان ؛ ج : جملہ بے پریکان

لہ : آن ؛ ج : از

در تماشای پری رویان اقلیم خیال دیده گر بر هم نهی چشمت نگارستان شود
غیر غم کز حال دل غافل نمی باشد کلیم
کس ندیدم پاسبان خانه ویراں شود

چند در وصل تو دل حسرت دیدار کشد
دل که غمیست از دم آخر نفس خوش نزند
گر چه دست هوسم یک گل ازین باغ پنجید
منم آن عاشق قانع که به کنج گلخن
شمع بگداخت سراپا و شد از شرم خلاص
هر سری را که بود خضر خرد یکسر مو
آنکه گل را بجمال تو برابر گسیرد
آب در گوهرم از گرد کسادی شده گل

همدم آورد طیبش بسرا ز بس که کلیم
یاد آن چشم کند ناله بیمار کشد

چنان ز عکس رخ دوست دیده پر گل شد
چه راز مست چنان مشق سرگرانی کرد
چو مار بر سر کنجش اگر بود مسکن
که همچو تیر هوای بخولیش رفعت بست
گلی که بوی دقای درین چمن نهد
غلط بود که کند صبر کار با به مراد
خطاب یافتیم دیوانه دو زنجیر
بلا بچاره گران تن و تلخ پیشترست
کلیم تو به اگر می کنی بیا و قلست

که شاخ هر شره آرا مگاه مبلبل شد
که یک نفس نتوان غافل از تغافل شد
گداست مرداگر عاری از تو کل شد
که نه ترقی او مایه تنزل شد
بقدر کم ز حسن آشیان بلبل شد
بمن که دشمن غالب شد از تحمل شد
ستمکشی که هوادار زلفش و کاکل شد
که روز سیل همه حرف کنند یل شد
ز توبه توبه کن اکنون که موسم گل شد

که : شرم : ج : درد

که : هر که گوید که بردی تو بود گل مانند : ج : مطابق متن هدا

که : بر : ج : سر

که : خار : ج : خاک

چون تپی دست که از میکرده همشیار آید
 بر سودا زده در جیب پدیوار آید
 که تپیدست خورد خون چو ببار آید
 تیغ از موج نفس بر دل افکار آید
 همچو مستی که به هر پرسیدن بیمار آید
 آتش آن نیست که از خار و خش عار آید
 بی نشان نیست اگر طفل بگلزار آید
 شیخ پنهان رود از ره بازار آید

مستاع سخن امروز که است کلیم

تازه کن طرز که در چشم خیریدار آید

شیشه مانگ از دست فلاخن میکشد
 سالک راه طلب کی پا به دامن میکشد
 هر کجا بلینم که دودی سرزد زن میکشد
 نیست سالک آنکه خار از پا بسوزن میکشد
 نیست غافل انتظار وقت خرم میکشد
 بر مزار من چو مرغ مرده روغن میکشد
 در قفس بلبل حقیر از شوق گلشن میکشد
 شیشه راه سنگ می بیند چو گردن میکشد

در کنار خویشتن پرورش عمری کلیم

اشک کم فرصت که لشکر بر سر من میکشد

چند نوسید ز کوی تو دل زار آید
 خاریا در ره ادبار ز دامن روید
 فقر اگر زخم زند مرهمش از عزلت به
 عشق تا قابل زخم ستم می داند
 میکند نرگس بیمار تو غمخوار دل
 کس ندیدیم که مردود دور از در عشق
 میتوان یافت شکی که ز دل میخیزد
 شب آدینه بدر یوزه میخانه شهر

دل بجنب خواری خود جو دشمن می کشد
 نشود مگر بوی خار از دامن صدپاره اش
 تا لیم را بسته شرم عشق می سوزم زاشک
 از مغیلان کار سوزن گیر در راه طلب
 کشته مارا اگر نواخت برق حادثات
 در بیابان طلب لب تشنگی پر دم نجاک
 مگر به هجران شاد ماتم از امید وصل اوست
 بخت ماهر جا که بزم عشق تی سامان کند

۱. ادبار؛ ج : ادبار

۲. تا؛ ج : تا

۳. میخیزد؛ ج : برخیزه

۴. رود از راه و سازار؛ ج : رود از ره بازار

۵. به؛ ج : نه

۶. سرگی؛ ج : سرشکی

۷. بگلزار؛ ج : ز گلزار

۸. نشود؛ ج : بشود

شکل اهل محبت ز تو آساں نشود
نالہ بے اثرم گر بہ نسیم آ میزند
می جہد تیر بزور د و کمان ز ابروی تو
کی چنین لخت جگر جوش زند بر سر او
گر بگویم کہ چہامی کشم از قامت او
گر نداری سردیوانگی ما سہل است
دعوی شیر دلی نیست مسلم ز کسی
تیرہ بختی ہمہ جا پر دہ روی ہنرست

لسب امید در ایام تو خندان نشود
سر زلفش دگر از بار پریشان نشود
ہر ف ناوکش او یح مسلمان نشود
از خیال لب از دیدہ نمکدان نشود
سایہ ہم در پے آن سر و خرامان نشود
زلف را کو کہ دگر سلسلہ جنبان نشود
کزنی تیر تو اش سینہ بیتان نشود
جو ہر تیغ سیہ تاب، نمایان نشود

ہر کہ بر روح امین شعر نخواندست کلیم
گر ہمہ روح امین است سخندان نشود

بغیر از می کسی از عہدہ غم بر نمی آید
تغافل بر شراب از توبہ ہر کس زد پشیمان شد
زمین دل گر از آب حواں پرورش یابد
مگر در سینہ پُر درد مہانست پیکانش
منم آن بیکس بے آشنا در کج تنہای
فریب مہربانی می خورد از دشمنان بیک

زمان غصہ بے ایام مستی سر نمی آید
باستغنا کسی با دختر رز بر نمی آید
گیاہ عمیش از انجابی نیم می بر نمی آید
کہ اشب پارہای دل بچشم تر نمی آید
کہ غیر از پر تو مہر از دام کس در نمی آید
حدیث دوستیش از دوستان باور نمی آید

کلیم ار نہ بیاد نرگس متانہ اتا نوشد
شراب از سرگردانی جانب ساغر نمی آید

پریش آمد و عاشق ہمیں دورم دارد
ز راز خاطر ہم آگہیم سینہ و ما
ز نقش پای بیابان نور و غم پیدا است
سخن ز من نتر او دچو سینہ چاکت کنستم

شکستہ پای بمقصود یک قدم دارد
ز کاوش شرہ چون سبجہ رہہ ہم دارد
نشان ہر سرخاری کہ در قدم دارد
ہمیشہ نال تلتم عادت قلم دارد

جدا از کوی تو خونم سبیل شد چکشتم
که مرغ ایمنی از پر تو جسم دارد

روان چو کاغذ بادش کنم نه پیچیده

ز بسکه نامه ام از خون دیده نم دارد

بغیر خون نه ترا و زنا مهای کلیم
بکف مگر زنی تیسر او قسم دارد

از آن بچشم ترم بے حجاب می آید
که کار آئینه گاه ز آب می آید
اگر چه دیده به پایت نمی توانم سود
خوشم که اشک منت تارکاب می آید
چو بینمت نتوانم که ضبط گریه کنم
ز دور زلف بچشم من آب می آید
بملک حسن کسی با تو رو برو نشو
سخن در آئینه آفتاب می آید
جایگوشه آن چشم مست جا کرده
چو زاهدی که به بزم شراب می آید
ز کشت سوخت ام بسکه دود می خیزد
سر شکست رحم بچشم سحاب می آید
به کار و بار جهان دیده را دیگر مکشا
چه فال عاقبت ازین کتاب می آید
کدام خرمن گل را کشیده در آغوشش
کز آب آئینه بوی گلاب می آید

جواب نامه همین پاره کردن است کلیم

مگو که قاصد ما بے جواب می آید

مگر سیل فتنه خیز دل را چه مشکل افتد
جز اشک نیست ما را باری که در گل افتد
عقل بکار دنیا بسیار لا ابا لیست
همسایه جنونست عقلی که کامل افتد
سیلاب اشک مجنون تا دشتیان وادلیست
کی گردد میتوانند دنبال محمل افتد
از سرز بقراری عکس افتد از کنارش
آئینه گریه ویت روزی مقابل افتد
مگر روزگار خواهی از تو حساب گیرد
یک دست دین و شهری سرگرم سرفروشی
آسان شمار بر خود کارے که مشکل افتد
دریادلان کریم اند در آنچه خود نخواهند
یک بنجیه ز نیم شاید در دست صد دل افتد
راه گریز را هم چالاکي ضرورست
تاخص بود کی از بحر گوهر بسا حل افتد
کار کلیم باشد آنجا مگس پرانے
چون میگرد از کار طبعی که کامل افتد
هر جا که دلربائی شیریں شمایل افتد

تار در پرهنم رشته گوهش نشود
زشت آن بر که با یکنه برابر نشود
کایم از سرگذرد لیک لیم تم نشود
در خارم هوس گردش ساغر نشود
رشته پُر قیمت از آمیزش گوهر نشود
صید رامی کشد آن شوخ که لاغر نشود

باسیران وفا دلبر بدخوے کلیم
نکست صلح که تا جنگ مکر نشود

تا نگر در راه گم کی رهنامه می رسد
هر که می آید بدست او حنا می رسد
مگر پس از سرگشتگی آخر بجای می رسد
میروم از جا اگر آواز پای می رسد
نه ز گل بوی نه از بلبل نوا می رسد
هر که بیند خسته را گوید شفا می رسد

در سر کوئے تغافل نیستم بیکس کلیم
گر بفریادم نگاه آشنای می رسد

دری نشناسد و چون باد دایم در بدر باشد
بدست او دهد کاغذ هنوز از گریه پر باشد
که کوران را عصا هم نمیتواند راهبر باشد
قفس هر لحظه بر مرغ دل ماتک تر باشد
که همچون شمع هر جا میروم سر در خطر باشد
برام از اشک حسرت موج خونت تا کمر باشد

نیست یک شب که شکم گل بیشتر نشود
دعی مگر طرف ما نشود صرفه اوست
خشکی بخت فرو مایه طلسمی بستت
بسکه از گردش ایام به تنگ آمده ام
سقطه از قرب بزرگان نکند کسب شرف
ستم ظاهر او لطف نهان دارد

عاشق از حیرت درین وادی بجای می رسد
خون خود بر گل رخان شهر قست می کنم
رنگ بر سنگ خلاصن برده سرگردانم
گر چه سیلم بر نمی دارد ز راه انتظار
بارخت افسانه گلشن زبس کوتاه شد
وعدۀ وصلت بدل اگر سید هم بر من مخد

کسی تا کی بسان موج دایم در سفر باشد
سیک پی قاصدی باید که چون غنایم ما را
بخضم احتیاجی نیست گرایست گمراهی
زبس بر خویشتن می بالا از ذوق گرفتاری
درین وحشت سرایم گوشه امنی نشد روزی
کلیم از دل بدر کن آرزوی آن بمرور نه

کسب کمال اهل جهان کسب زر بود
نیک و بد زمانه بود کاشش مشعل هم
داد از نفس درازی این دل که همچو شمع
خون شد و لم چو لذت آوارگی شناخت
ماه نوی که یک شب با شد تمام عمر
آن ناوک هدف که بعید وصال هم
از هر مراد کام رو اباد آن که گفت
نیرنگ بین که آفت سالک ز تشکیست
یارب ز حال ما چه تواند بیگان نمود
از دوستان رسیده آفت به دوستان

علامه آن بود که زرش بیشتر بود
خارش بر سر رسد گلش از تا کمر بود
یک آه گرش از سر شب تا سحر بود
تا در لباس موج گهر در سفر بود
در آسمان حسن هلال کمر بود
هشگر نمی رسند و عاواثر بود
ترکیب مراد صندل هر در و سر بود
در آن ره که نقش قدم چشم تر بود
آن قاصدی که با تو ز خود بے خبر بود
چشم صدف سفید ز آب گهر بود

آورده ام به پیش ز آوار گے کلیم
راهی که خضرش از پی خضر دگر بود

وقت ز بار هستی چیرے بجا نماند
دُنیا ز سخت گریهری هرگز به کس نیاید
در راه بے ثباتی شادی و غم رفیقند
صبر و خرد به یک دل با شوق او نکلند
اکیر سیر چشمی خاک سیه کنند زر
نقش خار طالع گر این چنین نشیند
آن غمزه جهان سوز پر و اے کس ندارد
ناداری قناعت همسر به ملک دارست

کز تو بره نشانی از نقش پا نماند
هر چند بشری مُشت رنگِ خا نماند
بر سر گلی نیاید خارے به پا نماند
چون سیل میهمان شد کس در سرا نماند
غمیخت چو کامل افتد کس بے نوا نماند
غمیخت از نشان دندان در دست ما نماند
آتش چه پاک دارد گم بویا نماند
این جوی آب باریک از سیل و نماند

باشد کلیم خاموش پیوسته با دل پر
جامی که گشت لبش بیا و صدرا نماند

له : ساخت ؛ ع : شناخت

له : از ؛ ج : جز

له : ما ؛ ج : او

له : رفتی ؛ ج : روزے

له : نیاید ؛ ج : نیا ؛ ع : نیاید

دلم به ملک قناعت نشان نمی داند
 شتاب عمر دلم را به شکوه آورده
 یکیست انجن و خلوتهم ز شور جشنون
 بسان شعله ز باخم به عجز راه نبرد
 چه برگشت شادی ازین روزگاری خوئی
 سری که قطع تعلق نکرده از تن خویش
 هوای زلف تو دارد دلم چون آن مفلس
 حریف باخت بی حرفه بازی باشد
 خدنگ ناله ما بهنجو شعله شمع است
 بعرض حال دل آن چشم مست و اندرسد
 درین زمانه ز هم حسن و عشق بجهت برسد

کلیم ناله من سربراه نه فلک است

ولی ز دل ره کام و زبان نمی داند

فغان که این سگب نفس استخوان نمی داند
 جرس بجز گله کاروان نمی داند
 که گرد باد کسار و میان نمی داند
 لیم چو جام لبالب فغان نمی داند
 که رسم خنده گل زعفران نمی داند
 طریق سجده آن آستان نمی داند
 که غم شیرهند به عالم مکان نمی داند
 زهر که دل به بری قدر جان نمی داند
 مسافرست و ز مقصد نشان نمی داند
 ز ترک نیست عجب گزبان نمی داند
 چمن گر آسب خورد باغبان نمی داند

براه فقر مرا این و آن نمی باید
 کمال کسب کن اما هنر فروش مباش
 درون خلوت فانوس نیست جای دو شمع
 براه فقر بلای چو جمع سامان نیست
 مرا که روزه محرومیم همه ساله است
 کریم بر سر کان نمک چهره امزد
 سخن که مبتذل افتاد آسمان نیست
 بکوثران معانی به برج خویش آیند
 بر روزگار قناعت به هیچ نه توان کرد
 کلیم طایر همت گر آشیان طلبد

چو راه امن بود کاروان نمی باید
 دکان خوشبخت کسی در دکان نمی باید
 چو دل بعشق بود زنده جان نمی باید
 اگر بیت نام رسیدی نشان نمی باید
 بروز عیش دل شادمان نمی باید
 حساب بوسه و گرد میان نمی باید
 چو شمع حرف کسی بر زبان نمی باید
 براسه دزد سخن پاسبان نمی باید
 مگر براسه هماره استخوان نمی باید
 جز آستانه شاه جهان نمی باید

کے تمنائی تو از خاطر تاشاد رود
نمود حسرت آن چاه ز نخدان از دل
گر بشتن برود مشق الف از شانہ
نتوان از سر او برد ہوائے شیریں
در رہ عشق جہان سوز چہ شاہ و چہ گدا
ی کشد ہر چہ بہ دریا رسد از چشم ترم
اگر آئینہ نیاید ز قبولت نظری
اشک سودی نکند عاشق دل باختہ را

کاش چون شمع ہمہ سر شود اعضای کلیم

تا سر سر ہمہ در شوق تو بر باد رود

بہم ز بستگی دل اگر چہ وانشود
بیک لباس مقید مشو کہ ساختہ کیست
دل ضعیف جہاں جذبہ قوی دارد
کلمہ چارہ و تدبیر تا نگر دد گم
گرفتہ دامن غم سیکشہم بخانہ دل
حدیث عشق تو یا یحییٰ کس نمی گویم
کمند طرہ او بار یک جہاں دل را
سعادت ازی را بہ کسب نتوان یافت

چو غنچہ تہ خون جگر خوردنم قضا نشود
چرا گہی بہ تنہا پیرہن قبا نشود
کہ تیر یح بلای از و خطا نشود
دری کہ بستہ بروی اُمید وانشود
کہ جز بہ مہمان آرایش سرا نشود
شرر ز آتش سودائی ما جدا نشود
نمی تواند برداشت گردد وانشود
کہ زراغ از خورش استخوان ہا نشود

چنان مکن کہ کلیم از در تو پا بکشد
شکستہ دل شدہ باری شکستہ پا نشود

لہ : مطابق متن ہذا : ج : حلقہ سنبل زلف تو کے از یاد رود

لہ : لاله : ج : غنچہ

لہ : از خورش : ج : گر بخورد

لہ : زاج : را

لہ : گر : ب : تا

کسی که از خضر آب بقا نمی گیرد
 ز بی نصیبی اهل هوس و عجب دارم
 میان یک جهان آن قدر نفاق افتاد
 باین ذماغ که با بوی گل بسرنبری
 بیا بیا که چنان بے تو زندگی تلخ است
 نخورده پیش و تا بے بکام دل نرسی
 درین خسار بفریاد مار س اے ساقی
 حلاوتی که دل از گنج فقر یافته است

پیاله را بخور از دوست مانی گیرد
 که استخوان بگلوی همسانی گیرد
 که نگاه هم طرف کسریا نمی گیرد
 چه می کنی که دست از جفانی گیرد
 که سوج دامن آسب بقا نمی گیرد
 گهر برشته پی تا سب جانی گیرد
 که غنیش ریشه کس دست مانی گیرد
 چرا شکر ز نما بوریانی گیرد

خناے موسم گل تا نرفته است ز دست

کلیتم پایے گلے را چرا نمی گیرد

مرد حق بین که بلا را از خدا می بیند
 دیده را سیل کشتی چون دگران سرمه کشند
 زنگ می خواهد از آئینه نظر چون تنگست
 عالمی را که کتابست بحق راه سنا
 بخت مادر شب زلف تو می خواب نبرد
 نیست بے قدر کسی در نظر تنگ جهان
 دیده ز جهان فیض کشایش آرد
 هر که ا دیده نه بندند ز کویت نه برند

تیغ را بر سر خود بال هما می بیند
 گریه بدانی که نظر بسته چها می بیند
 اے بسا دیده که تن را بقبا می بیند
 کعبه دارد هوس و قبله نما می بیند
 این قدر خواب پریشان زکجا می بیند
 خاک را دسته گل بر سر ما می بیند
 چون گدا کور شود برگ وفا می بیند
 پیش پا گر چه نه پیشد به قفا می بیند

تیره گردید کلیتم آئینه زانوے من

بسکه در گوشه غم روے مرا می بیند

له ۱ : آنقدر ؛ ب : آنچنان ؛ ج : اینقدر

له ۲ : ما ؛ ج : تا

له ۳ : ب : نبرد ؛ ج : ببرند

له ۴ : ب : دید ؛ ج : نه بیند

اقلیم دل بزور مسخر نمی شود
 از گریه سر نوشت چه ننویم که این رقم
 روشندان خوشا شد شاهان نگفته اند
 کی می پسندد لیر قدم در محیط عشق
 خاک از غبار نگاه بلندی طلب بود
 پیداست تا کجاست ترقی تا که مود
 خاکی بفرقی بخت که در هیچ معسر که
 آسوده خاطر سرم زرد و قبول خلق
 مگر توتیا کنند گهر را چو بشکنند
 در پیری از حیات حلاوت بیافتم
 خود را دگر نه گرم روان نشتری کلیم
 در زیر پایت ابله اخگر نمی شود

بر لبم همچو جرس فغده فغان می گردد
 صاف دل را بنود قسید علایق نقصی
 مرد در کشور ماروی بخون رنگ کنند
 هوشش باریک شود تا سخنم فهم کنند
 هر که سر گرم طلب گشت در ره شوق
 روشش حرف زدن رفت زیادم چکنم
 چرخ از بهر تو در کار بود حرص تو چلیبت
 آنچه آن شوق قناعت زده راهم که کس
 آب اگر می خورم از دیده روان می گردد
 عیب دار آئینه کی ز آئین دان می گردد
 کاین قضا بیست کند و پیر جوان می گردد
 بسکه در خاطر آن موی میان می گردد
 خاک بر فرق کند ریگ روان می گردد
 نام یارست بچینی که زبان می گردد
 آسیا از پی رزق دگران می گردد
 خاک اگر می خورد آبم به دهان می گردد
 ناوک رشک خورد بر جگر خسته کلیم
 هر که از بار غم عشق کمان می گردد

س

نگویمت که دل از حاصل جهان بردار
 اگر نسیم ریاض وطن هوس دار
 به عنایب شنیدم که باغبان می گفت
 براه عشق که زاری و غمخیزی طلبند
 پیاله اگر بکف آید به پسند گو منگر
 اگر چه صرفه پسندیده نیست از مستان
 براه کعبه اگر می رویم گوید عقل
 زمانه هر چه دهد در بهای عمرم گیر
 به هر چه دسترست نیست دل از آن بردار
 به ناله و امن خرگاه آسمان بردار
 ز گلبنی که بود سرکش آشیان بردار
 ز ساز و برگ سفر چون جرس فغان بردار
 چون گل بود نظر از روی باغبان بردار
 چو شیشه جلوه کند شمع از میان بردار
 که از بر لای سگ نفس استخوان بردار
 ز بد معامله گلخن به گلستان بردار
 وطن تمام حسن و خار به گلست کلیم
 برو سواد وطن را از آشیان بردار

ش

می کنی اے شیخ یاد از حسن های دین خویش
 خاکساری سر بلندی را ز سر واکردنت
 بر که بمان مشکر سایل در حقیقت واجبست
 در پناه فیض عریانی مسلم ماند خسار
 در طریقت عمار چون از دین خود برگشتن است
 هر گراں سنگی شود ز اندیشه روزی سبک
 خود شکن را خوش نیاید مدح خویش از دیگران
 تلخ کامان دگر داری بخمر ساعده بده
 انگنی بر شانه هر گردیده خود بین خویش
 نه حصیر و خشت گردن بستر و بالین خویش
 زان که گلبن را سبک ساریست از گلچین خویش
 گل چه آفتها که دید از جامه رنگین خویش
 مگر بجای جمده کس کاسه چوبین خویش
 آسپارادانه می اندازد از تمسکین خویش
 خود پسند از ابلهی خود می کند تحسین خویش
 دیگران را هم ز کاتی از لب شیرین خویش
 از غم جانسوز خود تا کی توان دیدن کلیم
 همدان را چون چراغ کشته بر بالین خویش

چو چشم خویش دی باده در گلستان کش
ز لطف گاه به دستی به تیغ شرکان کش
جدا به نام من لے دوست خطایان کش
بسانه غنچه درین باغ باده پنهان کش
بیا به گلشن و در زخم غنچه پیکان کش
اگر توصاف دلی بار زیر دستان کش
کسی بشعله نه گوید که با به دامن کش
که سربه یاد بود زود در گریبان کش

بسان شیشه خالی دماغ ما خشک است
کلیتم رخت به بازاری فروشان کش

نجان چرخ نشینی سر به بستان کش
ز کج کاوشه دله غشایار می گیرد
مرا بگوشه مکتوب غنچه یاد ممکن
زمانه ایست که مستی ز بلبلان عیب است
اگر قبول نداری که کشته لب تست
چنان که آب ز گل می عود کدورت ناک
ز بیقراری منعم توان کردن
بطاق گنبد فانوس این رقم دیدم

م

گر بخش آتش فتاد مهری سوزد دلم
هر کسم سومی زند گوئی که خط باطلم
بر سر تیر همه مانند عمید غافلم
ره نورد مانده ام در آرزوی منزلم
هر کجا هستم ز اشک خوشتن پا در گلم
پیکس نه نهید غمیر از داغ دستی بردلم
مایه نو سیدیم گوئی جواب سایللم
سایه خود با خاک یکسانست بنگر عالم

تا قیامت خار غم در جان نمی ماند کلیم
مگر ز دل بیرون نمی آید بر آید از گلم

بوی کین هرگز کسی نشنیده از آب و گلم
چون قلم دارم سر تسلیم رادر زیر تیغ
تشا آگاهیم لبیکن درین پنجیر گاه
از در و دیوار میگیریم سراغ مرگ را
شمع را مانم که از سیر سلوکم نا امید
لاله دارم دل ز غم صد چاک شد و بی کسی
آرزوی یک دل از من در جهان حال نشد
بی ثمر تخلم مرا باری بغیر از سایه نیست

له : هم : ج : هستم

له : دیاری : ج : باری

خنده خواهم که از خود نیز روگردان شوم
 رنگ آبادی ندارم خانه بی صاحبم
 قرض دارد روزگارم خاطر من زان شاد نیست
 ناله بیداد دوران را نشان باید شدن
 تازی باید بخلی مختلف یک رنگ زیت
 کمر حرمت باری آرد شکستن نان خلق
 قدرتم غالب حریفی را نمی داند که چیست
 هم کف شد هم مکرر جامه ناموس و تنگ

هر کجا آینه پیدا شود پنهان شوم
 گر خریدارم شود سیلاب آبادان شوم
 چون جباب از دام هستی پس دهم خندان شوم
 آن چنان بگذارم این غم گر نظر پنهان شوم
 یک نفس آینه کردم یک زمان لوبان شوم
 عزتم نکرد طفیلی هر کجا مهربان شوم
 صد تعدی می کشم از خس اگر طوفان شوم
 گودلم خواهد لباسی تو کنم عریان شوم

خود هم از روی تنگ دادن به تاراجش کلیم

فی المثل گر یاسبان چشمه جوان شوم

ز سستی بخت مرادی رد انمی خواهم
 سراسر عاریتی قابل نشستن نیست
 شکستگان را پامال ساختن کفرست
 چنان ز دست تهنی خوش دلم به همت فقر
 گدا به غیرت من نیست در دیار طلب
 ز روزگار دو حاجت امید توان داشت
 بتان ز صحبت هم می کنند کسب غرور
 چنان براه طلب همتم بلند بود

وسيله گر همه باشد دعا نمی خواهم
 از ان بخاطر احباب جا نمی خواهم
 بکنج خلوت غم بویا نمی خواهم
 که پیر گشتم و در کف عصا نمی خواهم
 هر ان مراد که گردد دروا نمی خواهم
 اگر برگ رسیدم غزا نمی خواهم
 ترا بآینه هم آشنا نمی خواهم
 که از سراب جز آب بجا نمی خواهم

کلیم از سفر آوارگی چو مطلب شد

جریده می روم و رهسپار نمی خواهم

نمیرم تا براهت بر نمی آید تمنا می
 ز بس گر مست نتواند نشستن هیچ کس آنجا
 جدا ز آتش فزون تر مضطرب باشد پندما

نشاید تا قدم بیرون نیابد خارت از پایم
 عجب بنود اگر در بزم او خالی بود جایم
 بگویت گر نمی آیم نه پندارے شکایم

ز تیخت چاک چاکم گریه آرام از جگر آهی
هوائے وادی لیلی ز بس دیوانه ام دارد
متاع دل به هر کس داده بودم بازمی گیرم
برائے زخم می ترسم که در تن جای نگذارد
چو مینا خون من بادا حلاوت گریه می بنود

چو اوراق پریشان می رود بر باد اعضا می
بشهرم گر کسی گم کرد می جوید بصحرا می
پریشان طره دیدم که بر هم خورد سودا می
اگر داغ و قازین گونه می گیرد سراپا می
بسان شیشه در مهرت یکی پنهان و پیدا می

کلیسم آرنه غبار در گه افتادگی کردم
نخواهد برد طالع هرگز از پستی به بالا می

ز ناتوانی خود این قدر خبر دارم
زمانه آب متاع کسان خسریده و من
مگر بهانه ماندن شود در آن سرکوی
بسوی او روم از آن که می روم از خود
چو دام هر چه گرفتم بمن نمی ماند
بکنج خلوت غم بهیچو شیشه نیمه
ز پاسبانی دل آمدن بحسان چکنم
هوائے سرکشی نفس دون زیاده شود

که از رخس نتوانم که دیده بردارم
نیم پسند ز آبی که در گهر دارم
سر شک ریزم و بازش ز خاک بردارم
ز خویش بے خبرم لیک ازو خبر دارم
اگر چه ییچ ندارم همین بهنر دارم
کمند و حدتی از اشک بر کمر دارم
نمی توانم ازین شیشه دست بردارم
به پشت گرمی خشتی که زیر سر دارم

شکسته رنگی خویشم خوش آمدست کلیسم
که دایمم آئینه اشک در نظر دارم

بافکر او چو سر بگریبان فرو کنم
دهقان به هر زمین که نشاند نهال تاک
از تیغ ابروی تو ز بس زخم خورده ام
هرگز مراد من به حصول آشنا بنود
از عقلمای کهست و نو خرم منی شود

تشریح زلف خم بنمیش مو بهو کنم
من هم به خاک تخم کدوی فرو کنم
جرات نمی کنم که بحر آب رو کنم
در زیر تیغ عمر ابد آرزو کنم
گر آستان میکده را رفت و رو کنم

له ج : می خواهم

له ل : دانم ؛ ج : دایم
له ب : حرمی

له ل : از ؛ ج : ار

له ل : پاک ؛ ج : تاک

گرد و بزیر خاک سکندر ز شرم آب
دشنام و بوسه هر چه عوض می دهی بده
بر صید دیگری نظرم کی فتد که من
خواهی نشان تیر شوم یا غلاف تیغ
دل را اگر بآئینه اش رو برو کنم
حاشا که با تو بر سر دل گفتگو کنم
در سر نگنجدم که گل چیده بودم
با هر ستم که مصلحت تست خو کنم
با تیغ جور ناوک لب لطفی کلیم هست
تا چاک های سینه به پیکان رفو کنم

به دور خویش ز مینا حصار می خواهم
بتوبه نامه نمی شویم از گسبه که خشر
چو چشم حشر تم افتد به تیغ ابروئی دوست
بروی کار جهان رنگ دیگرم هوست
ستم بود که گل زخم مشکش بونشود
غبار اخگر دل را آب نتوان برد
بسیل اشک سپردم سرای هستی خویش
غبار خاطر از ان می دهم بشکوه برون
در آن میانه ترا در کنار می خواهم
بکف سوده زلف یار می خواهم
یکست عمر و شهادت دوبار می خواهم
درین چمن نه خزان نه بهار می خواهم
ز تار زلف تو یک نجیب دار می خواهم
نسیمی از سر زلف نگار می خواهم
ز خود سفر چو کنم خانه دار می خواهم
که خاک بر سر این روزگار می خواهم

به بادیه نه برم گر کلیم را چه کنم
برائے مجنون شمع مزار می خواهم

دست و دل تنگ جهان تنگ خدایا چکنم
سنگ بر سینه زخم تیشته دل می شکند
در ره عشق اگر بار علایق همه را
ماتم بال و پر ریخت ام بس باشد
من که چون گرد به هر جا که نشینم خارم
گله از چرخ بود تیر فگندن به سپهر
خاری گل شده هر جا گل بے خاری بود
کنج تنهایم از کور درش بسته ترست
من دیک حوصله تنگ باینها چکنم
نزنم شوق چنین کرده تقاضا چکنم
بفکنم با گهر آبله پا را چکنم
خویش را تنگ دل از دیدن صحر چکنم
جنگ با صدر نشینان بس جا چکنم
چون بجای نرسد شکوه بیجا چکنم
گر نه بندم ز جهان چشم تماشا چکنم
عز لقم گم نه بد شهرت غلتا چکنم

سر و برگ جدلم نیست چو با خلق کلیم
نکنم گریه بد و نیکنم مدارا چکنم

بسکه از یار غم دهر گرانبار شدم
شیشه ییخ دل از مستی من خود نه شکست
خرم از ایر بهاری نشدم طالع بین
خواهم آینه دگر روی بمن نه نماید
تاکی اے دل ز غم تنگ دهان ز اے
بعد عمری که بخواب من بے دل آمد

رفتم از هوش مکن ستم ازین بیش کلیم
چشم بردار از ان چشم که از کار شدم

آن سالکم که با خضر هر چند هم نشینم
از بیم دید و وادید بگریزم از عدم هم
دایم ز همت فقر خرم ز دخل بیش است
آزار مالتانی از آسمان نه دارد
ظاهر به باطن من یک رنگ گشته در عشق
امید رستگاری ز آغاز کار پیدا است
از انقلاب دوران هر درد بر سر آمد
این سر نوشت بد هم دایم بکس نماند
شیرین زیباتی من دایم عوام بود

دایم کلیم دوران در پیستم ندارد

شاید که قدر دانی بردارد از زلمیستم

دوش در خواب که آن طره بیچان دیدم
از هواداری آن زلف چنانم که اگر
صبح در بستر خود سنبل و ریحان دیدم
برد خواب اهل خواب پریشان دیدم

اے خوش آندم کہ ز حیرت نزنم دیدہ بہم
 انچہ از لشکر تاتار ندیدست کسی
 گردِ راه طلبم سرمہ بینائے شد
 از سرِ صدق چو دستار بگردش گشتم
 ہر کہ ز ابنائے جہان است بمن حق دارد
 دارد از منفعتی صحبتِ این خلق چرا
 راست گفتند بود توبہ پشیمان بودم
 دہر بر عکسِ توقع چو کند کار کلیم

ہر چہ دشوار شہردم بخود آسان دیدم
 تشنہ می میریم و شکر آب حیوان می کنیم
 مشکوہ دردِ ترا کی پیشِ دربان می کنیم
 ماسیہ روزیم در شب سیربتان می کنیم
 بے تو تار یکست کشمیر لے چراغ دیدہ
 گل اگر تاسینہ در کشمیر می آید چہ سود
 در کھنِ عیش از بس دیدہ بد دیدہ ایم
 ماجرائے دیدہ می گویم پیشِ سیلِ اشک
 از ظفر خان بود آن جمعیت و طرح غزل
 تا تو رفتی دل بفرخِ خویشتن افتادہ است
 بادہ کشمیر از بزم تو صاحب نشاد بود

داغ می ماند کلیم از لالہ زار از دست رفت

ہر چہ دشوار است صابر خویش آسان می کنیم

از ثباتِ عشق دایم پایہ دامن داشتم
 بر زلالِ حضر اکنون صد تغافل می زنم
 گر چو داغِ لالہ در آتش نشین داشتم
 من کہ چشم از تشنگی بر آب آہن داشتم
 خوشہ چین بودم من آن روزی کہ خون داشتم
 بیج گہ ذوق از جستجو یازم نداشت

لہ : ل : جسم ؛ ج : چشم

لہ : ل : در ؛ ج : از

لہ : ل : بودم ؛ ج : دیدم

لہ : ل : بود از آن ؛ ج : بود آن

روشنی از بزم من در یوزه می کرد آفتاب
شعله بر می خاست از بے طاقتی و می نشست
کی به هر نامحرمی چاک جگر خواهم نمود
همچو ماهی غمیر دغم پوششی دیگر نبود

در چراغ عیش تا از باده روغن داشتم
من نه جنبیدم ز جاتا جا بگلخن داشتم
من که ز غمش را نهان از چشم سوزن داشتم
تا کفن آمد بهم یک جامه بر تن داشتم

داغ راجز بر کنار زخم نه نهادم کلیم
دیده را بر رخساره دیوار گلشن داشتم

بسکه می پیچد صدای ناله دل در برم
طالع بد بین کز آب و آتش بے قدر تر
حکم سودا بر سرم جاری ترست از سیل اشک
خاک اصل طینتم گوی ز گردلشکراست
بسته ام چشم امید از مهر بانی های خلق
فطرت پستم ندارد بال پرواز بلند
خاطر آزرده دارم که در سیر بهشت
برگ من بے برگ است و بار بار خاطرست

استخوان سینه مستی قارشد در پیکرم
گرچه آتش می توان کشتن ز آب گوهرم
گر بفرم خاک بیزدور زندگل بر سرم
کمز رفیقان جمله در راه طلب و پس ترم
دل نهاد زخم بی مرهم بسان مجرم
من که موبه ناتوان باشم چه باشد شهیرم
از گریبان چون جرس بیرون نمی آید سرم
باد یارب روزی برق بلا برگشت و برم

میکم گاهی اگر سامان بزم من کلیم
سنگ پر بیرون کند از اشتیاق ساغر من

فرستی کو که دواي دل رنجور کنیم
طمع خام نشد ز آتش حرمان نخسته
خدمت بزم شراب تو ز ما می آید
از پی کیسه ماتنغ به بندوبه میان

بنفشه شیشه می برهم تا سوز کنیم
گمیه دوزخ بر دیم آرزوی حور کنیم
می توانیم که از گریه کزک شور کنیم
ما اگر دست هوس در کمر مور کنیم

له : ۱ : از : ج : ۱ : ۲

له : ۱ : بر ندارد : پر

۳-۳ له : ۱ : میکم گاهی اگر سامان بزم من کلیم : سنگ پر بیرون کند از اشتیاق عزم

ج : ۱ : میکم گاهی اگر سامان بزم من کلیم : سنگ پر بیرون کند از اشتیاق ساغر من

زندگی بسکه ز بیداد فلک تلخ شد است
پرده هر چند فزون جلوه افشا خوشتر
رفت صندوق به تابوت نخواهد گنجید
خسته به شده راپریشی رنجور کنیم
فهم این نکته ز راز دلی طنبور کنیم
هر چه با خود توان بروز خود دور کنیم

چاره زاریست بر دل سپردن کلیم
توانیم چو رامش به زور زور کنیم

که گهر که شر از دیده تر یافته ام
تا که اند پائے فتادم ز بهر در پیشم
پیش پا را تواند دسیه روزی دید
بر سرم محفل شود از سوز درون خاکستر
محسوس کرد در با محتسبیم می گیرد
در بیان طلب از اثر گرم روزه
در معانی که سرم را سپر از تسلیمت
فقر را بسکه تناعت به نظر شیرین کرد
من هم از برق دهم از ابر نظر یافته ام
یا براه تو اگر باخته پر یافته ام
در کف هر که پراخی ز بهر یافته ام
می توان یافت که از شمع نظر یافته ام
تا بر کیفیت چشم تو خبر یافته ام
صدف آبله را پر ز شر یافته ام
گو سکن در طرغم گشته لطف یافته ام
دستم از تنگ بود تنگ شکر یافته ام

راز هر سینه به بنیم چو می از شیشه کلیم

از در می که تا کحل بصر یافته ام

بر دگ دل گاه ناخن گاه نشتر می زنم
در لباس شید زاهد در حشرم ره می زند
عقده مکتوب ما را از کشادن بهره نیست
جام چون لبریز شد دیگر نمی دار و صدا
میتوان گاهی به مکتوب مرا خورسند کرد
تازه می گردد و دلم هر گاه آه می کشم
خودنمای شیوه من نیست چون دیوار باغ
عاقبت بر شمع رویش می زنم خود را کلیم
هر زمان بر ساز غم هندراب دیگر می زنم
من درین میخانه بدنامم که ساغر می زنم
این گره نه بوده بر بال کبوتر می زنم
با دل پیچ در حرف شکوه کمتر می زنم
من ز دندنی داستان شکوه را سر می زنم
هر نفس که دل کشم دامن برانگیز می زنم
گل به دامن دارم اما خار بر سر می زنم
من گم از پروانه ام خود را برین می زنم

بر آن سریم که تسخیر آفتاب کنیم
چه لایق است که در شیر صبح آب کنیم
گذشت آنکه توانیم اضطراب کنیم
نمی گذارد کاین طفل را بخواب کنیم
چو عمری گذرد ما چو اشتاب کنیم
خوش آنکه بر سر عقل این بنا خراب کنیم
با هر دو ملی را مگر کباب کنیم
عکلی که غازه زحار آفتاب کنیم

بود کلیم که باز از نشان دندان ها
برای بوسه لبی چند انتخاب کنیم

همین بلبست درین عید دیده دادیم
بقدر بهمت خود جا مشر نه پوشیدیم
بفرق سایه آهست سایه بیدم
باشک بی اثر خویش بسکه خندیدیم
کفن بدون کند از تن لباس تجریدیم
باشکب خویش اگر تا صبا غلطیدیم
به زود رفتن و دیر آمدن مکه عیدم
نگان مسبر که ز امداد بخت نوسیدیم

به پیر جام از آن دم که دست داده کلیم
ز خط ساغر چون شیشه سر نه پیچیدیم

چو شمع گشته ازین ماجرا زبان بندیم
درین چمن بچه امید آشیان بندیم

بایں دماغ که از سایه اجتناب کنیم
بگریه محری سعی بیش ازین خوش نیست
شود به صبر بدل عجز چون کمال گرفت
ز سوز ناله بود جمله بے قراری اشک
سفینه می رود این سعی ناخدا عبث است
هوائے خانه ناموس و ننگ دگیر است
کدام سوخته جان راست تاب آتش ما
به یمن عشق ز خاک وجود می سازیم

بروے ساغری ماه عید را دیدم
بغیر دیده که پوشیدم از مراد و کون
چنین که برگ و بر نخل آه پیکان است
لبم ز خنده و چشم ز گریه ترمی داشت
ز عاقبت نسیم ایمن که ترسم آخر کار
بان شمع کس آواز گریه ام نشنید
گران بنو دم بر طبع دوستان هرگز
بحشر آخر از خواب مرگ برخیزند

ز شور عشق چه هنگامه فغان بنسیم
نهال سرکش و گل بے وفا و لاله دورد

دمی که ما گره از کار عیش بکشایم
مناج خانه دل آن چشما به یغما رفت
هزار مشکوه یکی کردم و کسی نشیند
گره بموی چو انتاد باز نکشاید

کلیم سایه شاه جهان چو بر سر ماست
به پشت چرخ دگر دست کهکشان بندیم

از در محرومی استمداد همت کرده ایم
کیست تا ما را بدست کم تواند برگرفت
این زمان بے بوسه از ساقی نمی گیریم جام
نقد جان از ساقی و رخت سرا از می فروش
گر همه رخصت بودستان که سنگ همت است
در ره سنگ ملامت فرش چون خاک رییم
خاکساری نقش پا تعلیم می گیرد ز ما
سخت بے قدرست شاید قیمتی پیدا کند
پیش پادیدن نمی آید رگراز ما چو شمع

بر سر جنگست با مابی سبب دایم کلیم
گرچه صلح شکل به نهاد دولست کرده ایم

جان کا هدم چو حق سخن را ادا کنم
با عالمی مرا سر هم خانگی کجاست
چندان که جای درد دل آتش کند
سرگشتگی عجب بمیانم گرفتار است
از دیده گریه رخت ز دست و بدست نیست

گر نقد جان دهند سخن را بهیسا کنم
گو مرگ تا که راحت بخدا کنم
خواهم که جا بنخاطسرا آن بے وفا کنم
دلدار در کستارم د او بر قفا کنم
غیر از غبار خاطر تا آتیا کنم

چون شلیش هر کجا که سر حرف واکنم
دیگر باشک شام چو شمع اکتفا کنم
زین یک رده هزار مرض را دوا کنم
همچون قرا به پرهین از بوریا کنم
حیف آیدم که زهر در آب بقا کنم

تنهیه منکران سخن می توان کلیم

گر آرد هائی خامه به آنهار ما کنم

در خراب آباد دینی جعدی ویرانه ام
گر ز کار افتاد و ستم رنجیت بر سر خانه ام
باورم ناید که پرخواب شدن پیمانه ام
تیشته فراموش و بال پر پر وانه ام
سایه پشتی بان دیوارست در ویرانه ام
چون به زنجیر خون می سازم از دیوانه ام

شعله بر می خیزد از نرقم بجای مو کلیم

می سزد گر از یله بیضا بسازی شانام

که در وطن همه سرگشته تریز گردا بم
تمام عمر به یک قطره آب سیرا بم
بکیش امن که خم تیغ اوست محسرا بم
براه شوق عنان بر عنان سیلا بم
که تارم از رگ جان نشترست مضرا بم
زبان به بند کز انسان می برد خوا بم
نگهان بر می که خس گرد باد و گردا بم

یک بزم راه بوی سخن مست می کنم
سامان خون فشانی روز و شبم نماند
داروی پاس ماهمه در دی موافق است
تن را چو در لباس قناعت به پرورم
گر همچو نیست در سخن من ز عجز نیست

نه سزاوار حرم، نه لایق تجرانه ام
فرقم از سر کوب محنت یک نفس خالی نبود
بسکه هرگز پندیدم جام عیش خویش را
من نباشم رونق عشق و محبت می رود
فقر تا ما بنوایان را حمایت می کند
باگرانان سازگاری و مدارا عاقلست

همین نه در سفر آشفتگی تریز سیلا بم
چرا فریب شراب هوس خورم که چو تیغ
نه سر نهادن از سرگذشتن است سجود
نه رهبر و نه رفیق و نه منبر است مرا
بدست عشق یکی ساز دلخراشم بین
مرا زو غلط تو غفلت زیاده شدناصح
به برو بحر مگر گشتگی رفیق رسبت

اگرچه تیغ نیم روزگار دریا دل در آتشم فگند تا دهد می آیم
ز اشک و آه که یارب زیاده باد کلیم
همیشه آتش سامان و سیل اسیا بم

روز و شب از بسکه محو آن میان گردیده ام
اشک زنگین داغ حرمان زخم اشک مری
بر تنم هر جا که اشک رفته بر آید دود از آن
عیب پوشی سهل باشد عیب نادیدن خوشست
از سیه روزی رهای چون نباید دل که من
فرصت عشرت ز کف ندهم بهر حالی که هست
چون نباشد سیر نه گلگون رخ سبزان هند
گل به بستر تا نیشانی نمی خوابی و من
همچو من در پیش یارب وفای خود کلیم

زور نتوان خوار شد عمر وفا ورنه دیده ام

هرگز آشفته ز بد کردی دوران نشدم
آه ازین غفلت سرشار که چون ساغر پر
طالع خصم فگن در همه میدان دارم
چون لب زخم دلم خنده پی گریه نکرد
بسکه بانیک و بد خلق نه دارم کارے
گل نقش قدم در چمن بے قدری
در ره دشمنی خویش چه ثابت قدم
گل روی سید گلشن پیر مرد گیم
تا ندادم سر خود در ره آن شوخ کلیم
همه طایفه بے سرو سامان نشدم

له ج : تنهای

له ج : در زیده ام ؛ له : در زنده ام

له ج : دون

له ج : من ؛ له : نه

له ج : در ؛ له : دلها

ما که پیش از مرگ آسایش تمنای میکنم
 چون بکوی خاکساری سرکشی از سر نهیم
 ترک تجریدی که ما داریم بی اجرست عیقل
 چاره کم کن تا جفای دهر هم کمتر شود
 کار فردا را ز ما امروز می خواهند و ما
 بسکه هر جا شکوه افلاک داغ نم کرده ایم
 گو بکنج عزلت از تنه سایم گیر دلال

خواه صبر و خواه دل هر چیز گم شد از کلمتیم
 جمله را در کوچه زلف تو پیدا میکنم

اشک ریزان از غمت چون اوبه هامون میکنم
 طالعی دارم که می افتد گره در کار من
 ابروی زخم کشیده چشم داغم سرمه دار
 طاعت شوریدگان را قبله جای دیگر است
 با چنین بخت زبون بار و زگارم دشمنست
 آنچه من دیدم ز دشمن هم جدائی مشکست

کاسه مجنون و جام لاله پر خون میکنم
 سر چو تار بسکه از هر جا که بیرون میکنم
 حن یوسف را بعشق خویش مفتون میکنم
 دو بوقت اشک ایزی سوخته چون میکنم
 گوشش فراد را با ضعف مجنون میکنم
 می خلد در دل گراز پا خار بیرون میکنم

جامه و آردن طالع میکنم از بر کلمتیم
 بخت را از همت والا دگرگون میکنم

ن

میر ویم از خود بیاد را بنهن تنه نشین
 سرکشی با هر که کردی رام او باید شدن
 طرز وضع اهل دنیا سر بسر ناید نیست
 صدر مجلس گر تنها باشد افتاده باش

ذوق تنهای اگر دارم بیا با صفا نشین
 شعله سان از هر کجا بر خاستی آنجا نشین
 گر فراغت خواهی از ایام نابینا نشین
 بچو گرد از خاکساری آننگی بالا نشین

شب چراغ افروختن از اهل عزلت بدنامست
منزوی گرمی شوی از سایه هم تنها نشین
گرد بالای توستاتی جلوه مستانه بس
که در آغوش من دگر پهلو می نمانشین
اے کلیم از کیمیا جسته و صل دوست
گر ز پاخواهی نشستن بر در دلباشین

کار دوران چیست به جمعیت پریشان ساختن
پاک طینت را بکین کس نشاید کرم کرد
بهر خون ریز از طلا شمشیر نتوان ساختن
باید از وی در فقر خویش پنهان ساختن
قطره سازی را بدل سازد به پیکان ساختن
چون بکیش هندوان بتخانه ویران ساختن
عاجز آید نو بهار از غنچه خندان ساختن
می تواند از گل و ریحان مغیلا ن ساختن
زان که ناچارست باد و چرخ اغان ساختن

نارستان دست نرسود بهوسها شد کلیم
بعد ازین خواهیم با سیب ز خندان ساختن

نه همین می رسد آن نو گل خندان از من
با من آمیزش اوافقت موج است و کنار
میکشد خار درین بادیه دامان از من
تا یکی سرکشی اے سرو خرامان از من
می توان برد به هر شیوه دل آسان از من
ترسم آلوده شود دامن عصیان از من
که به خشم بود از ملک سلیمان از من

اشک پیوده مرین این همه از دیده کلیم
نمودم را نتوان شست بطوفان از من

مگر ناصح که بتوان از رخ جانان نظر بستن
بسی مشکل بود بر روی صاحب خانه در بستن

به از مونیست دستاری همراهی دماغان را
 در کس نمی ماند کمر گاهی که بکشای
 بدی خویشتن هرگز نکودی نیک بخت آید
 ز روی سپهر مرهم نیست دیده داغ
 رویش ازل رهن ندارد خصم کوفتیش
 سخن بخشد حیات جاودانی اهل معنی را

سکندر سندی بستی که ناش در جهان ماند

دو مهر ع را توانستی اگر بر یک دگر بستن

اس صبا این دل صد چاک بجانان برسان
 به چمن گر گزری ناله از من بشنو
 ز ابرو را هم همه چون دیده عاشق آبست
 تا دل آبلها دا شود از رنج سفر
 کار اغیار چو از بوسه رساندی به کنار
 هدف ناوک اوباش گرت شوقی هست
 تاکی اے بخت بری چاک ز جیشتم به کنار
 خوں اگر نیست دلا آهن پیکان بگذار

نوبهار ست کلیم این همه افسرده مباش

تو هم آخر گل اشکی به گریبان برسان

بسیه ناوک غم تا بکے روان کردن
 دلا به گلشن حسن معاش می باید
 چه ذوق رود و دانه آینه نشان کردن
 بقدر پایه پر داز آشیان کردن

۱: آب روان، ج: آب گهر

۲: جانان، ب: جانان

۳: آب، ج: آب

۴: شب، آینه را

۱: ج: باید

۲: بر، ندارد، ج: بر

۳: آنست، ج: آبست

۴: خاک ز جیشتم، ب: چاک ز جیشتم، ج: خاک ز جیشتم

تفس فراخ اگر بگشت گلستان نشود
نذائے ماست فریب سراب نوسیدی
ترا چنین که سر و برگ بد گمانی هست
مسلم است به دل درو و عمر گاه ترا
چنین که قسبه خود کرده ایم دنیا را
زمانه را به تو یک رنگ می کنند از دل
بجاست شکر و شکایت ز آسمان کردن
مگو به هیچ قناعت نمی توان کردن
چرا نداری پروا از امتحان کردن
ز جان نهفتن و پنهان ز لب فغان کردن
نشان کفر بود پشت بر جهان کردن
به نزد جمل فروشان بهتر نهان کردن

جفائے خارند از بهر گل کشید کلیم
رساند مشق منزل ز باغبان کردن

شب عید است می باید در میخانه واکردن
صراحی گر چنین پیوسته خواهد در سجود آمد
زمانه عید بی ابروی ساقی کار نه کشاند
ستم باشد کشیدن جام می را یک نفس بر سر
نیایی مستحق تر از من مخمور اے ساقی
خار باده در چشم سیه کرد دست عالم را
مرا بیانی تر مکان اومی سوزد از غیرت
گرو از ما برد در تیره روزی و پریشانی
چنان کنز هر شرده نماید دیواندن ریشه در دلها
کجا هر بی بصیرت را رسد این کل بینائے
فزون از پای نقد هیچ کس پستی نمی بیند

درین دریائے بی ساحل کلیم از من چه می آید

ز کار افتاده این جا بازوی موج از شنا کردن

بازی خار و کفم خواهم دگر بر سر زدن
از غم آن دل که غم شده می زخم بر سینه سنگ
این بود از ما بدایم عشق بال و پر زدن
چون درین غم خانه کس نبود چه حال در زدن

وقت رفتن شمع رغنائی و گل بر سر زدن
حیف باشد خاک پایش را بچشم تر زدن
کی تو آن بهر کادی طعت بر گوهر زدن
نزد مردم لاف از فهمیدگی کمتر زدن
از ملال زندگان سینه بر خنجر زدن
خارج غم در پاشکستن به که گل بر سر زدن
از تاسف تا بکی بتوان به یک دگر زدن

آن که حرف از بیم بدنامی نه زد با ما کلیم
نیک نامی باشدش با مدعی ساغر زدن

کی از هر رشته این دست گل میتوان بستن
که مغزم را نباشد فرصت در استخوان بستن
در آن کو صدف من نیست خواب پاسبان بستن
با فسون می توانم لرزه آب روان بستن
ز گلچین در زدن می آید و از باغبان بستن
بخود نتوان گل داغ خون را در خزان بستن
بنایستی ز لول خویش را بر کاروان بستن
بخون ریزه اسیران این چنین باید میان بستن

کلیم از یک الف زخمش چه شرح شکوه می خوانی
نخن کوتاه کن تا کی ز حرفی داستان بستن

قدم از سر کن و سودای منزل از سرواکن
بوادی شکیبائی خیال زلف لیلی کن
هوائی سیر در یاداری از ساحل تماشا کن

در حق آن قامت دلکش وصیت کرده است
گرچه می گویند نیکو می کن و بفکن در آب
کم خریداری برای ما بهتر باشد نه عیب
دعوی فهمیدگی دارد گواهاں زان یکیست
اے که دلیکرا از حیاتی یاد از پر وانه گیر
رنج و راحت را اتلافی از قضا چون می رسد
دستهایم چون فلاخن هر دو بی سمر پنجه شد

کمر از تار جان باید بر آن نازک میان بستن
بزرگ ریشه شوق اضطرابی آرزو دارم
برو تا رعد لبم شام چون پروانه خاموشم
علاج اضطراب دل نمی ز من ورنه
همیشه پیش من عجز و کار اوست استغنا
دکان کلف و شوم رونق من موسمی دارد
جرس این ناله ترا از پهلوی دبستگی دارد
به نازم ترک چشمت را که ترکش بسته می خواهد

اگر مردی نعلین خار سعی در پا کن
ز مجنون کم تر روز سیاه در هم خود را
نه مرد صدمه عشقی ز سرحد هوس بگذر

بحری میتوانی ساخت کار شور بختان را
 طریقی زندگی باد و ستان بنگر چنان باشد
 بهشتی جز دل آگاه در عالم نمی باشد
 و لا گرچه رفیقی در ره عزلت نمی باید
 بود کفر طریقت در پی گم گشته گردیدن
 مشو چون غنچه گل خود نگهبان خرده خود را
 تبسم را بگو مستی نمک در زخم دلها کن
 ترا هر گاه می گویند باد دشمن مدارا کن
 هوای جنت از داری بطبع اهل دل جا کن
 نمی گویم که تنها باش همراهی به عنقا کن
 اگر داری دماغ جستجو آرام پیدا کن
 حرکت نقد سرشکی هست در دامن صحرای کن

اگر سودا بلسدافت از این بهتر چه می باشد
 کلیمم از بهر خود او فکر یاری سر دبالا کن

به یغما بردین و دل که دست انداز نماز است این
 غم جانسوز عشق از نهفتن ناش می گردد
 گیاه و برق را با هم چه آمیزش سرت گرم
 بلا پرورده باید که دانش در بغل گیرد
 باین بے برگ و سامانی چو دولا بکن دایم
 نهال حسرت ماهم بهاری می کند آخر
 مبادا سر کشد جای که نتوانیش بازارے
 چه سود از اشک ریزی سر به زانوی غم ارباب نهی
 نهادم سر بکف من هم که تسلیم نیاز است این
 ز خویش آتش بر آوردم گل احقار است این
 بمن آیینی خاطر نشان احتراز است این
 انا الحق گفت اگر منصور لاف امتیاز است این
 سراپا زاری و اشکم چه سامان نیاز است این
 نمود از استخوان مغز من گل سوز و گداز است این
 گذشت از کشور و دلهای چه مرگان و رز است این
 نداری اجر چندانی وضوی بے نماز است این

کلیمم از بهر خود او فکر یاری سر دبالا کن
 نداری خارج آهنگش که آهنگ حجاز است این

شکار نگاه معانیست کنج خلوت من
 خدنگ خامه چو پیر از بیان من باید
 ز دور گردی جای رسم به دشت خیال
 زه کمان شکارم کمند وحدت من
 خطا نمی شود از صیقل تیر فکرت من
 که گم شود ره طی کرده نگاه رجعت من

له باج: ازین بهتر چه می باشد؛ ل: ازین

له با: اهل دلهای

له با: پرواز بال من باید

له با: نماز است این، ل: مارت است این

له ج: رسد

چگونه معنی غمیری برم که معنی خویش
 ز شوق شایه معنی همیشه بهم جو دوات
 هلاک گوهر قدر خودم که شیشه به سنگ
 اگر بچاه در انتم رسم باوج کمال
 مسافیت که صد عقده سدره دارد
 کفن بجلوت گورست برگ و سامانی
 دوبار بستن و ز ولایت در طریقت^{له} من
 براه عالم بالاست چشم حیرت^{من}
 اگر خورد شکند در میان قیمت^{من}
 ز سازگاری افتادگی به طینت^{من}
 میان بخت تندیر و دست هست^{من}
 باین غبار نیا لوده کنج غزلت^{من}

ازین که دست امیدم کلیم کوتاه است
 خدا معانی برجسته داد قیمت^{من}

کس نمی گیرد دگر در رهن صهبا پرهن
 بے تو ضعفم قوتی دارو که مانست حباب
 شب قبا ی صبر و لها چاک شد چون آبدی
 از زکوة سنبستان تار زلفی ده بیاد
 در میان پائنیار و گرم خونی های داغ
 نیست تار و پود راحت در لباس روزگار
 سخت جانی بسکه از پهلوی ما اندوخت
 خرقه عریانی از دست جنون پوشیده ام
 جامه پوشاندن تیمان را مسلمان بود
 از تو چاک لے دست بتیابی وازما پرهن
 بازی انتم اگر بردارم از جا پرهن
 همچو شمع خلوت فانوس یکتا پرهن
 پاره زین امید می سازند گلها پرهن
 با همه نسبت نمی چسبد بر اعضا پرهن
 یک بیک را از مودیم از کفن تافته پرهن
 کار جوشن میکند بر پیکر ما پرهن
 قاصتم هرگز نخواهد راست شد با پرهن
 دختر رز را به پوشا نم زمینا پرهن

گاه عریان از جنون چون شمع می گردد کلیم
 گاه چون فانوس می آید سراپا پرهن

۵

نه گل شناسم و نه باغ و بوستان بے تو
 ز خضر گیرم و بر خاک ریزم آب حیات
 که دیده در نکشاید بر این و آن بے تو
 به زندگی شده ام بسکه سرگران بے تو

به بین چه می کند این چشم خون نشان بے تو
 چه قدر دارد جان مانده آبخنان بے تو
 بغیر نام تو نگذشته بر زبان بے تو
 چون شمع سوخته شد مغز استخوان بے تو
 چنین که می روم از خویش هر زبان بے تو
 اگر نشاط به بارد ز آسمان بے تو

تو بهیچو تیر ز گف جسته رفت و کلیم
 بخود فرو شده چون حلقه کمان بے تو

چون بجه یک یک بهر همندا ز کاوش مرگان تو
 صفه های طاعت پیش و پس استاد از مرگان تو
 چون طفل بدخوی چنین پلشت در دامن تو
 بر سینه من زخمها پاکشته در میدان تو
 شاید دلم آبی خورد از آهین پیکان تو
 از بس مکر گشته ام در گوشه زندان تو

برگریه ات یک ره کلیم آن شوخ اگر ز دهنده
 هر قطره گوهر می شود در دیده گریان تو

رفته فرو بخویشل به فکر دهن تو
 شمشیر احتیاج ندارد میان تو
 بیش از دو خانه گرچه ندارد کمان تو
 با سیل اشک خود سفر از آستان تو
 نامی که نگذرد به غلط بر زبان تو
 تنگست جای بوسه بکنج دهن تو
 آویخته به طاق بلند بکمان تو

درین بهار چو گل از سفر تو هم باز آیی
 طفیلی که پس از میهمان بجای ماند
 کجا فرصت آن کز فراق شکوه کنم
 همه ذمیره شهای تیره روزی رفت
 گمان برند که من نیز با تو هم سفرم
 بجام دساغر ماقطره نمی افتد

اے کاش صد دل باشدم اے جان دل قربان تو
 محراب ابروی ترانازم که پیوسته درو
 جانا کجا داری خبر از اشک بے آرام ما
 از تیغ بی زهرا تو یارب کد امین نیست
 شد خشک سال فاقیت گو تیر باران غمت
 زنجیر اگر چه سرب سرچشمست بر من بنگرد

غنج یکی ز جمله خونین دلان تو
 از بهر کشتن دو جهان آن کمر بس است
 هر جا که فتنه ایست در ابروت جا گرفت
 بدنام و بے وفایم از بس که می کنیم
 بدنام خواندم همه کس بے گمان بدست
 باری زد دست بوس کن منع ما اگر
 بر چرخ این هلال نباشد که دست من

می رانهدنت خوردم دستی نهالی نماند
رسوائے عالم ز نگاه نهان تو
از ناله ات کلیم چه حاصل که چون جرس
فریاد رس بهم نه رساند فغان تو



نمک ز گریه و تاشیر از فغان رفته
دعا اثر نه کند گر با آسمان رفته
دبان تنگ تو گاهی بچشم می آید
نمک کجاست که یکباره از میان رفته
دل شگفته نماندست در جهان در بهت
گلست چیدنش از یاد باغبان رفته
چگونه سیل به زنجیر موج بند شود
مگوی پسند که مار از کف غمان رفته
همه بقدر ادب بهره می برند ز دوست
مزاج فهم ز مسند بر آسمان رفته
بهار رفت و گلی در چمن نمی شگفت
صباب سجده آن خاک آستان رفته
زبکه پیروی خلق گمراهی آورد
نمی رویم براسه که سکاروان رفته

کلیم لاف زبان آوردی عزین چندین
که شمع آخر ازین برهم بے زبان رفته

ایدل بسنگلاخ هوسها قدم منه
از کنج یاس روی به باغ ارم منه
بر نوک نیستتر نهی از دیده امید
سهل است چشم بر کف اهل کرم منه
حال حرص و آرز خودی اینقدر نیست
بر دوش بار منت کس بیش و کم منه
تعلیف خود پسند سخن تاشنو مکن
از خود گریست پنبه بکوشش تو هم منه
تا خون ز دست خویش توان خورد زینهار
همت بور ز ولب بلب جام جم منه
با خود نشان به وادی آوارگی مبر
جائی که نقش پائے بماند قدم منه
راه و روش ز نخل خزان دیده یادگیر
گاه خزان به پیری دل بر درم منه
طبل تپی نکوست گر آوازه ات هواست
هر طب و یابس که بود در شکم منه
خود را نشان ناوک شهرت مکن کلیم
از نام ننگ دار و بخت قلم منه

هو سها کاش می رفتند با عمر بسر رفت
 ز سوزن بر نمی آرد خار در جگر رفت
 اثر از شعله آهیم بدر، چون شرر رفت
 نیای از سفر تا باز چون عضو بدر رفت
 ز جوش گریه ام چشمت چون دیگ بسر رفت
 برای گر مراد دیدست از راه دگر رفت
 هوای گری زانو مرا از سر بدر رفت
 درین سرگشتگی مانم به زلف تا کمر رفت
 بکوی تنگ دستی خود زمین گیرم کلیم اما
 شرکم بر سر دریا به تاراج گهر رفت

هوای سیر گلشن مانده است و بال و پر رفت
 بعشق ریشه محکم کرده ناصح بر نمی آید
 بکوی تیره بختی چون مسلم پانم بگل مانده
 شکیب بے قراران هم بجای خود نمی آید
 مباد آتش سودائی کس زین گونه تندافتد
 نیم شرمندۀ یک کام همراهی ز دل هرگز
 میان خاکساران لاف پستی می توانم زد
 بهم طی گشته اما نیست از منزل نشان پیدا

وز نیک دید عالم و لگیر گذشته
 عمرم بفریبی چو پیر تیر گذشته
 سر رشته هر کار ز تدبیر گذشته
 ترکی که ز ماد دست به شمشیر گذشته
 یک نادر کاری ز دو پنجیر گذشته
 آهیم ز اثر اشک ز تا شیر گذشته
 درد دل چو گل و لاله کشمیر گذشته
 گامی دوسر از خانه زنجیر گذشته

دل از غم بیش و کم تقدیر گذشته
 پرواز وطن شیوۀ بال و پر من نیست
 چون در رنگی در کف شوریدگی ماست
 امروز با فسون و وفا بیش سلام است
 راه دل و جان غمزه او زو به نگاهی
 در راه طلب همت این هر دو بلند است
 خارم بجگر کاشته و داغ به سینه
 در کوی خون کلبه ماتر نشان است

یکباره کلیم از لب و دندان تو دل کند
 طفل هوش زین شر و شیر گذشته

دود نخیزد از و چون نفس سوخت
 دلکش پروانه نیست شمع نیفر و خسته

ز آتش پنهان عشق هر که شد افروخته
 دلبری خشم و کین، گلبن بے رنگ بوست

کی به عزیزی رسد یوسف نفروخت
از طیش آسوده است باز نظر دوخت
گرم نگردد و گر عاشق و اسوخت
چشم تو این حکمت از پیش که آموخت
آمد و آورد باز از سر کوش کلیم

بال پر ریخته جان و دل سوخته

طوفانم از تنور بدینسان برآمده
چون شکری که از پی سلطان برآمده
تا سرمه از سواد صفا بان برآمده
از تخم لاله خار مغیضان برآمده
چون از کنار چشمه حیوان برآمده
سروی که قد کشیده زبستان برآمده
آسودگی ز عالم امکان برآمده
در باغ حسن لاله زریحان برآمده
انگشتی ز دست سلیمان برآمده

رستایست هر که نباشد ز شهر عشق

هر چند چون کلیم زیونان برآمده

زلف آشفته به پایش چو زکار افتاده
که اگر تیر خط گشته شکار افتاده
دستم از کار فرو مانده بار افتاده
جا بجای شک چو افشان شرار افتاده
گل بخون لاله در آتش بچکار افتاده

در دهن خود گهر ابد به پیش نیست
مایه آرام دل چشم هوس بستن است
شاید کاید بدام مرغ پریده ز چنگ
داروی بیماریش مستی پیوسته است

آمد و آورد باز از سر کوش کلیم

اشکم ز دل چو شعله فروزان برآمده
رفتی و مضطرب ز قفایت دویده اشک
جای به دلکشای چشمت نه دیده است
از بس که روزگار دنی سطره پرور است
از تیغ عمر خط تو کوتاه که شود
معشوق خورد سال در آید به قید ضبط
جسم بسی ز شش جهت و هفت کشورت
گل گل ز باد چهره سبزان هندیان
در آرزوی خاتم لعنت ز بس گداخت

آمد آن هوش ربانی دل کار افتاده
حسرت تاوک اومی کشدم این چه بلاست
همران دشمن و من بیکس و دهن در پی
نامه ام کاغذ آتش زده رامی ماند
حسن در کسوت یک رنگی عشق اربود

اشکم ز دل چو شعله فروزان برآمده

هر ساعت ج این چه بلاست

اشکم ز دل چو شعله فروزان برآمده

هر ساعت ج این چه بلاست

محاسب زرخودی کستد ایمان تازه
 کشته عشق شوای دل که زخس خوار ز سست
 خواجه آندم که نفس با بشمار افتاده
 هر که زین بحر سلامت به کنار افتاده
 نیست در محفل این تیره دلاں راه چسراغ
 کار پروانه بسرهای مزار افتاده
 قیمت و قدر کلیم ای بت رعنا بشناس
 سرو بی فاخته از چشم بهار افتاده

ی

نبرد از دل غمی نظاره گلهائے بتانے
 شگفت رویم از بینی نه پنداری که خوش حالم
 ز لاله دارغ دل افزود و از سنبل پریشانے
 که در زیر غبار غم نهان شد چین پریشانے
 درین گلشن چین کردیم آخر بال پرافشانے
 مباد از پی صرف مداوا لب به چنهانے
 بگرد عالم اے بخت اگر صدره بگردانے
 خراش دیده افزون می شود زین لعل پیکانے
 کلیم امشب ولی از یار خالی می کنم تا کی
 سخن بر لب گره باشد نفس در سینه زندانے

ز بزمی بر نمی خیزد سرود غم به پردازے
 دلم پر مایه است از درد چاکي خواهد از تیخت
 به گیتی گر چه مشهورم ولی از کام دل دورم
 صدائے آشنایین شش جهت نشنیده ام هرگز
 ز رشک چشم خود خون می خورم در جستجوی او
 به زنجیرم نشاید داشت در بزم ورغ کیشان
 منم آن بلبلی کز شوق گل بے خود روم انجا
 کلیم از دست دارم اختیار خانه دل را
 هم از خانه تنگ جرس می آید آوازے
 که باید خانه از باب دولت رادر بازے
 چه سود از اتیاز من در یغا بخت ممتازے
 مگر کاهای که از کوه غم می آید آوازے
 که هر تر گانش هم پاسے بودیم بال پروانے
 به کوی مطربان در بندم از ابریشم سازے
 نشان یا هم گل خوبی اگر در چنگل بازے
 چنان کاجاندارم جائے پنهان کردن رازے

حرف حق گو چون انا الحق گوی باشد کشتی
در جوانی چون هلاک گشته قامت منحنی
زار نالی اینقدر از چسبیت بار وین تنی
تا یکی بر آتش بلبل کند دامن زنی
گرچه دامن خانه از روزن پذیرد روشنی
گر کند دور افق بر آتش من دامن
ناوک شرکان او را بے گمان صید انگنی
می کند آبی که او ریزد بر آتش رو غنی

نزد این خلق از رواج باطل و حق دشمنی
بسکه در پای خیالست هر زمان سر می نهم
بر جس این طعنه می آید که در راه طلب
عاقبت پراهن گل پای تا سر در گرفت
خلوت دل بے صفا و تیره شد از راه چشم
نیست همچون دامن شرکان او آتش فروز
می تواند داد اثر تیر دعا را آنکه داد
چاره سازی سر کند هر جا چو بخت چوب دست

نمۀ ز آهین دلیلهای تو می گفستی کلمیسم
چون جس بودی اگر او را ز بان آهینی

نمی بینی رهی ترسم که گم کردی چو اکر د
که هر جا چار را هی بنگری خواهی گدا کرد
که از محنت شکسته استخوان چون بویا کرد
چه منت بر حیاداری چو از پیری دوتا کرد
به پیری گر نمی خواهی که محنت حاج عصا کرد
که از منیخانه عیبست از به پائے خویش واکرد
مبادای گل جدا از پرده شرم و حیا کرد
کسی را قدر شکن گر نخواهی کم بها کرد
که باشد قوت پرواز اگر روزی رها کرد

به صحرائے هوس تا کی دلا سرور هوا کردی
تو کی بر حرص خواهی چار تنگی بر فن گفتن
به تن نقش حصیر فقر و قتی خوش نشین گردد
سر خجلت ز شرم گردد با اکنون به زیر انگن
ز پا افتادگان را در جوانی دستگیری کن
نمی گویم که بار دوش کس شو اینقدر گویم
نقاب غنچه چون بکشاد دیگر بسته کی گردد
خدنگ طعنه دایم سوی تیر انداز بر گردد
چو در دام غمی افتی پروبال آنقدر می زن

کلمیسم این شیوه تر دامن است از تو کی زبید
که همچون موج هر جانب به دنبال هوا کرد

له ۱ : ملالم

له ۲ : ما، ج : تا

له ۳ : عالم

له ۴ : بار دین، ج : بار وین

له ۵ : آهی، ج : آهینی

نیست بے فایده این بے خودی و مدحوشی
 هیچ دل نیست که با عشق نباشد کارش
 آخر از عاقبت کار جهان داده خبر
 زهر چشمش نکند دست هوس را کوتاه
 همه جا حوصله خوبست بجز بزم شراب
 تو که بر حرف کسی گوش نمی اندازی
 حاصل هر دو جهان را به سخن گریه دهند

عقل را بخت کنیم از سفر بے هوشی
 گو جهانی که به دریا نه کند سرگوشی
 دلخاکستریش بین پس از اطلس پوشی
 تلخی می نشود مانع ساغر پوشی
 که ز کس فوت شود فایده بے هوشی
 چه شود گر بدیم رخصت یک سه گوشی
 کمطالب چه توان یافت به از خاموشی

گرچه بهر گهر آبله جانیست کلیم
 چون صدف ساخته دل با غم تنگ آغوشی

فزون از صبر ایوبست تاب محنت دوی
 چنان بیرونی تو دست و دلم از کار خود مانده
 ز گوش این نکته پیر معان بیرون نخواهد شد
 ز چشم اعتبار خلق چون پنهران شوی دانی
 تو همچون شعله ای سرکش زهر آلاشی پاک
 نصیب مانده یکبار دیدار ترا دیدن
 چنان عالم به بند اعتبار ظاهر افتاده

که رنجوری نباشد آن چنان مشکل که هجوع
 که ساغر در کم لب سیرین و من مردم ز منجوع
 که مستی خاکساری آورد پر هیز مغرور
 که باشد مستی و رسوائی مایلین مستور
 ز ما کردی به دامن تونه شنید کن دوی
 بخوابت هم نمی بینم زهی کور زهی کور
 که پروانه نسوزد گر نباشد شمع کافور

نکوی بی اثر دیگر کلیم این اشک ریزی را
 ز بختم گریه آخر هم سیاهای بر دو هم شوی

مکن از تلخ کامی شکوه گو شیرین سخن باشی
 زیانهای که در راه سخن دیدی اگر گوی
 بکن بنیاد بیت وسیل شو کاغ سخنهارا
 درین مکتب سواد صفحہ دانش کن روشن

به عریانی بسازار با هنر هم پنهان باشی
 دلا همچون جرس باید که دائم در سخن باشی
 چرا زین شیوه دایم ساکن بیت الحزن باشی
 سیه روز و سیه بخت از بخواهی همچو من باشی

بت خود ساختی یک چند دانش را چه گل چیدی
 به پای خویش آخرتیش خواهی زد ز ناکامی
 بخلق احسان کن چشم از تلافی پوش می باید
 چنان برخیزتن اندوه غربت را گوار کن
 درین جاپشم هاتنگ است نتوان خود نما بودن
 کلیم از منت غم خواری یاران شوی فارغ
 ز داغ تازه گر مرهم نهی زخم کهن باشی

رَبَّاعِيَّات

هر چند که مرد قول و فعلش تبیه است
رسوا شود آنکه می درو پرده کس

برداشتن پرده ز کارش گننه است
ز ر قلب بر آید و محکم روسیه است

از رازِ دو کون گر کس آنگاہ افشاید
بیچاره بہ تنگ نائے دنیا چہ کند

چون جاده سربراه هر راه افشید
مانند شنوری که دریا را افشید

گویت در رخ طره تیچان برداشت
اوزلف بریده با صبا ز آتش حُسن

از شاخ گل آشیان مرغان برداشت
خاکستر دلهای پریشان برداشت

دل قافله در دترا مرحله بود
تا رفت غم تو هر چه بود از دل رفت

این دشت بلائیمه اش از آبله بود
آبادی کاروان که از قافله بود

گویند سلیم تو به آسان شکست
فصل گل و خون گرم حریفان بسیار

در می کده انگاه نه پنهان شکند
تا تو به بود خاطر یار ان شکند

پروانه ہم آہنگ چراغ نم نہ کنند
گر آب شوم تشنه مرغ نم نہ کنند

بلبل ہوس گلبن باغ نم نہ کنند
زین گو نہ کہ روزگار برگشتہ زمین

برقم آنا افتادہ در خرمن خویش
پروانه کجا ہست، پچو من دشمن خویش

چون شمع خودم آتش پر اہن خویش
خود را دایم بر آب و آتش زدہ ایم

صیقل پی آئینہ ہشیارے داد
از موج بہ مستان خط بنزارے داد

آن کس کہ ترا رخصت می خواری داد
تا بادہ ز کم حوصلہ تکان رسوا شد

ممتاز بہ لطف ساقی از انجمنم
گردو چو پیالہ آب اندر دہنم

با آنکہ پیالہ گیر این بزم منم
نگیرد ہر کس از کف ساقی جامی

بر خویش میگیر تنگ تا دسترس است
خاریدن گوشش را یک انگشت بس است

اے دل گر رفح احتیاجت ہوس است
حاجت کمتر چو دستگاہ نیست فراخ

اسرار بلند را بہ بستان بہ سپار
گر راز دلی ہست بہ مستان بہ سپار

راز دو جہان بہ تنگ دستان بسپار
می خورہہ سفال نم بہ بیرون نہ ہد

شستیم ز جام دست اگر جام جمست
آری تاریخ ہم ثبات قدمست

از بادہ گذشتیم بہ پاکان قسمست
توفیق ثبات ہم خدا خواہد داد



ضمیمہ

عہد حکومت شاہجہان کی سنہ واری فہرست

- | | |
|-------|------------------------------------|
| ۱۶۲۸ء | ۱۔ تخت نشینی شاہجہان |
| ۱۶۳۰ء | ۲۔ تسخیر کابل |
| ۱۶۳۱ء | ۳۔ خان جہان لودی کی بغاوت و سرکوبی |
| ۱۶۳۱ء | ۴۔ قحط دکن |
| ۱۶۳۱ء | ۵۔ وفات ممتاز محل |
| ۱۶۳۲ء | ۶۔ قبضہ ہوگلی |
| ۱۶۳۳ء | ۷۔ کتخدائی شہزادہ داراشکوہ و شجاع |
| ۱۶۳۵ء | ۸۔ جلوس تخت طاؤس |
| ۱۶۳۶ء | ۹۔ بھارسنگ بندیا کی سرکوبی |
| ۱۶۳۶ء | ۱۰۔ فتح چہل قلعجات دکن |
| ۱۶۳۶ء | ۱۱۔ اورنگ زیب کی صوبہ داری بردکن |
| ۱۶۳۷ء | ۱۲۔ رسم عروسی اورنگ زیب |
| ۱۶۳۹ء | ۱۳۔ الحاق بکلاف |
| ۱۶۳۹ء | ۱۴۔ فتح قندھار |
| ۱۶۴۰ء | ۱۵۔ فتح بلخ |
| ۱۶۴۸ء | ۱۶۔ تعمیر شاہجہان آباد |
| ۱۶۵۸ء | ۱۷۔ وفات شاہجہان |

کتابیات کوثر

کتب مطبوعہ

آئندراج

فرنگ آئندراج
نولکشور پریس

بشیر الدین احمد

”واقعاتِ مملکتِ بیجاپور“

۱۹۱۵ء آگرہ

احمد خان سید

”آثار الصنادید“
نولکشور پریس

۱۹۰۰ء

پرتو بیضانی

دیوانِ کلیم کاشانی

۱۳۳۶ء طہران

امیر شیر علی خان لودی

”مراۃ العیال“

۱۳۲۴ف بہی

جلال اسیر مرزا

”دیوانِ جلال اسیر“

۱۲۹۷ء نولکشور پریس

انسدادِ مخلص

”چمنستان“

۱۸۷۷ء

حمد اللہ مستوفی

”نزهۃ القلوب“

بارٹولڈ

”مسلمان کلچر“ ۱۹۳۴ء کلکتہ

خانی خان و محمد ہاشم خان

”منتخب اللباب“

۱۸۷۴ء کالج پریس کلکتہ

رضا زاده شفیق

"تاریخ ادبیات ایران"

۱۳۲۱ ف طهران

"الکلام"

۱۹۴۱ ع اعظم گڑھ

شیخ چاند

"ملک غنیر"

۱۳۵۰ م

سجاد ظہیر

"ذکر حافظ"

۱۹۵۲ م بلوچستان

صمصام الدولہ نواب (شاہنواز خان)

"ماثر الامراء"

جلد اول - ۱۸۸۸ ع رائل ایسٹنک سوسٹی بنگالہ کلکتہ

جلد دوم - ۱۸۹۰ ع " " " " کلکتہ

جلد سوم - ۱۸۹۱ ع " " " " کلکتہ

سعید حسن، سعید محمد

"روز روشن"

۱۲۹۷ م بھوپال

عبدالباقی ہناردی

"ماثر رحیمی"

جلد اول - ۱۹۲۲ ع کلکتہ

جلد دوم - ۱۹۲۵ ع " " کلکتہ

جلد سوم - ۱۹۳۱ ع " " کلکتہ

سید اشمی فرید آبادی

"تاریخ ہند"

۱۹۳۹ ع دار الایض جامعہ عثمانیہ

سید احمد

"ترجمہ بزرگ جہانگیری"

۱۸۶۲ ع

عبد الحمید لاہوری

"پادشاہنامہ"

جلد اول - ۱۸۶۷ ع کالج پریس کلکتہ

جلد دوم - ۱۸۶۸ ع " " کلکتہ

شبلی نعمانی

"شعر الجم" جلد سوم

۱۹۱۰ ع مطبع فیض عام علیگڑھ

(سلسلہ دار المصنفین)

عبدالحی

”تکلی رعنا“

۱۳۶۴ھ - ۱۳۶۵ھ

عبدالباقی، نثر الزمانی قزوینی

”میتخانہ“

۱۹۲۶ء محمد شفیع - کپور رٹ لاہور

عبدلطیف خان

”تحفۃ العالم“

۱۲۶۳ھ ایران
۱۲۹۴ھ پبلشر محمد مسیح الزمان حیدرآباد دکن

عظیم الحق جنیدی

”ماثر العجم“

۱۹۲۱ء آگرہ

علی حسن خان

”صبح گلشن“

۱۹۲۲ء بھوپال

عبدالغنی خان

”تذکرۃ الشعراء“

۱۹۱۶ء

علی حسن خان، سید ابن ناصر

”بزم سخن“

۱۲۹۸ھ آگرہ

عبدالمجید صدیقی، پروفیسر سیاست جامعہ عثمانیہ
”تاریخ گولکنڈہ“

۱۹۳۹ء ادارہ ادبیات اردو
حیدرآباد دکن

غلام حسین سلیم زید پوری

”ریاض السلاطین“

۱۸۹۰ء کلکتہ

”تاریخ دکن عہد وسطی دہمینی سلطنت“

۱۹۵۲ء ادارہ ادبیات اردو
حیدرآباد دکن

غنی کشمیری

”دیوان غنی“

۱۹۱۵ء نوکسور پریس

”مقدمہ تاریخ دکن“

۱۹۴۰ء ادارہ ادبیات اردو
حیدرآباد دکن

فتح علی حریق

”مذکرہ رنجیہ گویان“

۱۹۲۳ء اورنگ آباد

۳۳۱

محمد افضل خان سرخوش
”کلمات الشعراء“

۱۹۲۲ء لاہور

گشادر زصدر

”کلیم کاشانی“

۱۳۳۳ ف ماہ شہر پور - کھران

چاپ کاویان

محمد تقی بہار شہیدی

”سبک شناسی“

جلداول - ماہ شہر پور - ۱۳۲۱ ف - طہران

محمد حسین آزاد

”سخندان فارس“

۱۹۰۷ء لاہور

کلیم، میرزا ابوطالب

”دیوان کلیم“

۱۲۹۷ء نو کشور پریس

”نگارستان فارس“

۱۹۲۲ء کریمی پریس لاہور

لجھی نارائن شفیق

”چمنستان شعراء“

۱۹۲۸ء اورنگ آباد

محمد صالح کنبودہ

”عمل صالح“ (موسومہ بہ شاہجہاں نامہ)

جلداول - ۱۹۱۳ء رائل ایشیاٹک سوسائٹی بنگالہ کلکتہ

جلد دوم - ۱۹۲۷ء

جلد سوم - ۱۹۳۹ء

لطف علی آذر

”مشککہ آذر“

۱۲۷۷ء بمبئی

محمد عبد الجبار خان صوفی ملکاپوری

”محبوب الزمن“ حصہ دوم

۱۳۲۹ء حیدر آباد دکن

لطف علی مرزا

”گلشن ہند“

۱۹۰۶ء لاہور

محمد قدرت اللہ گویا موی

"نتائج الانکار"

۱۲۸۲ھ نو کشور پریس

میر الواقاسم

"حقیقۃ العلم"

۱۲۲۶ھ حیدرآباد دکن

مرزا ابراہیم زبیری

"بساتین السلاطین"

۱۹۱۵ء حیدرآباد دکن

میر خواند

"روضۃ الصفا"

۱۸۳۲ء یورپ

مرزا طاہر نصر آبادی

"تذکرہ طاہر نصر آبادی"

۱۳۱۴ھ طهران

میر غلام علی آزاد

"خزانہ عامرہ"

۱۸۷۱ھ نو کشور پریس

مرزا محمد علی صائب تبریزی

"دیوان صائب"

۱۸۸۰ھ نو کشور پریس

"ماثر الکرام (موسوم بہ سرور آزاد)"

۱۹۱۳ء مطبع رفاه عام لاہور (از طرف

کتابخانہ آصفیہ حیدرآباد دکن)

معتمد خان

"اقبال نامہ جہانگیری"

۱۸۶۵ء کلکتہ

نذیر احمد ڈاکٹر - پروفیسر فارسی علیگڑہ یونیورسٹی

"تحقیقی مطالعہ"

۱۹۵۳ء سر سرائے قومی پریس لکھنؤ

دانش محل

منشی اسکندریگ

"عالم آراء عباسی"

۱۳۱۲ھ طهران

نور الحسن خان

"طور کلیم"

۱۲۹۸ھ آگرہ

یوسف حسین خان، پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ
 "روح اقبال"
 حیدرآباد دکن ۱۹۲۲ء

"مفتاح التواریخ"

نولکشور پریس ۱۸۶۷ء

کتاب ہیکل

بختاور خان

"مرآة العالم"

سنہ کتابت ۱۰۱۲ھ کتب خانہ آصفیہ حیدرآباد دکن، فن تاریخ، نمبر ۵۱۳ ف
 (سنہ تصنیف ۱۰۷۸ھ ہے اس لیے اغلب ہے کہ سنہ کتابت ۱۱۱۲ھ ہو اور کاتب نے غلطی کر دی ہو)

تقی اوددی

"عرفات العارفین"

، فن تاریخ، نمبر ۲۰۹ ف

، ناقص الآخر -

رفیع الدین شیرازی

"تذکرۃ الملوک"

، ، نمبر ۱۰۸۱ ف

سنہ کتابت ۱۳۰۶ھ

سراج الدین علی خان آرزو

"مجمع النفائس"

سنہ کتابت ۱۱۸۶ھ کتب خانہ سالار جنگ ، ، نمبر ۴۲ ف

سلیم، مرزا محمد قلی
"دیوان سلیم"

سنه کتابت ۱۱۵۷ م کتب خانہ سالار جنگ ، فن دادین نمبر ۱۹ ف

شیدا

"دیوان شیدا"

سنه ۱۰۶۸ م کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ، فن دادین نمبر ۱۱۸ ف

صمصام الدولہ، نواب (شاہنواز خان)

"بہارستان سخن"

سنه کتابت ۱۱۹۲ م کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ، تذکرہ ، نمبر ۱۲۱ ف

علی قلی خان ، والد داغستانی

"ریاض الشعراء"

سنه کتابت ۱۲۵۸ م کتب خانہ آصفیہ حیدر آباد دکن ، ، نمبر ۱۲۰ ف

علی اکبر شیرازی

"تذکرہ دلکش"

سنه کتابت ۱۲۳۷ م کتب خانہ سالار جنگ ، ، نمبر ۵۸۱۶ ف

غلام الملک توستی

شاہجہان نامہ (پادشاہنامہ)

سنه ندارد کتب خانہ سالار جنگ ، فن تاریخ نمبر ۲۳۵ ف

دیوان سندہ کتابت	۱۱۰۸	سر	کتب خانہ سالار جنگ	فن دوا دین نمبر ۵۹۲۳	ف
"	"	"	"	"	۵۹۲۴
کلیات کلیم	۱۱۸۳	سر	"	"	۲۶۷
"	۱۱۱۱	سر	"	"	۵۹۲۱
دیوان کلیم	"	"	"	"	۵۹۲۲
کلیات کلیم	۱۱۵۷	سر	"	"	۱۹
دیوان کلیم	۱۱۲۹	سر	"	"	۲۸
"	سندھ	"	"	"	۲۸۱ (میسوزیم)
"	ناقص الاثر	"	ملوکہ ڈاکٹر نظام الدین صاحب		

پہلے ناران شفیق
"باط النعائم"

سندہ کتابت ۱۲۹۷ سر کتب خانہ آصفیہ، فن تذکرہ، نمبر ۳۲۳ ف

مرزا جلال طباطبائی

"شاهجہاں نامہ، پادشاہنامہ"

سندہ کتابت ۱۱۸۷ سر کتب خانہ آصفیہ، " نمبر ۳۵۹ ف

محمد امین قزوینی

"پادشاہنامہ"

سندہ کتابت ۱۱۹۲ سر کتب خانہ ریکارڈ آفس حیدرآباد دکن، نمبر ۶۳۲ ف

محمد حسین خان شاہجہاں پوری

"ریاض الفردوس"

سندہ کتابت ۱۲۷۶ سر کتب خانہ سالار جنگ نمبر ۵۸۱۷ ف

محمّد قاسم قرشته

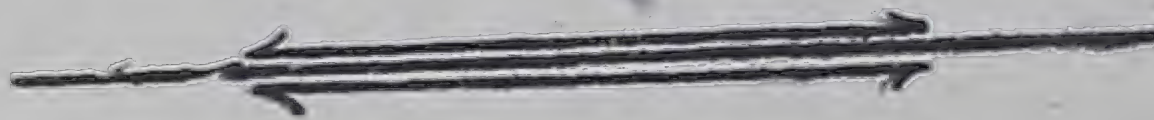
"تاریخ قرشته" (جلد دوم)

سنه کتابت ۱۲۴۷ هـ کتیب خانہ سالار جنگ نمبر ۳۹۸۷ ف

محمّد ولی بن محمد عثمان ابن محمد علی طوی بدری

"مدحت الشعراء"

سنه کتابت ۱۱۹۶ هـ کتیب خانہ سالار جنگ نمبر ۲۲۳ ف



اشاریہ

پرتو بیضائی :- ۵۹، ۱۶۱، ۱۷۰

آ

ت

آصف خان، یمن الدولہ :- ۴۳، ۴۵، ۴۹، ۹۵، ۱۱۳، ۱۹۳

تیمور :- ۱۰۷

ا

ج

ابراہیم عادل شاہ ثانی :- ۲۱، ۲۳، ۲۵، ۲۶، ۲۸، ۳۲، ۳۳

جانی، عبدالرحمن :- ۸۴

۱۷۲، ۸۸، ۸۷، ۴۰، ۳۹، ۳۵، ۳۴

جھار سنگھ بندیلہ :- ۵۳، ۹۵، ۹۶، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۰۶

ابن حوقل :- ۱۹

جلال اسیر، مرزا :- ۷۱، ۲۳

ابوسعید بلخانی :-

جہاں آرا، بیگم :- ۶۲، ۱۸۶، ۲۰۱

آتابک سعد زنگی :- ۱۸

جہانگیر، نور الدین سلیم :- ۲۵، ۲۸، ۳۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴

اعظم خان، اختر یزدی :- ۷۴، ۲۴

۱۰۶، ۱۰۵، ۸۴، ۶۴، ۵۸، ۴۶

افضل خان، سرخوش :- ۸۶

ج

اکبر جلال الدین :- ۴۴، ۵۴، ۶۴، ۱۰۵

چاند بی بی :- ۲۴

امتیاز علی خان، عرشی :- ۱۶۴

ح

امیر خسرو :- ۱۳۵، ۱۴۴، ۱۵۰، ۱۵۸، ۱۹۱

حافظ، شمس الدین :- ۱۸، ۷۲، ۱۲۳، ۱۳۰

اوزنگ زب، محی الدین :- ۵۰، ۵۱، ۵۵، ۶۴، ۹۴، ۱۰۶

حکیم اکناکاشی :- ۸۱

۱۱۰، ۱۹۷

حکیم شفائی :- ۸۱

ب

حکیم صدر امین الزمان :- ۶۶، ۲۰۱

بختاورد خان :- ۱۹، ۲۲

حمد اللہ مستوفی :- ۲۰، ۱۰۷

برہان نظام شاہ :- ۸۷، ۸۸

خ

بے بدل خان، سعیدائے گیلانی :- ۵۷، ۸۴

خان جہان (پیرا خان)، ۴۶، ۴۷، ۱۱۱

بتیل، مرزا عبدالقادر :- ۱۳۸

خواجہ ابوالحسن تربتی :- ۴۶، ۵۰، ۸۰

پ

خواجہ نظام :- ۴۵

پہویر، (شہزادہ) :- ۵۰

Story, C. A.,
"Persian Literature."
Luzac, London 1939.

CATALOGUES

Abdul Kadir, K. B. Sh.,
"A Descriptive Catalogue of the Ar. Per. Mss.
in the Library of the University of Bombay."
Bombay, 1935.

Edwards, E.
"Catalogue of Per. Books in the British Museum."
London, 1922.

Ethe,
"Catalogue of Per. Mss. in the Library of India
Office Vol. I."
Oxford, 1903.
"A Descriptive Catalogue of the Ar. Per. Miss.
in Edinburgh University Library."
Robertson, 1925.

Flugel,
"Catalogue of Ar. Per. Mss. Vol. I."
Wien, 1865.

Ivanow, W.,
"Catalogue of Asiatic Society of Bengal."
Calcutta 1926.

Houtsma, Arnold.,
"Encyclopaedia of Islam."
London 1927.

Pertch Wilhelm,
"Die Handschriften-Verzeichnisse Der
Königlichen Bibliothek Zu Berlin."
Berlin A Asher, 1888.

Riew,
"Catalogue of Per. Mss. in the British Museum, Vol. II"
Longmans 1881.

Ross, D.,
"Catalogue of Ar. Per, Mss. in the Oriental
Public Library Bankipore."
Calcutta, 1921.

Sachau.,
"Catalogue of Per Mss. in the Bodleian Library."
University Press, Warehouse.
Oxford, 1889.

Sprenger.,
"Catalogue of Ar. Per. and Hin. Mss. Vol, I."
Calcutta, 1854.

ENGLISH BOOKS

Banarsi Parsad,

“ History of Shahjahan of Delhi. ”

The Indian Press, Allahabad 1932.

Browne, E. G.,

“ Literary History of Persia Vol. III. ”

University Press, Cambridge 1920.

Vol. IV.

Cambridge, 1930.

Ghani M. A. Professor,

“ Persian Literature at the Moghal Court, Vol. III. ”

Allahabad, 1930.

Hadi Hasan, Dr.,

“ Mughal poetry; Its cultural and Historical value. ”

Hyderabad Govt. Press, 1952.

Haig Sir Wolsely,

“ The Cambridge History of India ” Vol. III.

University Press, Cambridge 1928.

H. H Dodwell,

Do

Vol. IV,
1932.

Iqbal, Dr. Sir Mohammed,

“ The Reconstruction of Religious through Islam. ”

Lahore, 1930.

“ The Development of Metaphysics in Persia. ”

London, 1908.

Ishaq, M.,

“ Modern Persian Poetry. ”

Calcutta, 1943.

Ishwari Persad,

“ A short History of Muslim rule in India. ”

Allahabad, 1939.

Nazeer Ahmed, Dr.

“ Zuhuri, Life and Works. ”

Khyban, Allahabad 1953.

Nicholson, R. A.,

“ The Mystics of Islam, ”

London, 1914.

“ Studies in Islmic Mysticism. ”

Cambridge, 1921.

Sarkar, Jadunath.,

“ Short History of Aurangzaib. ”

Calcutta; 1930.

Sharma, S. R.,

“ Mughal Empire in India. ”

Karnatak Publishing House, 1940.

year of Shahjahan's reign i. e., 1062 A. H., and Shir Khan Lodhi also states that Kalim died in 1062 and was buried in Lahore.

On the other hand, the Contemporary poet Ghani of Kashmir has written Chronogram: which gives 1061 A. H. and the date of Kalim's beath. It is very likely therefore that Kalim died in 1061 A. H., and was burried as the Kazanah Amira States, besides Ali Quli Salim's avegr on the banks of "Dullake" in Kashmir on a high Plato. I have visited that Place in October 1961 at the occasion of All-India Oriental Conference and taken photograph which is also attached in this book.



Mohd. Jan Qudsi, Mirza Mohd. Ali Sahib, Ali Quli Salim, Shida Mir Ma'soom, Zafar Khan Ahsan, Bebadal Khan Gilani, Mir Jumla Shahrستاني, and Gani Kashmiri were contemporary poets of Kalim. Kalim was amiable, noble and generous too, and on the death of Malik Qumi and Qudsi in 1025 A. H., and 1056 A. H., respectively he had written a fragment and elegy also.

Kalim and his contemporary poet Mohd. Jan Qudsi had composed two masnawis simultaneously, comprising the first ten year's of Shah Jahan's reign. Qudsi left his masnawi "*Zafar namah*" incomplete but Kalim completed his masnawi "*Shah namah*" which is a detailed and authentic record of the grand and glorious deeds of the Emperor Shah Jahan.

As a poet Kalim is remembered for his novelty of topic, original concepts, and aptness of illustration. Simily and metaphor are the soul of poetry. Especially in the case of oriental poetry, not a single poet however great he might be, can be able to culminate his poetry without the powerful aids of these figure speeches to make a graceful and picturesque style. He had not blindly followed his predecessors on the trodden paths, but used delicate and original similes and metaphors also. Further he wrote excellent chronograms; and had a predilection for using Hindi in his persian poetry. This is curious for unlike Amirkhusrow and Faizi who have also used Hindi words in their verses, Kalim was not born in India but in Iran. No other poet of foreign birth excels Kalim in the use of Hindi words. He was more bold and unflinching than people imagine.

Taher Nasrabadi assesses Kalim's output of poetry at 24,000 verses, my present collection comprises 24,868 verses, and includes all forms of poetry, Odes, lyrics; masnawis, quatrains, Chronograms and fragments. And the quality of his verses is even better than his quantity. He was indeed the King of poets at a time where competition was keen and the state of Moghal poetry was in the ascendant. The last date found in Kalim's Chronograms is 1060 A. H., and after that we find no sign of his existence. The precise date of Kalim's death is not known. According to Mulla Mohd. Waris Kalim died on 15th Diqadah, 26th

porary court historians of Kalim, have stated that Kalim came to India from Shiraz and stayed for some time in the Deccan. At that time Ibrahim Adil Shah II was the King of Bijapur, and he had earned name for his generosity and liberal patronage of Poets.

4. It is not mentioned by any historian that Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi was ever in the Deccan during 1010 to 1014 A. H., where as during 1010 to 1014 A. H. Shahnawaz Khan, the Prime Minister of Bijapur was at the Zenith of his power and had become a Liberal patron of Persian poets.

Kalim therefore had come directly to Bijapur from Shiraz fascinated by the accounts of the magnificent patronage of poets by Ibrahim Adil Shah II and *پناه اهل هنر* Shahnawaz Khan Shirazi.

Kalim stayed in the Deccan till 1028 A. H., and composed two qasidahs and a masnawi; and disappointed in his expectations of reward at the Court of Bijapur, returned to Iraq.

Of the 2 years spent by Kalim in Iraq we have no knowledge; he had come to India by the Land-route Subsequently he spent 7 or 8 years in North India under the patronage of Mir Jumlah Shahrastani poetically styled Ruhu-i-Amin.

After the accession of Shah Jahan, Kalim attached himself to the Imperial Court and soon rose to the dignity of Maliku'sh-Shura. He composed several Qasidahs, fragments and masnawis on contemporary events e. g., conquest of Kabul in 1039 A. H. a chronogram of the fall of Khan-e-Jahan in 1040, conquest of the Deccan in 1045 A. H., conquest of Balakh in 1056 A. H., a chronogram at the Prince Dara shiko and Prince Aurang Zaib's marriage ceremonies in 1042 A. H., respectively etc.

Kalim composed an excellent Qasidah in 1044 A. H., at the occasion of Shah Jahan's coronation on the Pea-cock throne, and by way of reward was weighed against (Silver) and received Rs. 5,500., Scattered through the papers of the Padshahnamah are the specific amounts given to Kalim for his court poetry. These were the momentous events of his life

LIFE *of* MIRZA ABU TALIB KALIM

Mirza Abu Talib poetically surnamed Kalim was born approximately (between 990 A. H.—1582–1585 A. D.) in Hamadan. He lived for sometime in Kashan for which reason he was called Kashi. By birth however, he was Hamadani as he himself states:

He pursued a course of study in the Dar-ul-Fazal College, Shiraz and in the prime of his life came to India by the Sea-route. Curiously, all the biographers merely state that Abu Talib Kalim came to India during the reign of Jahangir; and attached himself, to Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi, a noble of Jahangir's reign. The first visit, of Kalim to the Deccan by the Sea-route is therefore an independent discovery of mine and the reason which mislead the cataloguers, biographers was the name of the homonymous Shahnawaz Khan, for there were two Shahnawaz Khan, one of whom was the Prime Minister of Ibrahim Adil Shah II, and the other Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi and it was only the first of these two who was the Patron of Kalim. The reasons for this conclusion are as follows:

1. The word “Minister” وزیرپیشین is clearly stated in the verses.
2. The accounts of Shahnawaz Khan son of Mirza Rustum Safavi contain no detail of that building, on the completion of which Kalim had composed a Masnavi and a Qasidah. But on the other hand Mohd. Qasim bin Hindushah has given full description of that building in his history, the Tarikhi-e-Firashta. This edifice was erected during the years 1008–1010 A. H. and this fact is mentioned in the accounts of Shahnawaz Khan, the Prime Minister of Ibrahim Adil Shah II.
3. Abdul Hamid Lahori and Mohd. Amin Qazwini, the contem

The other publication consists of two volumes and is concerned with exhaustive list of the Urdu Manuscripts in the State Central Library prepared by Shri Nasiruddin Hashmi. This list is very beneficial for those research scholars who wish to get acquainted and take full advantage of the valuable literary treasures that are to be found in this library.

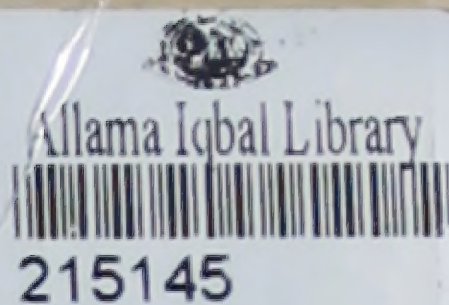
For purposes of studying the history of any language according to principles laid down, it is essential that an exhaustive list of all the material available is present. The State of Urdu literature is such that it is scattered over the whole length and breadth of India, consequently an approach to it is not easy. As such a bibliography of books become a necessity as a special science in the Western countries.

In Hyderabad, a brief list of Urdu manuscripts of the Osmania University has been published and a list of manuscripts of India office was published by Shri Nasiruddin Hashmi under the name of "Europe men Deccani Mukhtutaat". Manuscripts of the Deccan in Europe, also an exhaustive list of manuscripts of Idara-e-Adabiat-e Urdu in five volumes have been published by Dr. Zore. List of Urdu manuscripts of Salar Jung Library has also been prepared and published by Shri Nasiruddin Hashmi. Besides these, the Urdu manuscripts of 'The Musjid of Bombay' has also been published under the able guidance and supervision of Prof. Najeeb Ashraf Nadvi. To this treasure, has been added the newly published list of the Urdu manuscripts of State Central Library prepared by Shri Nasiruddin Hashmi with great care and hard work.

On behalf of the Research Institute it is my proud privilege to thank Mr. Humayun Kabir, the Hon'ble Minister for Research and Cultural affairs for his generous help to the above Institute. In conclusion I appeal to the Government of Andhra Pradesh to grant a generous annuity to this Institute in the cause of the furtherance of knowledge and the conservation of the old treasures of art and literature.

(Smt.) RODA MISTRY,
president,
Khawateen-e-Deccan Library,
& Research Institute.

FOREWORD



The Kutab Khana Khawateen-e-Deccan and Idara-e-Tahqeeq (Research Institute) was founded in the year 1943. The Library is not only meant for the ladies of Hyderabad, but also ladies outside Hyderabad take advantage of it. The Research Scholars and lovers of literature and learning derive benefit from it.

Formerly this library was the private library of Shri Nasiruddin Hashmi. Later he got it registered and declared it open exclusively for the ladies of Hyderabad. A Research Institute also is attached to this library which has a twofold aim; that of study and review of the works and the elegant style of old writers on one hand, and bringing into limelight the works on research of women writers of the present day on the other hand by publishing their work and thereby adding more books to the already existing literary treasure.

The thesis submitted by the women Research Scholars for Doctorate was accepted by the University but in spite of being an important piece of work not published and those fond of art and literature are thereby deprived of the pleasure and benefit they could derive from them. The Research Institute publishes such Theses by which the women writers having received Doctorate on their subjects, are also financially benefitted by the sale of their works.

To start this work a monetary aid was granted to the Research Institute for the publications of two books by the Ministry of Scientific Research and Cultural Affairs of the Government of India, subject to the condition that a matching amount be spent by the Institute as well. Consequently two books have been published, abiding by this condition. I deem it my duty to thank those ladies and gentlemen who purchased and paid the cost of these books in advance and enabled us to publish these books.

Out of the books published one is the Thesis in Persian for Doctorate submitted by Smt. Shareefunnisa Begam. The subject of this Thesis is the life and works of Abu Talib Kaleem, a renowned Persian poet of the Durban of Adilshah and later of the Court of Emperor Shah Jehan where the title of Laureate was conferred upon him.

Aec. No. - 215145

23
JAMSHEDPUR UNIVERSITY
LIBRARY.

DATE LOANED

Class No. 954

Book No. H47T

Vol. _____

Copy _____

Accession No. 26467

DR. SHANTANU K. BHOWMIK
LIBRARIAN
JAMSHEDPUR UNIVERSITY
LIBRARY

LIFE AND WORKS
of
ABUTALIB KALIM HAMADAN
(Poet Laureate of Emperor Shajahan)

by
Dr. SHAREEFUNNISA BEGUM ANSARI,
Lecturer in Persian, Women's College,
Osmania University.

—MIR UNIVERSITY
LIRRARY.

DATE LOANED

Class No. 954 Book No. H47T

Vol. _____ Copy _____

Accession No 26467

--	--	--	--